

ماکان محمد الا بالکرامه وکان علیها السلام

خاتمه النبیین

تألیف

امام العصر مولانا محمد انور شاہ کبیری نور شہ مرقہ

(۱۲۵۲ھ)

ترجمہ و تشریح

میرزا یوسف ارجوانی

عالمی مجلس تحفظِ خطِ محرقہ
۵۱۴۱۲۲

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ وَآلِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

تأليف

امام العصر مولانا محمد انور شاه كشميري نور الله مرقه

(۱۲۵۲ھ)

ترجمہ و تشریح

محمد یوسف لدھیانوی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
514122

ترتیب

۳	تبویب ۱
۱۷	مقدمہ : مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی
۲۱	پیش لفظ : مولانا سید محمد یوسف بنوری
۲۷	دیباچہ : مولانا محمد یوسف لدھیانوی
۳۹	فارسی متن : امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
۱۴۳	اردو ترجمہ : مولانا محمد یوسف لدھیانوی
۳۰۵	اشادیہ : " " " "
۳۱۷	تعارف : مولانا سید محمد یوسف بنوری

طبع اول جولائی ۱۹۷۷ء طبع دوم جولائی ۲۰۰۰ء طبع سوم جولائی ۲۰۰۱ء

تبویب

رسالہ خاتم النبیین کے مضامین متفرق اور منتشر تھے، اس کی نہ کوئی فہرست تھی نہ کسی موضوع کا عنوان۔ جس سے نہ تو کتاب کی افادیت کا ٹھیک اندازہ ہو سکتا تھا نہ کسی مضمون کا تلاش کرنا آسان تھا۔ ایسے مناسب سمجھا گیا کہ ان بکھرے ہوئے مضمون کو ابواب و فصول کی سلک میں منسلک کر دیا جائے پیش نظر تبویب میں کتاب کو دو حصوں اور درج ذیل اٹھارہ فصلوں پر مرتب کر دیا گیا ہے:

حصہ اول: نبوت اور منصب نبوت — ختم نبوت — خاتم النبیین —

تفسیر آیت خاتم النبیین — ختم نبوت اور حدیث نبوی — اجماع امت اور

ختم نبوت — ختم نبوت اور صوفیہ کرام — عیسیٰ علیہ السلام۔

حصہ دوم: تحریفات مرزا — تبلیغات مرزا — کفریات مرزا — دعویٰ مرزا

— تناقضات مرزا — عقائد مرزا — عجائبات مرزا — سیرت مرزا

— المات مرزا — پوری کتاب ۲۳۰ فقروں پر مشتمل ہے اور ہر مضمون کے

کے سامنے فقروں کے نمبرات درج ہیں۔

۱۔ نبوت اور منصب نبوت

نبوت کی کُنہ صرف نبی کو معلوم ہو سکتی ہے :

۱۳۱۔

نبوت و رسالت میں عموم و خصوص کی نسبت :

۱۰۶۔

نبوت عطیۂ خداوندی ہے : ۱۰۔ ۳۶

..... استخلاف الہی : ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۷۱۔

..... شرف و اختصاص : ۳۶

..... کی حسی مثال : ۱۰۷

..... ایک ظاہر و باہر منصب : ۱۰۵

..... کی تشبیہ عبارتِ حسی کیساتھ : ۳۳

..... کی ضرورت اور مقصد : ۳۰

..... کی ضرورت اب باقی نہیں رہی : ۵۳

..... کی تمت تمام ہو چکی : ۳۳

..... بند اور فیوض نبوت جاری ہیں : ۱۶

۱۰۶۔ ۱۶۰۔

نبوت کا جزِ اخیر اختصاص ہے، جو متحدی

نہیں : ۱۰۵

نبوت کے جو اجزاء قابلِ تعدیہ تھے وہ متحدی

ہیں : ۱۰۷

نبوت کا ذیلی شعبہ ولایت : ۳۰

..... کی تقسیم (بالاسطہ، بلا واسطہ) نکالنا

من گھڑت مفروضہ ہے : ۹۔ ۱۲۔ ۱۵۔ ۱۶۔

۱۱۶۔ ۲۳۔ ۵۵۔ ۶۲۔

نبوت میں تولید پہلے خفی زاب ہے :

۱۶۰۔

نبوت وہی ہے، مگر بے استحقاق نہیں

۱۹۰۔

نبوت کا استفادہ لغو و لایعنی ہے : ۲۸

..... میں ظلیت کا دعویٰ بغاوت کے

متضاد ہے : ۲۸۔

نبوت میں انتقال و تعدیہ ناممکن ہے : ۱۰۵

..... میں شرکت نہیں : (۱۲۵ شعر ۶۳)

نبی اور رسول کی تعریف : ۸۱

نبی عام ہے اور رسول خاص : ۱۸

انبیاء کی ضرورت کیوں ؟ ۵۹

انبیاء کو اسم لازم، وہی اور مطلق عطا

کیا گیا : ۱۸۳

بہشت ہدایت عامہ کے لیے ہے : ۱۵۳

انبیاء کرام کی سیرت کا اجمالی خاکہ : ۱۳۰

..... اور غیر انبیاء کے طریقہ میں فرق : ۶۰

..... کبھی ایک دوسرے سے اختلاف

نہیں کرتے : ۶۱

انبیاء کرام کو سیادت و قیادت کے لیے بھیجا

جاتا ہے : ۱۰۴

انبیاء کرام کے طریق میں ہدایت منحصر ہے : ۵۹

..... پر اعتماد ہی ایمان و کفر کے درمیان

خط فاصل ہے : ۵۹

انبیاء کرام کا احکام میں چون و چرا روا نہیں : ۶۱

..... میں انافص کا لحدوم کا اصول جاری کرنا

کفر ہے : ۹۴

انبیاء کرام امت کی تربیت کیسے کرتے ہیں : ۱۰۵

معجزہ و کرامت میں فرق : ۱۰۵

۲۔ ختم نبوت

ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے

ہے : ۱۴۸

ختم نبوت کا عقیدہ اور نصوص کی تشریح : ۱۴۸

..... اور عیسیٰ علیہ السلام : ۲۶-۱۶۳-۱۶۶

۱۶۸-۱۹۲

ختم نبوت پر اعتراض خدا سے معارضہ ہے :

۱۴۰ ۲۴۰ ۳۸۰ ۵۴۰

ختم نبوت میں تاویل خدا سے خاق ہے :

۲۳ ۲۵۰ ۱۱۴۰

ختم نبوت میں تاویل مومن کا شیعہ نہیں : ۷۷

ختم نبوت کی حکمت : ۳۰-۳۲-۳۶۱۳۵

۵۳-۴۶-۱۵۱

ختم نبوت کی حسی مثال : ۱۳

..... نقص نہیں کمال ہے : ۲۶

..... رحمت ہے : ۱۵۲

..... ختم کلمات کی فرع ہے : ۳۵۱-۱۳۵

..... سیادت و قیادت کی دلیل : ۳۶-۴۵

..... زمانہ کا طبعی تقاضا : ۳۸-۴۲

..... نظام عالم کا مقتضا : ۴۱-۴۳-۱۲۷

..... کا عقیدہ قطعی متواتر ہے : ۱۴۸

۳ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین نے تمام دائرہ نبوت کو طے

فرمایا ہے : ۳۳

خاتم النبیین امت کے رسول اور انبیا سابقینہ

کے خاتم : ۵۲-۹

خاتم النبیین باقتدارِ اہل کے مبداء اور باقتدار
اُن کے فتہا ہیں ۳۵۱

خاتم النبیین لول الفکر آخر العمل : ۴۱

خاتم النبیین نبوت کے خارج ہی میا اور خاتم بھی ۱۳۵
..... نبی الانبیاء ہیں - ۴۵

..... سلطان الانبیاء ہیں : ۳۶، ۳۷، ۱۴۴۱

..... پر ایمان تمام انبیاء پر ایمان کو متضمنی
ہے : ۴۷

خاتم النبیین کے اور سابقین کے دور میں فرق :

۲۵، ۱۸

خاتم النبیین کے اہد قیامت کے درمیان کوئی نہی

نہیں : ۴۹

خاتم النبیین کو کامل ترین دور میں لایا گیا : ۳۲

..... کی حیثیت واسطۃ العقد کی نہیں بلکہ

صدر جلسہ کی ہے : ۵۱

خاتم النبیین کو نبی ساز کتنا خدا سے کٹ جھٹ

ہے : ۳۹

خاتم النبیین کے بعد نبوت کا کوئی معرف

نہیں : ۳۰ - ۵۳ - ۱۵

خاتم النبیین کے بعد نبوت مقدم ہونے کی تاکید نہ ہوئی
ہوتی : ۱۵۸

خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا نقص ہے : ۳۱
- ۵۲، ۳۷

خاتمیت آپ کی خصوصیت ہے : ۸۱، ۷۶

خاتم النبیین میں تمام محاسن جمع کر کے کار نبوت
تمام کر دیا گیا : ۱۷۰

خاتم النبیین کی خاتمیت فتہائے کمال کی علامت
ہے : ۱۶۴

خاتم النبیین کی خاتمیت کا صرف اعتقاد کافی
نہیں : ۷۱

خاتم النبیین تمام انبیاء کے مصدق اور مصدق
ہیں : ۷۷

خاتم النبیین آپ کا لقب ہے جو محض
اتفاقی نہیں : ۸۰، ۹۲

خاتم النبیین کے اسامی گرامی عاقب و حاضر متقی : ۱۰۳

خاتم النبیین کو ابوالمؤمنین کہنا ممنوع ہے : ۹۱

خاتم النبیین عمارت نبوت کی آخری اینٹ
ہیں : ۱۳ - ۱۱۰ - ۱۲۷

۴۔ تفسیر آیت خاتم النبیین

۱۲۱ - ۱۳۵ - ۱۳۶ تا ۱۳۳

خاتم اور خاتم کے معنی : ۶۶ - ۶۷

دو دنوں قراتیں متواتر ہیں : ۶۶

ختم اور انقطاع میں فرق : ۳۱

خاتم القدم کے معنی 'آخری فرد' : ۶۶

کثرتِ خطر کا 'خاتم' سب سے آخر میں : ۸۷

امام لغت اربعینہ کا قول : ۶۶

خاتم النبیین میں معنات الیہ یعنی مفعول ہے :

۱۱۸ - ۷۸

خاتم النبیین کے معنی 'خاتم اشخاصِ انبیاء' : ۸

۱۶۶ - ۵۵ - ۱۹ - ۹

خاتم کا تعلق سابقین سے ہے : ۳۴ - ۹

۱۰۸ - ۱۰۴ - ۴۵ - ۳۶

خاتم باعتبار ماضی کے ہے مستقبل کے

نہیں ، اور جزئی ہے ، کلی نہیں : ۱۲۳

خاتم یعنی مَہر : ۶۷ - ۱۲۳

مہر کیوں لگائی جاتی ہے ؟ : ۱۲۳

مہر لگانے میں آخر اور کھلے میں اول جوتی

ہے : ۲۶

آپ خود مہر ہیں ، مہر لگانے والے

نہیں : ۶۷ - ۱۱۸ - ۱۲۲

کسی کی مہر کا استعمال خیانت ہے : ۱۲۲

لکن 'استدراک' کے لیے ہے : ۶ - ۲۳

- ۱۱۹

استدراک کی تفسیر : '۶'

استدراک کا نکتہ : ۶ - ۲۳ - ۱۱۹

'لکن' کے قبل و بعد میں تدافع اور مقابلہ ضروری

ہے : ۱۲۱

تقریب '۷' : ۲۹ - ۱۱۸ - ۱۲۱

استدراک کی دوسری صورت (۶) : ۱۳۳

اہلِ ملتِ نبوت کے اجراء کو مقصد ہے

۶

اہلِ اور ختمِ نبوت میں کیوں تدافع ہے ؟

۲۹ - ۱۲۱ - ۱۳۰

اہلِ کے مفہوم میں دو چیزیں تھیں : ۳۹

أحدہ میں تنگی کا نکتہ : ۵۰

'من ربکم' لانے کا نکتہ : ۵۰

تفسیر کا مدار شواہد پر نہیں رکھنا چاہیے : ۵۵

آیت کی جامع تفسیر : ۶۷ - ۱۳۸ تا ۱۳۳

آیت عقیدہ ختم نبوت پر قطعی الدلالت
ہے : ۱۳۳

آیت سے نبوت بالاستفادہ کی بدرجہ
اولیٰ نفی ہو جاتی ہے : ۷

آیت سے استفادہ نبوت باعتبار عزت

بھی باطل ہو جاتا ہے : ۲۹

آیت نبوت غیر تشریع کے انقطاع پر

بدرجہ اولیٰ نص قطعی سے : ۱۸ - ۱۲۵

آیت میں دوم نبوت کو ختم سے تعبیر کرنا دعویٰ مع اللیل ہے :

آیت کا خطاب اہل جاہلیت سے نہیں :

۱۳۸

تفسیر آیت از ابن عباس : ۶۶

تفسیر آیت از عطائے تائی : ۱۳۰

آیت میں منفی و مثبت جملوں کے جمع کرنے

کا نکتہ : ۱۳۳

دونوں جملوں میں ربط : ۶ - ۷۵

مہر اعتبار مراولینے سے ربط فوت ہو جاتا

ہے : ۱۲۵

عموم سے خصوص کی طرف اتعال کا نکتہ : ۱۸

۱۲۵

تبتی کے بجائے البت کی نفی کا نکتہ : ۲۰

۵۔ ختم نبوت اور قرآن کریم

آیات ختم نبوت

۱۔ کیف اذا جئنا من کل امة بشیة الایہ :

۱۵۶، ۴۹

۲۔ لیکون الرسول شیئاً علیکم وتكونوا شهداء

علی الناس : ۴۹

۳۔ دیوم نبعت من کل امة بشیة الایہ :

۴۹

۴۔ والذین یؤمنون بما انزل ایک وما انزل

من قبلك : ۱۵۴

۱۔ ما کان محمد الا احد من رجاکم : ۱۸ - ۷۷، ۷۷

۲۔ الیوم اکملت لکم دینکم : ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴

۳۰ - ۱۷۱

۳۔ واذا اخذ الله یشاقق النبیین : ۷۷ - ۱۶۵

۴۔ اتا نحن نزلنا الذکر واتانا کافظون : ۳۰

۵۔ کنتم خیر امت اخرجت للناس : ۴۹، ۷۷

۱۵۶

۶۔ وکذا الک جعلناکم امة وسطاً الایہ : ۴۹

۱۵۶

۱۶۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول

ولا ننبی ۱۵۴ :

۱۷۔ وما ارسلنا قبلك من المرسلین

۱۵۴ :

۱۸۔ اتبعوا ما انزل ایلکم من ربکم ولا تتبعوا

من دونہ اولیاً : ۱۵۴

۲۰۔ و بشرأ برسول یأتی من بعدی۔

اسمہ احمد : ۱۲۷

۱۱۔ لکن الراسخون فی العلم منهم الایہ : ۱۵۴

۱۲۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا باللہ ورسول الایہ : ۱۵۴

۱۳۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك : ۱۵۴

۱۴۔ الم ترالی الذین من قبلك : ۱۵۴

۱۵۔ کذاک یوحی الیک والی الذین من

قبلك : ۱۵۴

۱۶۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول

الایہ : ۱۵۴

میں نبوت کی نفی کرتا ہے : ۱۵۴

قرآن کریم نے ختم نبوت اور اس کی علت

کو یکجا بیان کیا ہے : ۷۸

قرآن کریم مقام مدح میں بھی بے پیمانہ انداز

اختیار نہیں کرتا : ۷۹

قرآنی محاورات کو سو قیاد محاوروں پر ڈھالنا

جمل و حماقت ہے : ۸۷

قرآن کریم میں استفادۂ نبوت کا مضمون داخل

کرنا خود غرضی ہے : ۱۰۳

تعدد قرات کا نکتہ : ۷۷

قرآن کریم میں تاویل فاسد کفر ہے : ۸۹

قرآن کریم میں خود غرضی کے لیے قیامیں

لگانا اتحاد و زندق ہے : ۱۳۴

آیات ختم نبوت کی تعداد سو ہے : ۱۵۹

آیات قرآن کا مطمح نظریہ ہے کہ آپ کے بعد

کوئی نبی اور کوئی وحی نبوت نہیں : ۱۵۴

آپ کے بعد قرآن کریم قیامت تک کسی

نبوت اور کسی وحی نبوت کا پتہ نشان نہیں

دیتا : ۱۵۴

قرآن کریم کی نظر میں امت محمدیہ آخری امت

ہے : ۴۹

قرآن کریم امت محمدیہ کا دامن قیامت وسیع

کرتا ہے : ۱۵۶

قرآن کریم بطور طرد و عکس کے ختم نبوت کی

دلیل پیش کرتا ہے : ۱۵۷

قرآن کریم من قبل کی قید سے دور مابعد

قرآن کریم کی مراد میں اجماع اُقت پر انحصار لازم ہے: ۸۹

۶۔ ختم نبوت اور حدیث نبوی

قرآن حدیث کے درمیان قبیض شریع کی نہت

ہے : ۲۱۳ - ۲۱۴

شرح قول صدیقہ : قولوا قائم البیین : ۲۱۵

شرح حدیث میرات : درجہ امام زمانہ : ۲۱۶

(شعر ۳۱)

شرح حدیث : انت متی بمنزلہ بارون من موسیٰ
۱۱۰ - ۷۲

شرح حدیث : انی عند اللہ تکمیل قائم النبیین

۳۶ - ۳۷

شرح حدیث الانبیاء : احیاء فی قبورہم :

۱۹ - ۱۵

حدیث شفاعت اور ختم نبوت : ۳۶

۱۴۳ - ۱۴۴

شرح حدیث : کانت بنو اسرائیل تسبم

الانبیاء : ۸۱۵ - ۱۹۰

شرح حدیث : لو عاشش ابراہیم : ۱۵۲

۱۹۳ - ۱۹۴

شرح حدیث : لو کان موسیٰ حیاً : ۱۸۵

شرح حدیث : ان اللہ ہدانا لہذا الامر نبوتہ : ۱۵۲

احادیث ختم نبوت : ۱۳ - ۱۹ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۱

۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۵۳ - ۶۶ - ۸۱ - ۱۰۵

۱۱۰ - ۱۲۲ - ۱۳۰ - ۱۴۰ - ۱۵۲ - ۱۵۳

۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۵ - ۱۸۶

(دیکھئے اشاریہ احادیث)

احادیث ختم نبوت متواتر ہیں : ۱۶ - ۱۶۰ -

احادیث ختم نبوت کی تعداد دو صد ہے : ۳۰

بعض احادیث مطلقاً انقطاع نبوت کی دلیل

ہیں اور بعض علی الخصوص نبوت غیر تشریفیہ

کے انقطاع کی : ۱۶۰

حدیث نے تمام شبہات کا استیصال کر دیا :

۱۳

لوالہ اللہ کی طرح لانا نبی بعد فی میں بھی

تبادل نہیں : ۸۳

حدیث دجالین میں مار حکم دعویٰ نبوت ہے

۱۱۰ :

تقریباً ۱۱۰ کوئی اینٹ باقی نہیں : ۱۱۰

ملت نی از نقش بر نقش نبوی : ۱۲۶

شرح حدیث : لائورث ماترکہ وحدقہ

۱۳۰ - ۲۱ :

شرح حدیث : نحن الاخرون السابقون

۱۶۳ - ۴۶

۷۔ اجماع اُمت اور ختم نبوت

۱۳۴، ۹۰ :

اجماع، مسئلہ کے قطع ہونے کی دلیل ہے : ۱۳۸

اجماع سبیل الرضیین ہے : ۱۳۸، ۸۹

اجماع مسائل میں تبدیل کی گنجائش نہیں : ۱۳۸

مترائر کے اقسام : ۱۳۸

اجماع اُمت سبیل الرضیین ہے : ۱۳۸-۸۹

سب سے پہلا اجماع مدعی نبوت کے قتل پر

ہوا : ۹۰ -

قرآن کریم کی مراد کی تعیین میں اگر اجماع پر اعتماد نہ کیا

تواسلام و کفر کی تمیز

مدعی نبوت کے کفر و ازداد ہمیشہ اجماع رہا ہے

۸۔ ختم نبوت اور صوفیاء کرام

شیخ اکبر کا قول : ۱۵۵، ۱۶۹، ۱۷۲

نبوت لغویہ : ۱۸۴

تاویل باطل کفر ہے - شیخ اکبر - ۹۹

شیخ جیونی کا قول : ۱۸۳، ۱۶۹

۹۔ عیسیٰ علیہ السلام

رفع و نزول کا مفہوم صنعت طباق کی وجہ سے

واضح ہے : ۲۱۴ - ۱۶۹ - ۲۱۴

”واقلاً یقیناً بل رفع اللہ الیہ“ میں قتل اور رفع کے

درمیان تعلق ہے اس لیے رفع جسمانی ہی مراد ہو

سکتا ہے - اس کے دلائل : ۱۶۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ختم نبوت کے

مخافی نہیں : ۱۶۴ - ۱۶۸ - ۱۶۲ - ۱۵۴

نزول عیسیٰ علیہ السلام : ۱۶۱ - ۲۱۴

نزول من السماء - ۲۱۶

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث مترائر

ہیں : ۱۶۱ - ۲۱۴

تمام اُمت نے عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن مریم سمجھا

ہے : ۲۱۴

عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کی حکمت : ۷۷

حصہ دوم قادیانیت — تحریفات مرزا

تحریف : الیوم املت کلم دیکم : ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۶۱
تحریف : یا بنی آدم آما یا یتکم رسل منکم : ۱۳۶
تحریف : صراط الذین انعمت علیهم : ۱۳۲

تحریف : وآخرون منهم : ۱۱۱
تحریف : قل یا عبادی : ۵۴
تحریف : فادئلك الذین انعم الله علیهم :

۱۶۰، ۱۳۲

۲۔ تبلیغات مرزا

۹۔ کشتی شاہ اور شاہان ماتحت : ۵۲، ۵۳، ۸۶

۱۸۱، ۱۸۰

۱۰۔ نبوت رحمت ہے۔ ۳۳، ۵۰، ۱۵۲

۱۱۔ صوفیانہ اصطلاحات کی اثر : ۵۲ تا ۶۲

۱۲۔ نطق و بروز : ۱۱۳ تا ۱۱۶، ۱۲۵

۲۱۸

۱۳۔ عقیدہ ختم نبوت کے مقابلہ میں مرزائی

جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ رسوا کن مغالطے

ہیں : ۱۲۵

کسی لفظ کے مجازی معنی ہی کو اصل ٹھہر لینا : ۹۶

۱۔ نبوت بالاستفادہ : ۹، ۱۶، ۲۳، ۲۸

۲۹، ۵۵، ۱۰۴، ۱۳۵

۲۔ نبوت کو قوت مولدہ پر قیاس کرتا : ۱۶۵، ۱۸۰

۳۔ صرف نبوت تشریعیہ بند ہے : ۱۲۵

۴۔ فنا فی الرسول : ۵۵، ۵۶، ۶۲، ۶۴، ۶۵

۵۔ خاتم النبیین نبی تراش : ۳۴، ۳۵، ۱۰۴، ۱۵۰، ۱۶۱، ۱۶۵

۶۔ انعکاس نبوت : ۱۲۵

۷۔ خاتم المحدثین پر قیاس : ۶۶، ۸۲، ۱۰۳

۱۱۸، ۱۳۹

۸۔ خاتم بمعنی مہر اعتبار : ۱۱۸ تا ۱۲۵

۳۔ کفریات مرزا

رقعہ احادیث متواترہ : ۴۰، ۴۶، ۱۴۸

متواترات و قطعیات کا انکار : ۱۴۸

وجہ کفر : ۱۰۸

تفسیر قرآن کو رد کرتا : ۴۰، ۴۶، ۱۴۸

ادعائے نبوت : ۱۰۸ ، ۱۷۶ ، ۲۰۵
 ادعائے وحی مثل قرآن : ۱۰۸ ، ۱۷۷
 ادعائے شریعت : ۱۰۹ ، ۱۷۶ ، ۲۰۷
 ادعائے شریعت جدیدہ : ۷۰ ، ۷۳ ، ۱۰۹
 افضل الرسل ہونے کا دعویٰ : ۲۱۵
 خصائص انبیاء کا ادعا : ۱۰۸
 خود کربشتِ ثانیہ کا منظر کشا : (۱۱۹) ۲۲۵
 آنحضرتؐ سے برتری کا ادعا : ۷۸
 معجزات نبویؐ اپنے معجزات کو زیادہ بتانا : ۲۳۰
 انبیاء کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا : ۲۲۲ ، ۲۲۹
 حضرت یم صدیق پر نہا کی تمہمت : ۱۰۹

تحریف آیات : ۱۱۵ ، ۲۱۷ ، ۲۱۳
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب : ۷۰
 احادیث کا مذاق اڑانا : ۲۲۵
 ضروریاتِ دین کا مذاق اڑانا : ۱۰۸ ، ۱۳۳
 قطعیات کو درہم برہم کرنا : ۲۲۲ ، ۲۲۹
 انبیاء کرام کی توہین : ۱۰۸ ، ۱۷۶ ، ۲۲۳
 حضرت عیسیٰؑ پر شراب نوشی کی تمہمت : ۱۷۶
 حضرت عیسیٰؑ کو پاگل کہنا : ۱۷۶
 عیسیٰؑ اور یسوع : ۱۰
 معجزات عیسویؑ کی تکذیب : ۲۲۲
 معجزات انبیاء کا انکار : ۲۳۰

۴۔ دعاوی مرزا

خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ : ۱۷۵
 بدوز کرکشی ہونے کا دعویٰ : ۱۷۵ ، ۱۹۳
 جسے سنگھ رو در گریال ہونے کا دعویٰ : ۱۹۳
 برہمن اوتار ہونے کا دعویٰ : ۱۹۳
 اسرائیلی ہونے کا دعویٰ : ۱۱

نبوت کا دعویٰ : ۱۰۸ ، ۱۷۶ ، ۲۰۹
 نبوت کی تعریف اور اس کا طریق حصول : ۲۱۹
 وحی قطعی کا دعویٰ : ۱۰۸
 بیس پارے سے زائد وحی : ۱۷۷ ، ۱۷۸
 تمام رسولوں سے بڑھ کر ہونے کا دعویٰ : ۲۱۵
 خدا کا بدوز ہونے کا دعویٰ : ۱۱۵ ، ۲۲۱

۵۔ تناقضات مرزا

حدیث مرزا کے دعویٰ کے مطابق بھی اور نہیں بھی : ۲۸

نبوت جاری بھی اور ختم بھی : ۳ - ۱۷۹

دور سابق میں نبوت ثمرۃ اتباع : تھی ۔ اور تھی

۱۲۳، ۹۳، ۱۰

مرزا کی نبوت ثمرۃ اتباع بھی اور نہیں بھی : ۱۲۳

مرزا کی شریعت جدید بھی اور نہیں بھی : ۱۲۳

انکس نبوت کے مخالف بھی اور نہیں بھی : ۱۲۳

۲۰۶، ۱۰۹

مرزا جمالی بھی ہے اور نہیں بھی : ۱۰۵

قبر، نبوت کھولنے کے لیے بھی اور بند

کرنے کے لیے بھی : ۱۲۳

اجرائے نبوت میں آپ کی عزت بھی اور توہین بھی

۱۸۰

قوات حجت بھی اور پھر غلط بھی : ۲۲۲

حدیثیں مردود بھی اور مرزا کی دلیل بھی : ۱۴۹

عقیدہ الہامی بھی اور شرک بھی : ۲۰۰

پیشگوئیاں لغو بھی اور مرزا کا معجزہ بھی : ۱۴۹

مرزا کو ادعا حقین بھی اور پھر جہل بھی : ۲۲۴

مسیح دوبارہ آئیگا ۔ نہیں آ سکتا : ۲۰۰

مسیح پائل بھی اور خدا کا خاص شرف بھی : ۱۴۹

۴۔ عقائد مرزا

ہندوستان کا لکھنؤ بھی : ۱۴۲

بخت شامیہ کا عقیدہ : ۱۴۳، ۱۴۵

مالم قدیم بالنعوع : ۱۲۶

امت محمدیہ کا فرسہ : ۱۲۵، ۱۱۰

دید خدا کا کلام : ۱۴۲، ۱۹۳

شرک کا عقیدہ : ۱۹۶

تنازع کا عقیدہ : ۱۴۲، ۲۰۲، ۲۱۸

تفسیر قرآن حضور سے بڑھ کر : ۶۸

۵۔ عجائبات مرزا

الہامی بیچہ : ۲۲۳

عناوین : ۲۲۱

خدا کی غلطی : ۲۲۱

شعبہ بازی اور سمرنیم : ۲۲۳

استعاراتی پکڑ : ۲۲۳

مرزا عورت : ۲۲۸

خدا سے ہنسی مذاق : ۲۲۸

خدا کی قوت رجولیت کا اظہار : ۲۲۸

استعاراتی حمل : ۲۲۳

فدائی عوارض : ۲۲۳

مرزاتی مجموعت : ۱۷۹	وحی اور مفہوم وحی : ۲۲۲
المام احمد شرک : ۲۰۰	نشاہات و محکمات : ۲۲۳
دروغ گوئی : ۱۷۳	عقائد کا اخفا : ۲۲۷
مخالطہ اندازی : ۲۱۱	قادیانی حج : ۷۱
غش کلامی : ۱۷۳-۲۲۶	اپنی بات کو نہ سمجھنا : ۷۳
عقل و دانش : ۱۷۵	کٹ جھٹی : ۱۲۹، ۱۵۰
کشف کونیات : ۲۰۵	قرآن و حدیث سے مناسبت : ۱۷۳، ۲۱۲
علوم و معارف : ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۰۸	قادیانی اعجاز چنہ : ۲۳۰
	جو چنہ نہ دے وہ اسلام سے خارج : ۷۱

۸۔ سیرت مرزا

فہم و ذکاوت : ۷۳، ۲۱۵	ہملت کی مدت : ۲۱۵
خدا سے مقابلہ : ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۸، ۳۹۱، ۵۴۱، ۱۳۶	قادیانی سرایہ : ۱۳۵-۲۲۳
خود غرضی : ۶۲	خدا اور ہٹ : ۱۵۰
دنیا طلبی : ۲۲۵	کمانت : ۲۰۵
شرک و کفر : ۱۹۶	مراق اور اقرار مراق : ۱۷۳، ۲۰۵
مجموع مرکب : ۲۱۵	مکاری و عیاری : ۱۷۹
کبر و تعلی : ۱۷۶، ۲۱۷	تنگ نظر فی : ۲۲۵
قرآن یاد نہ تھا : ۱۷۳	رسوا کن مضامین : ۱۳۵
حج نہیں کیا : ۱۷۳	لعنتی دین : ۲۵-۲۳، ۵۰
ہیفہ و اسہال : ۲۱۵	زکوٰۃ وحی اور جہاد : ۲۲۳

الہامات مرزا

انت منی بمنزلۃ بروزی : ۲۲۱
 انت منی بمنزلۃ ولدی : ۱۴۵
 انت منی بمنزلۃ اولادی : ۱۴۵
 انی مع الرسول اجیب : ۱۴۴، ۲۲۱
 فخر سل : ۱۹۷
 جے سنگھ بہادر : ۱۹۴
 برہمن اوتار : ۱۹۴
 رودر گوپال : ۱۹۴

آتھم کی موت کا الہام : ۱۴۹
 محمدی بیگم سے نکاح کا الہام : ۱۴۹
 واللہ یعصمک من الناس : ۱۴۴
 پیٹھ پھٹ گیا : ۲۰۴
 کترین کا بیڑا غرق : ۲۰۴
 دشمن کا دار خوب نکلا : ۲۰۴
 عافو نیل : ۲۲۱
 عیسیٰ بننے کا الہام : ۲۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(از جناب مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی عم فیضہ)

خاتم النبیین جس کے تعارف کے لیے یہ چند سطور تحریر کی جا رہی ہیں۔
حضرت استاذ شیخ الاسلام سید محمد انور شاہ قدس اللہ سرہ کی سب سے
آخری اور نہایت محبوب تصنیف ہے۔ استاذ مرحوم کو تدریس حدیث کے
غیر منگ مشغلہ کے ساتھ اسلام اور اس کے بنیادی عقائد کے خطرناک ترین
حریف نبی قادیان کی ملحدانہ تعلیمات کے استیصال سے جو قدرتی شغف تھا،
اس نے آپ کو بستر علالت پر بھی چین نہ لینے دیا۔ مرض کی غیر معمولی شدت
اور تسلسل کے باعث اگرچہ تمام اعضاء صحت و توانائی کو آخری جواب دے
چکے تھے، تاہم تحفظ دین محمدی کے جذبات میں ڈوبا ہو یہ وجود مقدس دم
واپس تک دین الہی کی خدمت میں اس شان سے منہمک رہا گویا علالت
و نقاہت کا کہیں آپ کے پاس بھی گزر نہیں۔ وفات سے چند روز قبل رسالہ
تصنیف و تسوید سے فراغت ہوئی۔ ابھی بی بیض کی بھی زہمت نہ آئی تھی کہ

پیغام اجل آپہنچا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تئنا تھی کہ اس تحریر کو خاص اپنے مصارف سے طبع کر اگر کشمیر اور ان ممالک میں خصوصیت سے تقسیم فرمائیں۔ فارسی زبان مروج ہے۔ اور جہاں نادار و مغلس مسلمانوں کی سادہ لوحی کے سبب قادیانی الحاد و ارتداد کے ناپاک جراثیم پھیلتے جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ زاتم الحروف کی موجودگی میں حضرت مرحوم نے مسودہ کی کتابت کے لیے ہمارے علاقہ کے ایک نامور کاتب کو طلب فرمایا حضرت نے انتہائی ضعف کے باوجود کاتب صاحب کے سامنے جو رقت آفریں اور درد انگیز کلمات فرمائے ان میں ایک جملہ یہ تھا "مولوی صاحب! اس وقت زندگی کی آخری منازل سے گزر رہا ہوں میرے پاس آخرت کا کوئی ذخیرہ نہیں، یہ دو چار تحریریں ہیں جو میرے لیے سامان آخرت ہیں چاہتا ہوں کہ اس رسالہ کو فاتی مصارف سے بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کروں اور کتاب مفت تقسیم کی جاتے" افسوس یہ تئنا آپ کے ساتھ ہی گئی اور آپ کی حیات میں یتبرک کتاب جس کی سطر سطر میں اسلامی جوش و خروش اور ایمانی غیرت کے نقش و نگار چمک رہے ہیں منطبع نہ ہو سکی۔

مجلس علمی کی استدعا پر ورثائے حضرت مرحوم نے بکمال عنایت کتاب کا مسودہ مجلس کے سپرد کر دیا اور شکر ہے کہ مہینوں کی مسلسل محنت کے بعد آج یہ مبارک تحریر مجلس کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔ مسودہ ایسی حالت میں تھا کہ اس کی قابل اطمینان کتابت حضرت کی موجودگی ہی میں ہو سکتی تھی تاہم امکانی کوشش سے جو کچھ ہو سکا وہ توقع سے بڑھ کر ہے جن اصحاب کو

حضرت کے طریق تسوید و تصنیف سے واقفیت ہے وہ ان مشکلات کا
بجوبی اندازہ کر سکتے ہیں جو مضامین کتاب کی ترتیب و کتابت کے سلسلہ میں
میں پیش آتی ہیں، کتاب کے مقصد کے متعلق حضرت مرحوم نے دیباچہ کتاب
میں حسب ذیل طور تحریر فرمائی ہیں۔

”اس مقالہ ایست در ختم نبوت و تفسیر کریمہ خاتم النبیین کہ در رد الحاد و
زندقہ و کفر و ارتداد کا دینی عالیہ ما علیہ صورت تحریر بست“

قدیم و حدیث تفاسیر کے ذخیرہ کو سامنے رکھو پھر اندازہ ہو گا کہ عصر
حاضر کے اس نقید المثال محدث و مفسر نے ان چند اوراق میں مدلول کلام الہی
کی تفسیم و تسہیل میں حقائق و معارف کے لعل و یاقوت کس سخاوت سے
بکھیرے ہیں۔

ہمارے ملک کی عام زبان چو کہ اُردو ہے۔ فارسی کا ذوق عوام میں تو
کیا علماء میں بھی قریب قریب ناپید ہے اس لیے ضرورت ہے کہ فارسی ایڈیشن
کی اشاعت کے متصل ہی اُردو ایڈیشن کی اشاعت کا بندوبست کیا جائے
لہذا مجلس کی طرف سے اس رسالہ کی اُردو شرح بہت جلد مسلمانوں کی خدمت
میں پیش کی جائے گی اور فارسی ایڈیشن کے تمام منافع اُردو ایڈیشن کی
تیاری پر صرف کیے جائیں گے۔ کتاب کا اُردو ایڈیشن خدا نے چاہا تو
قادیانی لٹریچر اور الحاد و زندقہ کی فتنہ سامانی کے لیے پیام موت ثابت ہو گا
اور اس کے مطالعہ کے بعد ہی اصل تحریر کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہو
سکے گا۔ بالکل ممکن تھا کہ عام مذاق کے پیش نظر ان جواہر پاروں کو فارسی کی جگہ

اردو کے قالب میں سطحِ تعارف رکھا جاتا، لیکن مصنف کے حقائق آگاہ قلم سے جرمضامین پہلوی زمان میں نکلے ہیں۔ نظم ہوتا ہے اگر محض قبولِ عام کے لیے ان کی حقیقی لطف اندوزی ابدی و سرمدی برکت اور قدرتی زور بیان کی کیفیت آفرینوں سے اربابِ ذوق اور دانشگانِ دامنِ انوری کو محروم کیا جاتا پھر اس تحریر کی اشاعت کا اولین مقصد جیسا کہ استاذِ رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار ظاہر فرمایا یہ تھا کہ باشندگانِ کشمیر و بلوچستان خصوصی طور پر اس سے منتفع ہوں۔ آخر میں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں تک فہمِ مطالب کا تعلق ہے کتاب کو ابواب و فصول پر تقسیم کرنا مفید ہوتا، لیکن اس خیال سے کہ اردو ایڈیشن میں مطالب کی تشریح کے ساتھ اس ضرورت کو بھی بطریقِ احسن پورا کر دیا جائے گا۔ اصل مسودہ میں یہ معمولی تغیر بھی مناسب نہ سمجھا گیا کتاب کا دوسرا حصہ زیادہ تر ملتِ مرتدہ قادیانیہ سے ہنگامہ خیز سوالات پر مشتمل ہے، پر کسی تقریب سے جا بجا ضمنی مباحث آگئے ہیں یہ وہ جواہرِ ریزے ہیں جن کا نشیمن کتابوں کے دفتر میں نہیں کا ملین کا سینہ ہی ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ علم و دولت کے اس بیش قیمت غزنیے سے مسلمانوں کے دامن کو دامنِ باغباں بنائے۔ آمین۔

پیش لفظ

حضرت العلامة مولانا سید محمد یوسف بنوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی سیدنا خاتم النبیین، وعلیٰ

الطاہرین وصحبہم اجمعین۔

اما بعد: دین اسلام کی اساسی خشت ختم نبوت کا عقیدہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس کائنات کی ہدایت کے لیے رشد و ہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ہے۔ اس کی ابتدا حضرت آدم (علیہ صلوات اللہ وسلامہ) سے ہوتی ہے، اور اس عمارت کی تکمیل کی آخری خشت حضرت سید العالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو باوجود ظہور پر نور ہے۔ اللہم صل علیہ صلوة نکرم بها مشواہ و تشرف بها عقباء، وتبلغ بها یوم القیامة مناه و رضاه، وبارک وسلم۔ ختم نبوت کے اس عقیدہ پر خدا تعالیٰ کی سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی بے شمار تفسیرات موجود ہیں اور جس طرح یہ نبوت کے اعتبار سے قطعی ہے اسی طرح دلائل کے لحاظ سے بھی قطعی اور ہر شک و شبہ سے پاک ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ بھی اگر قطعی الدلائل ہو تو مضمون کی قطعیت کے لیے کافی ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس قطعیت کی نظیر قرآن کریم میں بھی کم ملے گی۔ اسی طرح عقیدہ ختم نبوت پر احادیث نبویہ بھی تواتر کو پہونچ گئی ہیں، اور توازن بھی ایسا ہے کہ جس کی نظیر احادیث متواترہ کے ذخیرہ میں نہیں، دو صد احادیث سے یہ عقیدہ ثابت ہوا ہے گو یا قرآن و احادیث میں اس قطعیت کی نظیر کسی اور مسئلہ میں نہیں ملے گی پھر

اُمت محمدیہ کا اس پر اجماع بھی ہے، اور نہ صرف اُمت محمدیہ کا اجماع بلکہ تمام کتب سماویہ کا اس پر اجماع ہے اور تمام انبیاء کرام کا اس پر اجماع ہے۔ عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ وسلامہ کا یہ عہد و پیمان ہے۔

پس جس طرح توحید الہی تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الہیہ۔ تمام انبیاء کرام اعد تمام ادیان سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے، اور سلسلہ نبوت و رسالت آپ کی ذات گرامی پر ختم ہو جائے گا۔ اصول و اعتقادی مسائل میں انبیاء کرام کے درمیان اختلاف نہیں ہوا، بلکہ وہ ہر دور میں متفق علیہ رہے ہیں۔ پس جس طرح دیگر عقائد دینیہ تمام نبوتوں میں مشترک ہیں ٹھیک اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کا آخری نبی ہونا اور آپ ہی کی نبوت پر دنیا کا خاتمہ ہونا تمام انبیاء کرام کی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کے مسلمات میں سے رہا ہے، یہی وجہ ہے کتب سماویہ میں اس کی ان گنت پیش گوئیاں کی گئیں، آپ کا نام آپ کے القاب آپ کا ملک، آپ کے جائے ولادت، آپ کے دار ہجرت وغیرہ کی خبریں دی گئیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اور تمام اقوام عالم پر اپنی رحمت پوری کر دی۔

اور اسلام کی پوری تاریخ میں اس اجماعی عقیدے کا ظہور اس طرح ہوتا رہا کہ جب کبھی کوئی مدعی نبوت کھڑا ہوا، اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہ اس عقیدے کا عملی ثبوت تھا جو اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا اور جس پر اُمت کا تعامل مسلسل جاری رہا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں اسلامی جہاد کا آغاز ہی میلہ کڑاب کے مقابلہ میں جنگ یمامہ سے ہوا، جس میں سات سو حرف حفاظ قرآن شہید ہوئے، جو صحابہ کرامؓ میں اہل القرآن کے لقب سے مشہور تھے۔ گویا اسی عقیدے کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ صحابہ شہید ہوئے، اور اسی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لیے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کی قربانیاں پیش کیں۔

محرک حق و باطل سب سے پہلے اسی عقیدہ کی خاطر برپا ہوا، اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون سے اس باغیچہ کو سیراب کیا گیا۔ یہ حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ تھی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے درمیں اسود منسی اور مسیلہ کذاب کے فتنہ کی سرکوبی کرا کے قیامت تک آنے والی امت کو دو ٹوک اور غیر مبہم انداز میں بنا دیا گیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ دعوائے نبوت کے ساتھ آئیں امت کو اُن سے کیا سلوک کرنا ہوگا۔

الغرض یہ عقیدہ اتنا بنیادی اور اتنا اہم ہے کہ اسے عالم ادواح سے لے کر آج تک ہر آسمانی دین میں مسلسل دہرایا جاتا رہا، اور قولاً، عملاً، اعتقاداً اس کی مسلسل تاکید و تلقین کی جاتی رہی۔ بد قسمتی سے برطانوی اقتدار میں جھوٹی نبوت کا فتنہ کھڑا کیا گیا اور یہ سمجھ کر کہ ”ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کے متزلزل ہو جانے سے اسلام کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔“ اس پرکاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی، اس کے لیے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی — علیہ ماعلیہ — کا انتخاب کیا گیا، متحدہ ہندوستان اسلامی حکومت کے سائے سے محروم تھا، ورنہ مرزا کا حشر بھی اسود منسی اور مسیلہ کذاب وغیرہ سے مختلف نہ ہوتا اس لیے مسلمان سوائے دینی بحثوں اور مناظروں کے کچھ نہیں کر سکتے تھے، برطانوی حکومت اپنے تمام لامحدود وسائل سے اس فتنہ کی پرورش اور اپنے خود کا شتہ پورا مرزا غلام احمد قادیانی کی حفاظت کرتی رہی۔

امت کے جن اکابر نے اس فتنہ کے استیصال کے لیے محنتیں کی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہیازی شان حضرت امام العصر مولانا محمد نور شاہ کشمیری دیوبندی رحمہ اللہ کو حاصل تھی اور دارالعلوم دیوبند کا پورا اسلامی اور دینی مرکز انہی کے انفاکس مبارک سے اس شجرہ خبیثہ کی جڑوں کو کاٹنے میں معروف رہا۔ قادیانیوں کے شیطانی دساوس اور زندقانہ دسائس کا امام العصر نے جس طرح تجزیہ کر کے ان پر تنقید کی اس کی نظیر تمام عالم اسلام میں نہیں ملتی، حضرت مرحوم نے خود بھی گراں قدر علوم و حقائق سے لبریز تصانیف رقم فرمائیں، اور اپنے تلامذہ ہر سین دیوبند سے بھی

کتا میں کھدائیں۔ اور ان کی پوری نگرانی و اعانت فرماتے رہے۔ میں نے خود حضرت رحمہ اللہ سے سنا کہ جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے قیند نہیں آئی، اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دین محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے زوال کا باعث یہ فتنہ بن جائے۔ فرمایا دھچ ماہ کے بعد دل مطمئن ہو گیا کہ انشاء اللہ دین باقی رہے گا، اور یہ فتنہ مضحک ہو جائے گا۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس فتنہ پر اتنا درد مند نہیں دیکھا جتنا کہ حضرت امام العصرؑ کو۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہو گیا ہے۔ جس سے ہر وقت خون پٹکتا رہتا ہے، جب مرزا کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے: "لعین ابن اللعین لعین قادیان"۔ اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی۔ فرماتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی درد دل کا اظہار کیسے کریں، ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ و غضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں۔ در نہ محض تردید و تنقید سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں۔ مرض موت میں جب تمام قریب جباب دے چکی تھیں اور چھلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے ایک دن (یہ جمعہ کا دن تھا) جامع مسجد میں ڈولی میں لائے گئے اور اپنے شاگردوں اور علماء اور اہل دیوبند کو آخری وصیت فرمائی کہ دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے پوری کوشش کریں اور فرمایا میرے تلامذہ کی تعداد جنہوں نے مجھ سے حدیث پڑھی ہے دو ہزار ہوگی۔ ان سب کو میں وصیت کرتا ہوں کہ اس فتنہ کے خلاف پوری جدوجہد کریں۔ حضرت رحمہ اللہ کی یہ وصیت "موت حفظ ایمان" کے نام سے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہو گئی تھی۔

حضرت رحمہ اللہ نے اپنی آخری زندگی میں مسلمانان کشمیر کو اس فتنے سے بچانے کے لیے آخری تصنیف فارسی زبان میں تالیف فرمائی، کشمیر میں فارسی زبان عام تھی اور دہلیوں کی علمی زبان فارسی ہی تھی، اس لیے آیت خاتم النبیین کی شرح فرمائی حضرت مرحوم کا دل و دماغ جس طرح علم و معارف سے بھرا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ قلم سے اسی انداز کے علوم و حقائق نکلیں گے۔

زبان فارسی ہو یا اردو علوم انوری کے جواہرات اپنی پوری تابانی کے ساتھ ظاہر ہوں گے۔ ہر شخص اس کی تسوں تک پہنچ سکتا تھا، اور نہ یہ علوم اس کے قبضہ میں آ سکتے تھے۔ اس کے لیے حسبِ امور کی ضرورت تھی۔

۱۔ عام فہم شہت اردو زبان میں ترجمہ کیا جاتے۔

۲۔ مترجم ذکی و محقق عالم ہو کہ علمی اشارات و لطائف کو بخوبی سمجھتا ہو۔

۳۔ حضرت امام العصر رحمہ اللہ کے طرزِ تحریر سے مناسبت رکھتا ہو۔ اور اس کے سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

۴۔ قادیانیت کے موضوع سے دل چسپی رکھتا ہو اور قادیانی مذہب کے لڑپچر سے پوری طرح باخبر ہو۔

۵۔ علمی و فائق کی تشریح پر اردو میں قادر ہو، اور قلمی افادات سے عوام کو مستفید بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

۶۔ "تالیفی ذوق رکھتا ہو، تصنیفی ملکہ حاصل ہو تاکہ مناسب عنوانات سے مضمون کو آسان کر سکتا ہو۔

۷۔ حضرت امام العصر رحمہ اللہ سے انتہائی عقیدت و محبت ہو کہ مشکلات حل کرنے میں بگڑا نہ جائے اور غور و خوض سے اکتانہ جائے۔

۸۔ محنت و عرق دہیزی کا عادی ہو، دل کا درد رکھتا ہو، قادیانیت سے بغض ہو۔

۹۔ اپنے علمی کاموں میں محض رضا حق کا طالب ہو، حُبِ جاہ و شناسے بالا تر ہو۔

۱۰۔ عام علمی مہارت اور دینی ذوق کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ عربیت و بلاغت کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور معانی و بلاغت کی نکتہ سنجیوں سے واقف ہو۔

یہ دس امور تھے جو ارتجالاً زبانِ قلم پر آ سکتے، "عشرہ کاملہ" کے بعد اب مترجمِ صحیح ترجمہ پر قدرت پا سکتے۔ مجھے کسی سے توقع نہ تھی کہ یہ خدمت صحیح طور پر انجام دے سکے گا،

میری خود بھی ہمت نہ تھی کہ اس فی دق صحرا میں قدم رکھوں، اگرچہ عرصہ دراز سے احساس تھا کہ اس کے ترجمہ و تشریح کی ضرورت ہے، جس وقت شباب تھا اور فرصت بھی تھی، مانع میں تاڑگی تھی اور عہد انوری کی صحبتوں کی یاد تازہ تھی اس وقت ترجمہ نہ کر سکا اور اس سعادت سے محروم رہا۔ حالانکہ 'نفعۃ العبر' میں ۴۵ برس پہلے کلمہ چکا تھا کہ خدا کی قسم! انوری علوم کے باغ و بہار اور وہی علوم کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو رسالہ 'خاتم النبیین' ملاحظہ کیا جائے۔

الحمد للہ کہ یہ سعادت میرے ہم نام اور میرے ہم کام میرے مخلص رفیق کار مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے حصہ میں آئی جو اس عشرہ کاملہ سے متصف تھے باکمال تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ اس کے ترجمہ و تشریح کے فرض سے نہایت کامیابی کے ساتھ عہدہ براہوئے اور اس علمی و دینی خدمت کا حق ادا کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بارگاہِ قدس میں قبول فرمائے اور مترجم کے لیے سعادت دارین کا وسیلہ بنائے اور حضرت مولانا نور شاہ رحمہ اللہ کی شفاعت مقبولہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ۔ کراچی

جمعہ ۲۴ جمادی الاولیٰ، ۱۳۹۶ھ

امیر مجلس تحفظ ختم نبوت

لہ نفعۃ العبر کا متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے۔

”أودع الشيخ فيما نكات، أسراراً ومبہتة، ما يرتب الأبواب والبصائر، ويروح القلوب والنواظر، احتوت على حقائق سامية ربانية، وبذائع بحكم البہتة بہت لما الخيال وتحرر العقل، ستمس أو ان مطالعتها ان المرۃ السامیة یصل یریمہا، أو ان البحر انداخر یسمی بعبرہ، وایم اللہ ان محاسنها البکلۃ نافذہ بالقلوب، لا ادری بائی مصعب اصغها، ودرز فانی بہا تہا، وغرر شاع فصرھا وسمناھا وزہر فراح ارتبھا وراق زہا تہا، للہ من حکم یمانیتہ کج بہا صدرہ و للہ من معارف عالیتہ نثرت من سنی کلمہ“

دیباچہ ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - الم بعد :

حجت الاسلام حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری (۱۳۵۲ء) کی آخری تصنیف 'خاتم النبیین' جو عقیدہ ختم نبوت پر علوم و حقائق کا سب سے مثال غریب ہے۔ ۱۳۵۳ء میں جب پہلی بار شائع ہوئی تھی تب حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی زید مجدہم نے اپنے مقدمہ میں اس کے ترجمہ و تشریح اور ترویج کی ضرورت کا اظہار فرمایا تھا، یہ گویا ایک قرض تھا جو مسلسل چالیس پتالیس برس سے 'استکمال' دامن انوری کے ذمہ چلا آتا تھا۔ ۱۳۹۵ء کے وسط میں حضرت شیخ علامہ مولانا سید محمد یوسف بخاری مدظلہ کی جانب سے آیا ہوا کہ یہ ناکارہ اس خدمت کو بجالائے۔ یعنی 'قرۃ قال بنام من لا یردہ' اپنی کم سوا دی و بیچیزی کے باوجود تعمیل ارشاد کی سعادت سے محرومی گوارا نہ ہوئی۔ تو کلام علی اللہ اس کے لیے کمر بستہ ہو گیا، اور توفیق خداوندی شعبان، رمضان اور عشرہ شوال ۱۳۹۵ء میں اس کے ابتدائی مسودہ کی تکمیل ہوئی۔ اکابر کی تصحیح اور نظر ثانی کی غرض سے اس کا قسط وار سلسلہ ماہنامہ 'بینات' میں شروع کر دیا گیا اور اب کافی اصلاح و ترمیم کے بعد اسے مستقل شائع کیا جا رہا ہے۔ جدید اشاعت میں درج ذیل امور کی رعایت کی گئی ہے :

الف : فارسی متن میں کافی غلطیاں تھیں ان کی تصحیح پر حتی الامکان توجہ کی گئی ہے۔

ب : قرآن کریم کی آیات سے احادیث طیبہ اور دیگر نقول کے بیشتر حوالہ کی تخریج کی گئی۔

ج : کتاب کے منتشر مضامین کو 'ترویج' کے عنوان سے مرتب کر دیا گیا۔

د : کتاب کے آخر میں آیات احادیث، اسماء، اماکن اور کتابیات کا اشاریہ شامل کیا گیا۔

ه : فارسی متن اور اردو ترجمہ دونوں کو الگ کر دیا گیا اور دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے کتاب کو ۲۳۰ فقرہ میں تقسیم کر دیا گیا (ترویج اور اشاریہ میں بھی نئی فقرہ نمبروں کا حوالہ دیا گیا ہے)

و: ترجمہ کو عام فہم بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ تشریحی الفاظ کا اضافہ قوسین کے درمیان کیا گیا ہے۔ بعض جگہ "تشریح" کا عنوان دے کر شرح کی گئی ہے۔ اور بعض مقامات پر حاشی ہیں۔

کتاب کے ترجمہ و تشریح اور تخریج و تبویب میں اس ناکارہ کو جو تعب اٹھانا پڑا اس کی دانتا سرائی مقصود نہیں، نہ اسے الفاظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اپنی معذوری کا اظہار ضروری ہے بس یوں سمجھئے کہ کسی ناخوان آدمی کو ایک ہماری پھر اٹھانے پر مامور کر دیا جاتے اور وہ بسکین اس مہم پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر ڈالے۔ اس کے باوجود اگر اسے کامیابی نہ ہو تو ملامت کا نہیں بلکہ عفو و مہم کا مستحق ہے۔ اسی طرح "خاتم النبیین" میری استعداد سے بہت بلند و بالا تھی پس اگر میرے کوتاہ فہم کو کسی جگہ ادائے مطالب میں لغزش ہوئی ہو، یا کسی تعبیر میں کوئی ستم نظر آئے تو مجھے اپنی بے بضاحتی کا اعتراف ہے اور میں اہل علم سے عفو و اصلاح کا خواستگار ہوں۔ اور اگر کہیں لگاؤ کوئی بات ٹھکانے کی کل گئی ہو تو یہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایت اور میرے اکابر کی کرامت ہے۔ حق دگر: من جہاں خاکم کہ ہستم" مصنف امامؑ نے جگہ جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کو "ایں شقی" اور "ایں لعین" جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے، اور مترجم نے بھی اسی کا جمیع ضروری کچھ ہے مترجم اس سلسلہ میں کسی معذرت کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ دعویٰ نبوت کی وجہ سے جو حیثیت مسیحا کذاب اور اسوہ فاسق کی تھی وہی مرزا قادیانی کی ہے اور جن القاب و خطابات کے وہ مستحق تھے وہی استحقاق مرزا قادیانی کو بھی حاصل ہے۔ امامؑ کی اس امانت کو اردو قالب میں پیش کرتے ہوئے میں بارگاہ رب العزت میں بجدات شکر بجالاتا ہوں۔ اور اس کریم مطلق سے ملتی ہوں کہ اپنے مقبول بندوں کے طفیل اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اسے اپنے بندوں کی ہدایت اور اس ناکارہ کی نجات و مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم

ہاں رہا نیکان بنشد کریم

بندہ محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ و عافاہ

خادم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

تعلق روڈ ملتان

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ

خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

تألیف: امام حسن حضرت اعجاز مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور پور قادری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ حمد و شکرِ نامہ دو مرتب معبود را کہ خالق کون و مکان و زین و زمان است، و صلوة و سلام نامہ دو بر سر در کائنات و ہر موجود کہ رسول اللہ و خاتم النبیین و غایت کن فکان است و برآل و اصحاب و س، و کافۃ اُمت مرحومہ و انجاء و س۔

۲۔ خدائے کہ داد و روز جزا است
دست و سے این ہست بالادست
و گر نیک بینی ہموں ذات او است
بایں بارگہ این کہ بانگ درا است
محمد کہ بد فتن و ختم پیام
وجودش کہ خود آیت و رایت است
بخود آئی خویش، نامش خدا است
بے بست شد ہر چہ موجود ہست
و گر جملہ این دفتر آیات او است
بس از نوبت خواجہ دوسرا است
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
بہم بود تمیید و او غایت است

۳۔ سپس بندہ بیچ میرزا محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ بعالیٰ حضرت کافۃ اہل اسلام از خواص و عوام عرض می دہد، کہ این مقالہ ایست در ختم نبوت و تفسیر کریمہ خاتم النبیین، کہ در رد الحاد و زندقہ و کفر و ارتداد و کادیانی۔ علیہما علیہ۔ صورت تحریر بست۔ و اگرچہ این شخص بہرہ از علم و عمل نہ داشت۔ و از فرق تا قدم از فضائل علم و فہم و تقویٰ و طہارت محض فارغ و عاری بود، و بیچ حقیقتہ را از حقائق عرفانہ صحیح نہ فہمیدہ، ترکیب و سے از خبط و غلط و جہل مرکب و زل

و خواری بوده، لیکن دعوی نبوت و مسیحیت کرده تملک در اُمت مرحوم گذاشت

۴ ————— ما کسانیکه در نظم قرآن حکیم و حوار لغت عرب غرباء ذوقی دارند ازین مقدار مخطوط و مرزوق توانند شد. و هر که اعجاز نظم تنزیل در مفردات و ترکیب و تقدیم و تاخیر و تعریف و تکبیر و حذف و ذکر و اظہار و اضمار و فصل و وصل و ایجاز و اطناب دیده و فهمیده باشد هر آئینه راضی حق و ادراک مرادش کوخ نمورد. و باین و آن هر چه است در ید قدرت است. مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ. حق تعالی حق و ابل حق را نصرت و معونت دباد

در دِ سرِ ما بمیں سرِ ما است بارے کہ بدوشِ ما است دوشِ ما است
۵ ————— (۵۱ ۱۳۵۱ هجری)

حضرت حق! دین حق استاده دار تا ز سرِ کفر بر آرد و مار
نجم پئے بجم شیاطین فرست زیر زمین همچو غراطین فرست
ہست چه در دست من مستہام ہم تو کنی ہرچہ کنی بے کلام
من نہ پئے خویش در آویختم ہر رضاء تو سر انگینم
نالہ کہ در سینہ نگنجد دروں از پئے تنقیس بر آمد بروں
اے ہلک مالک د اے بے نیاز! کار تو از تست نہ از خانہ باز
خود تو پئے دین خود ادا کن بیخ و بن ردت و الحاد کن
۶ ————— باید دانست کہ در اجرائے سلسلہ ابوت و نبوت بلا فصل
تلازم عقل و یا شذعی نیست، لیکن مشیت ازلیہ نبوت اولاً در ذریت
نوح علیہ السلام نہاد، سپس در ذریت ابراہیم، و ایشاں دعاء ہم کردہ اند کہ

وَ اِنَّ فِيْهِمْ لَرَسُوْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ ابْرٰتِ چوں بسوئے معانی مضاف
 باشد متضمن اجراء آن سلسلہ بود . چنانکہ در فتوحات از باب ثالث
 عشرہ ثمانیہ آورده کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اب روحانی ماہستند ، و
 آدم علیہ السلام اب جہانی ، و نوح کہ آدم ثانی اند اول آباء در رسالت
 اند ، و ابراہیم اول آباء در اسلام پس این کلمہ ناظر بسوئے این مرام ہم
 است ۔ و بریں تقدیر خیال رفتہ کہ شاید این سلسلہ من بعد در ترتیب
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہند ، لاجرم گفتہ شد کہ سلسلہ ابوت نیست ، و
 لیکن سلسلہ نبوت دائم بلا فصل است ، و تجدید دے نخواہد شد ، و ابوت کہ
 متضمن اجراء کدام سلسلہ می باشد ، و در این جا اگر بودے مناسب اجراء
 سلسلہ نبوت بودے ، موجود نیست ، بلکہ بجائے آن ختم نبوت است ۔
 پس این است وجہ اتساق کلام کہ در لکن شرط نہادہ اند ، و بسیارے را از ان
 زہول و غفلت واقع شدہ ، و نہ دانستہ کہ ابوت مناسب اجراء است
 و اب یعنی اصل از ہمیں متفرع ۔

۷۔۔۔۔۔ و اکنون حاصل آیت آنست کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے
 نبوت نیستند ، بلکہ برائے ختم آن ۔ و اجراء بالاستفادہ را بالاولی نافی است
 کہ ابوت در آن صورت اوضح است ، برخلاف استقلال ۔ فافہمہ ۔

۸۔۔۔۔۔ و اگرچہ در زمان سابق بآمدن نبی لاحق نبوت نبی متقدم بحال نماند ،
 تاہم صادق بود کہ نبی دیگر رسید ، و این عہدہ تازہ شد ، برخلاف عداۃ الانبیاء

کہ من بعد کے نیاید۔ لہذا فرمودندہ خاتم النبیین۔ یعنی خاتم اشخاص۔ و
 ازاں لازم آید کہ خاتم نبوت ہم شوند، و چون تجدید نکرده شود و اتم بلا فصل ماندہ
 ۹۔۔۔۔۔ وایں ہم احتمال نماند کہ خاتم نبوت مستقل باشند، ولیکن باتباع
 ایشان جاری ماند، بلکه خاتم اشخاص ہستند، و او شاں باہم باعتبار شخصیت تغایر
 دارند، یعنی نبوت او شاں اصالتاً باشد و یا باتباع، و ہر حال من حیث الشخصیت
 اشخاص متغایر ہستند، و وجہ متمایزہ۔ نہ ایکہ در صورت اتباع تغایر شخصی
 از نظر مطروح شد۔ بلکہ در تعداد ہمنما ہستند کہ بودند، و نص قرآن بنظر ختم ہمیں
 عدد و اختتام ہمیں سلسلہ آمدہ، و بسوئے تقسیم نبوت و ابداء اقسام اصالتاً
 و اتباعاً تعرض نفرمودہ، پس اہدای منطوق قرآن۔ و اعتبار آنچہ در نظر مطروح
 است۔ اخلاء قرآن از محط و مقصود دے است، کہ اکبر الاحاد است۔

۱۰۔۔۔۔۔ پس تقسیم نبوت بسوئے اقسام، کہ نبوت انبیاء بنی اسرائیل
 کہ بر شریعت موسوی بودند، ثمرۃ اتباع نبوت بخلاف سلسلہ محمدیہ کہ ثمرۃ
 ۱۔۔۔۔۔ علامہ۔ رح گفتہ اند کہ قول دے تعالیٰ و خاتم النبیین از جانب حضرت حق وصیت است،
 و ایقظ و تنبیہ عالمین را کہ ایں پیغمبر آخرین پیغمبر است، و آخرین جنت کہ تمام کردہ شدہ و دین مے
 آخرین دین و آخرین پیغام خدا۔ نشود کہ از دے محروم مانید۔ ہچہ قول مستتر قوم کہ ایں
 کلام من باشما آخرین کلام و آخرین عہد و وصیت است، مباد کہ ضائع کنید،
 و وقت فوت سازید۔ و معلوم است کہ رسول برائے امت خود ہستند و خاتم
 باعتبار سابقہ۔ و ایں نکتہ کہ علامہ رح اربشا ذکر دند بغایت لطیف است، و اسباق نظم
 ازاں واضح می شود کہ من بعد مفسر کے نہانید۔ منہ۔ (حاشیہ ۱۔ اگلے صفحہ پر)

اتباعِ آن حضرت است، کلامے بے معنی و تسویلیے از جانبِ خود است۔
 خصائصِ فاضلہ در ہر جا موجود باشند، پس آن خصائص و مزایا بمنزلہ شرط
 بے تاثیر و موقوف علیہ محض ہستند و یا بمنزلہ سبب و علت مؤثرہ ؟ این
 ہمہ احوال غیبیہ است۔ و دینِ سماوی آن کہ این منصب از مواہب است نہ از
 مکاسب۔ پس حالِ نبوت اگر من بعد ہم جاری بودے، یکساں بودے،
 چنانکہ در چشمہٴ میحی ص ۲۷ خود ہم من حیث لایدری التزام کردہ۔

۱۱۔۔۔۔۔ واجب از ان ایکہ خود را اسرائیل ہم می گوید۔ پس فرقی مسیح اسرائیل
 و مسیح محمدی، چنانکہ می سراید از میان برخاست۔

۱۲۔۔۔۔۔ و چون انبیاء بنی اسرائیل کہ بر شریعتِ توراتہ بودند شریعتِ جدیدہ
 نداشتند پس نبوتِ ایشان بغیر تشریع بود، و ہمچنین این لمحہ بعد خاتم الانبیاء جاری
 دارد، فرقی در منصب سپرد کردہ بایشان نیچگونہ نماند، و با اقامت علاقہ
 مسادی در خارج دعیانِ حق افتاد۔ اعتبار ذہنی را کہ ادایجاد کردہ باقت
 چہ کار و چہ اعتبار ؟ کہ امر ذہنی در دن اذہانِ مقبرین است لاغیر، اندر خانہ
 خود ہر چہ تراشند تراشیدہ باشند، کہ بمحاورہٴ ہندی 'من مانی' است،
 یعنی سننے کہ فقط دل فرض کردہ، و حدیثِ نفس را ندہ باشند، و تمنا داشته

(حاشیہ ۱ منوگذاشتہ) و تناقص کادیانی دریں مضمون از رسالہٴ 'مراق مرزا' ص ۱۱ (یہ اعتقاد رکھن
 پڑھنا ہے کہ ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول
 اللہ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا معرب بنا)۔ منہ

لہ (خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں) ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۵۔ منہ

دیں، دخول ہمشہ خواستہ و گریہی۔

۱۳۔۔۔۔۔ حدیث مشہور کہ نبوت را بعمارت حتی تشبیہ داده ہمہ این اعتبارات و اختراعات ذہنی را استیصال کرده، و از ذہن بر حق رسانیدہ، کہ حامل حیثیات و اعتبارات نیست۔

۱۴۔۔۔۔۔ چون مالک عمارت عمارت را با تمام رسانیدہ ختم کند، مزدوران را نمی رسد کہ مناقشہ کنند کہ ختم عمارت تقیید است۔

۱۵۔۔۔۔۔ البتہ بقاء شریعت سابقہ دیا تجدید امرے معلوم الحال و مفہوم است، و ہمچنین بآمدن نبی لاحق در بنی اسرائیل بسا اینکہ اُمت نو نشروند، و گاہے این علاقہ ہم تبدیل می توان شد، زیرا کہ بقاء و تبدیل ہر دو را متحمل است۔ پس علاقہ بقاء شریعت و تجدید آن، و ہمچنین علاقہ اُمت کے بودن، تبدیل توان شد۔ و این فردق معقول المعنی ہستند و اثرے دارند۔ بخلاف فرق ایجاد کردہ این ملحد کہ ہیچ اثرے و اشارہ در دین سادہ ندارد۔ محض اختراع و اتباع ہواست، و کے راجح نیست کہ باتباع ہوائے نفس خود رجم بالغیب کند، و حاکم آن شود، کہ سواء دلیل قاطع مسموع نیست۔

۱۶۔۔۔۔۔ در سابق ہم توان گفت کہ نتیجہ اتباع بود، و در لاحق ہم توان گفت، و در خارج و شاہد در میان ہر دو فرقہ نیست۔ صرف اعتبارے ذہنی است کہ ایجاد کے در دین داخل نتوان شد، و نہ تفریع بر آن درست۔

۱۷۔۔۔۔۔ الہی حق ہم کمالات و فیوض نبوت را جاری گفتمند، و باب نبوت را حسب نقص قرآن و تواتر احادیث کہ غیر محصور بدوں کدام تقیید و

بر وقت نزول موجود ہم نبوده — پس ترک لفظ ثبوتی برائے ہمیں نکتہ است
لا غیر، ورنہ حق مقام ابطال ثبوتی بود۔

۲۱ — و شاید لَا تُورِثُ هَاثِرُكُنَاهُ صَدَقَةٌ از ہمیں کریمه ماخوذ
است، یعنی نہ توریث مال خواهد بود، و نہ توریث ثبوت، کہ از آب میرے
شود۔ چنان کہ در یشی و یَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ لَمْ وَرِثْ سُلَيْمَانُ
دَاوُدُ تہ ہر دو احتمال نوشته اند این باہر دو نیستند، البتہ یک رسالت و
ختم نبوت است کہ آخر کیے ماند، و رسایہ ماطفت دے ہمیشہ بر خرید،
و منتظر توریث نہانید۔

۲۲ — و شاید از ہمیں تناسب بحق حضرت علیؑ حدیث اَنْتَ هُنِي
بِمَنْزِلَةِ هَامُودَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي —
آمدہ، کہ مشار استثناء تشبیہ ذات علیؑ با ذات ہارون نیست، زیرا کہ لفظ
حدیث این نیست کہ اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ هَامُودَ مِنْ مُوسَى بَلْ اَنْتَ هُنِي بِمَنْزِلَةِ
هَامُودَ مِنْ مُوسَى کہ تشبیہ علاقہ با علاقہ است، یعنی چنانکہ موسیٰ علیہ السلام
ہارون علیہ السلام را خواست من ترا خواستہ ام، و لیکن ازین اخوت، نبوت
مردود نیست، و در خصائص ص ۲۴۹ از طبرانی آورده اِنَّهُ لَا نَبُوَّةَ
اَلَا وَرَاثَةٌ۔

۲۳ — از اثبات ابوت تو ہم توریث نبوت بود، و چون نفی آن کردند

لے اخرہ الشیخان من شذذہ

لے اخرہ الشیخان من شذذہ ۵۵ ص ۶۰

لے اخرہ الشیخان من سعد بن ابی وقاص مشکوٰۃ ص ۵۲۳۔

لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ^۱ بلحاظ این امر باشد که معاذ اللہ نبوت آنحضرت هم تمام شد، و حکم وے باقی نماند و یا مانند زمانه فترت گردید. چنانکه محتمل است که بلحاظ آمدن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرموده باشد.

۲۸ — تعلم تمییز علم استاذ را و استفاده کلمات حسب فطرت خود عادت عالم است، و همچنین استفاده مرید از مرشد موجود و معهود. و انعکاس نبوت و استفاده آن بصحبت و ریاضت و اتباع در تاریخ دین ساوی حقیقه ندارد، و عنوانی است که تحت آن معنون نیست، و نه کدام حکم مرتب — مانند آنکه بدعوائی اتحاد با پادشاه ادعای لقب وے کند و سزائے بی راسخ و رسد.

۲۹ — و معلوم باد که اجراء نبوت با استفاده از حضرت خاتم الانبیاء من حیث العربیت هم در آیه کریمه باطل است، چه کلمه لکن برائے قصر قلب است، و ما بعد آن در بدل ما قبل می باشد، و در میان هر دو تبادل و تدافع شرط است، تا بدل و مبدل منه جمع نشوند، چنانکه در کتب معانی و نحو به تفصیل مذکور است — و در میان ابوت و ختم نبوت بلا واسطه هیچ تدافع نیست که ثانی در بدل اول افتد، و شرط استعمال لکن موقر شود، بلکه هر دو جمع می تواند شد. پس تفسیر آیت ههنا است که از مگذشت که از ابوت اجراء نبوت متوهم بود، پس ابوت را نفی کرده در بدل وے ختم نبوت نهاده، چه در بقاء ابوت و ختم نبوت گوء حسب سنت سابقه تدافع بود، فاعلمه و افهمه.

۳۰ ————— و فی الحقیقت نبوت برائے تکمیل نفس ذاتِ انبیاء نیست،
 کہ آن تکمیل ولایت است، کہ جزء مندرج در نبوت است، بلکہ برائے تشریع
 و یا حفظ و انشاء آن و یا سب امت۔ و در اینجا شریعت خود کمال یافت
 و حفظ را خود حضرت حق متکفل کہ اِنَّا لَهُ لِحَافِظُونَ لَ و اکنون نہ تشریع ماند،
 و نہ حاجت حفظ۔ چنان کہ می بینی کہ در خارج محفوظ است، و جزئ تکمیل نفسی
 ولایت است۔

۳۱ ————— و شاید لفظ ختم در عرف لغت با اشخاص آنسب باشد، و
 انقطاع بر صفت رسالت و نبوت، نہ اشخاص۔ ختم امتداد و ماقبل را می خوانند
 و این امر در مفهوم انقطاع معتبر نیست، پس قرآن فرمود کہ اشخاص ختم شدند
 و حدیث فرمود کہ این ختمہ باقی نماند، و یا منقطع شد۔

۳۲ ————— صورت عالم نہ از ابتداء کمال گرفته اند، و نہ بہ تماثل ادوار و
 اکوار، بلکہ بطور تربیت از تمهید بسوی مقصود، چنانکہ در جواهر و اشجار
 و نباتات و اشجار و حیوانات و انسان مشہود است۔ و چون مخلوق را از نفس
 واحدہ آغاز کردند، سپس بر دفر و کمال رسانیدند، معلوم شد کہ ذاتِ اکمل
 را همان دقت خواهند آورد، نہ بر عکس این۔ و چنانکہ ابتداء بآدم صوری و
 زمانی است، نہ کدام اعتباری و اضافی۔ همچنین انتہای تمام الانبیاء صوری و معنوی
 ہر دو گونه باید بود، یعنی من بعد انقطاع اصل نبوت و کمال آن ہر دو باید،
 نہ اضافی و یا معنوی فقط۔ و ہمین است مَرَوٰی حدیث عرباض بن ساریہ عن

رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إني عند الله مكتوب خاتم النبیین وإن آدم لمنجدل في طينته^۱ مراد آنست که در بدایت امر نهایت بر من مزعی بود، من حیث الزمان و من حیث الکمال هر دو - و اگر اضافی گیریم نه حقیقی، مقابلہ با دم علیه السلام فوت شود، و حدیث بے ربط می گردد - و این مضمون در احادیث مکرر است -

۳۳ — و مخفی مباد که آنحضرت صلی الله علیه وسلم همه دایره ثبوت و مقام و مسافت آن را از اول تا آخر طے فرموده اند، و لهذا در اول و آخر ظهور یافتند، و عادی همه این دوره شدند - و بریں تقدیر آمدن کسے دیگر بعد ایشان، اگر چه با استفاده از ایشان باشد، منقصت است که بذات خود آا مرحله را طے نفرموده اند - این نکته را خوب باید فهمید و بنحید که این غیبتی ازال محروم مانده است -

۳۴ — در فتوحات از باب ثانی و ثمانون و ثمانتہ چیزے از چنین خواتم و فواج آورد و وزیر سیادت آن خواتم سابقین را نهاده، نه استفاده از دشان من بعد، که ختم علی الاطلاق صادقی نماید -

۳۵ — و این امر هم قابل کمال است که غیبی کمال اگر باعتبار لم مبداء است، باعتبار ان مستند است، که مؤخر باشد - و شاید در توسی نزولی و عروجی که مقرر صوفیه کرام است - و شاید دریتنزل الهمر بینه^۲ و باز من الله ذی المعارج اشاره بسوء آنست - این گونه واقع شود - و شاید در سنت الله در بهچو خواتم صورت ختم معنوی یعنی ختم کمالات

بِخاتم الانبیاء رسید، و این سلسلہ را ختم فرمودند۔ و اکنون این شبہ کہ نبوت
نبی ساز، مانند شبہ شیطانیت و قیاس سوقیانہ و احمقہ است، و مزاحمت
است با صاحب امر کہ مالک الملک است۔

۳۹۔ و این اولاً ابلیس آغاز کرده، کہ برائے اذتاب خود ازش گذشت،
حق تعالیٰ فرمودہ کہ ما خاتم الانبیاء را ختم نبیین گردانیدیم، این شقی می گوید کہ
برائے تراشیدن انبیاء آمدند۔ و این گویہ صریح معارضہ و مناقضہ حضرت
حق ابلیس کردہ کہ ازش دے باین شقی رسید۔

۴۰۔ و قیاس نبوت بر قوت مؤلفہ کہ برائے ابقاء نوع می باشد،
و در انواع متناسلہ نہادہ اند می کند۔ حق تعالیٰ اعلان ختم عہدہ نبوت می
فرماید، و ہمین نوع را ختم می کند۔ واللہ یقول الحق و هو یھدی
السبیل۔

۴۱۔ پس نحوے در مجموع شخص اکبر، کہ مجموع عالم است، نظام
نہادہ اند، و کمال عالم را بر سر در کائنات ختم کردند، اول النکد آخر العمل۔
احقر در نقتی گفتہ است:

اے ختم رُسل! اُمت تو خیر اُتم بود

چون ثمرہ کہ آید ہمہ در فصلِ اخیرِی

۴۲۔ و معلوم است کہ ہر کثرتی کہ راجع بسوئے وحدت نباشد،
و در دے فسلک نگردد و مانند شیرانہ منتشر است کہ در صدو تلاشی است،
و در ہر چیزے کہ وحدت قوی است گنگائی تراست، و صورت نوعیہ ہے

اشرف۔ در روح انسان، سپس میکل و س، سپس دگر کائنات و موالید
درجہ بدرجہ شامل باید کرد، مانند قماش و سامان متفرق نیستند، و نہ مانند عناصر
که ماده است، و ازیں جافیلوف می گوید که از ماده کثرت است از صورت وحدت۔

۴۳ ——— تمت تمام شد و کار نظام شد، و بحث اندریں که آن دین
دین لغتی است که نبی ساز نباشد، امتنان سابقه را ہم با انبیاء خویش می
رسید که در اختصاص شاپلیست۔ و ہمیں معارضه ابلیس با حضرت حق
جل و علاش نہ کرد کہ چرا انتہاء امر بر اصطفاء و اجتناب حضرت تر باشد؟
کہ ایں بحث بطور اثر از ابلیس بسوتے ایں مذعی رسیدہ۔ و حقیقتہ
الامر آنکہ چنانکہ ائم سابقہ در اطلال انبیاء سابقین می گذاردند و حسب مشیت الہیہ
راتب قرب غیر از نبوت می یافتند و با انبیاء ہر یک شخص از اُمت مبارات
نکرد و نیابت۔ پس چنانکہ لہست آن نبی دران ناں با اُمت خود، کہ مشکل
بر نبی نبود، متحقق بودے، اکنون مشیت الہیہ ایں است کہ ہماں نسبت
راحدہ تا آخر زمان اند و ایں علاقہ با ہم اُمت بلا واسطہ تا ختم عالم ماند۔

۴۴ ——— و حدیث ترمذی از ہمہ غم و ہم شفاء صدور مومنین کردہ
اِنَّ الرَّسَالَهَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا
نَبَّیْ قَالَ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلٰی النَّاسِ فَقَالَ اَلَكِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ
قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهٰا الْمُبَشِّرَاتِ؟ فَقَالَ رُوْیَا السَّلَامُ
ہی جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النَّبُوَّةِ۔ ہذا حدیث حسن صحیح۔ پس ایں حدیث
بس ہمیں کُتب کردہ۔ و صاحب فتوحات در باب ثالث و عشر و ن

بِحَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ - وَكُتِبَ فِي الذِّكْرِ أَنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ
النَّبِيِّينَ؛ كَذَا فِي الْمَرَاهِبِ اللَّدْنِيَّةِ وَلَمْ أَجِدْهُ تَامًا كَذَلِكَ فِي
النَّسَخَةِ الْحَاضِرَةِ مِنْ مَجِيحِ مَسْلُومٍ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ - وَعَنْ
عَلِيٍّ فِي شَتَائِلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَيْنَ كَيْفِيَّةِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي الشَّامِلِ - وَخَاتَمٌ بِمَعْنَى مَا
يُنْخَتَمُ بِهِ الشَّيْءُ أَكْرَحُ وَرَأْيُ بَدَاءٍ وَضَعُ آخِرِينَ آيِدٍ، وَلَكِنْ دَرِ نَظَرِ ثَانِي أَوَّلِ
اقتد، و بسوئے این اشاره از حضرت عیسیٰ در مسند طرابلسی ص ۳۵۴
آمده است.

۴۴ — پس این شبهه که دین کامل آنست که نبی ساز باشد، گفته
آید که اگر کار برعلیت باطبع و ایجاب ذاتی است، چنانکه ابلیس بحث کرده،
و بطور ادث اولاد و دے را رسیده، پس آن امرے است که خدا آن وقت
تسلیم نکرده - و اگر حواله مشیت و اراده است پس آن تشریف و اختصاص
است که بر بالائے هر کسے راست نیاید - و این جا صورتے و گراست، که
امر نبوت را بر کمال رسانیده اختتام کردند، و نخواهند که بر انحطاط ختم کنند،
و این اختتام در اَبان ختم عالم است، و بروقت ختم کار و ترک دے
بعد اتمام مقصد - و نخواهند که علاقه اُمّت با حضرت رسالت و نبوت واسطه
در واسطه باشد، بلکه یک علاقه فرا گیرد - و نخواهند که کدام جز از اجزاء ایمان
اُمّت فرو گذاشت شود که باز کار کدام و گره مدعی کافر شوند، بلکه تمام سلسله انبیاء
سابق باشد که ایمان بر ناتم متفقین ایمان بر همه باشد، و کدام جزو ایمان

شہیداً علیہم من انفسہم وجئنا بک شہیداً علی ہولاء۔
وبعثت خاتم الانبیاء را متصل قیامت نہادہ ، درمیان اسے دگر نہند۔

۵۰۔۔۔۔۔ بطور معارضہ بالمثل گفتہ آید کہ آن دین دین رحمت نیست کہ بر تمام دے ایمان آرد ، و بجز انکار نبوت کد ام شقی کافر شود۔ و نیز سوال کردہ آید کہ در دین ہم ، ہمیں قیاس است کہ آن دین دین رحمت نیست کہ دین باز نباشد و نبوت این شقی کہ ہنوز دگرے نتراشیدہ ، و نہ راضی است براں ہم لغت است یا چیت ؟

۵۱۔۔۔۔۔ و از کلام سابق فہمیدہ باشی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را مانند واسطہ عقد نیاور دند ، کہ علاقہ او شاں با سابقین و لاحقین متغائر افتادے ، بلکہ مانند صدر جلسہ کہ ہمہ تمہید پیشتر باشد ، سپس اختتام و بعد ختم مقصد جز رحیل امرے دگر نماند ، والا مقصد تمام نشد۔

۵۲۔۔۔۔۔ و این شقی غمی و رقلقہ کمال منقصت التزام کردہ ، و رہنمای دشاہان ماتحت و جانشینان مقصد ہنوز تمام نشدہ ، کہ سلسلہ جاری است۔ حکیم بیچ گاہ بعد اتمام مقصد مزادلت عمل جاری ندارد۔ پس حرف اتمام مقصد و قیاس این شقی را خوب باید بنجید۔

۵۳۔۔۔۔۔ و نیز این سخن کہ شاہنشاہ شاہان ماتحت رامی آفریند ، سخن سلی است ، ورنہ ہاں یک سلطنت شخصی است کہ تحت آن خلیفہا در اتمام عمل گرفتہ ، و ولی حمد بسبب غیبت اصل است۔ و ہمہ بسبب

عدم کفایت دے است در اعمال . داینجا اگر تولید انبیاء برائے اعمال
ثبوت است ، ذات سرور کائنات کفایت فرموده . و اگر برائے مجرد
ذوات اوشان است ، و با اُمت و اعمال ثبوت سرور کار نیست ، پس
آن بحقیقت ثبوت نیست . باقی ماند سیاست ! پس در حدیث ثبوت
را ختم کرده سیاست بر خلافت گذاشته اند . و تربیت روحانی بربانیت
که جزو مندرج ثبوت بود

۵۴ — داینجا بحث ابلیس را که شہرستانی در محل و محل تلخیص کرده ،
که کلام در علم و قدرت نداشت بلکه در حکمت کلام داشت ، مراجعت باید
کرد . و نزد این بیچ ماں کلام در اصول عدیدہ داشت ، و اصل اصول کلام
دے در اینجا بالذات و بالطبع و یا ارادۃ و اختیار و مشیت الہیہ است
که دے در علت ہر امر در آید ، و آدم و بنی آدم تفویض امر بسوے
صاحب امر کرده در اطاعت و تسلیم کوشند ، و عبدیت را نگاہ دارند
کہ عبدہ در سولہ . و ابلیس در اختیار مالک نزاع کند ، و آویزد بے و ازین قصہ

عہ و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الہ مرض خلیفۃ
فیہ مسئلۃ النبوة بعد الایمان باللہ ، و انہ یبعث عبدا مفترض
الطاعة ، و ان اطاعة اللہ یعقبہ باطاعة غیرہ بامرہ ، و ہی الفاصل
فی حق اطاعة اللہ ، و ہو قولہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول - و قولہ
و ما امرنا من رسول الا یطاع باذن اللہ - و حدیث قل و من
یعص اللہ و مرسلہ - لا یموت الا یطاع باذن اللہ - و حدیث قل و من

عہ النساء : ۵۹ و النساء : ۶۴ و اگر مسلم فی الجمعہ (ص ۲۸۶) من حدیث عدی

داد. و از همین سبب است که بسا اوقات چیز با فرموده اند که بفهم و گراں
 نرسیدند، با وجود آن که کتب بمسوطه و مطلقه نوشته بودند. و صاحب
 فن دانشمند دانسته که اکنون چه بیرون از سواد و استعداد باشد، مگر
 واقع چنین نیست. صد با صد درصد با امور از فهم بیرون مانده اند. و
 خود صوفیه کرام و صیّت فرموده اند که کلام ما را اجانب که ذوق حال ندارند
 مطالعه نکرده باشند. و اکنون بعد و صیّت خود ایشان و گرچه می خواهی این
 خلدون در مقدمه اندری باب چیزه نوشته است.

۵۹ — و معلوم باد که فارق در میان ایمان و کفر همین یک حرف ایمان
 بانبیاء است، و قصر بر هدایت و تعلیم ایشان. و همین جزء در میان اسلام و کفر
 ممیز است. و در جملة اقوام در باره اثبات باری تعالی چیزه چیزه
 باور کرده اند، لیکن بعد از آن انحصار بر هدایت و تعلیم آنجانب ندارند، در
 اداء حقوق عبودیت بر احوال خود می دهند، برخلاف ادیان سادیه. و اینک خیال
 بعضی ملاحظه است که اگر تعلیم انبیاء صواب هم بوده باشد ایمان بر ذرات
 ایشان چرا جزء ایمان باشد، این خیال مسخ فطرت است. زیرا که هرگاه انحصار
 بر هدایت آنجانب داشتیم لاجرم پیغمبران در میان آمدند، و توقف
 ایشان افتاد.

۶۰ — و نیز معلوم باد که عبادت انبیاء و تحفا محض عبودیت است، که
 غیر از راه تفویض و تسلیم و توکل بر رب العالمین از جانب خود حرفه میان
 نیست، و نه دخل از عقل خویش که عبد مطلق بغیر از ناچیزی و بیچ میزری

خود و تفویض امر و اختیار بسوئے خواجہ مطمح نظر ندارد۔ بر خلافِ صاحبین،
 که وضعین ہم از دشان هستند، که عبادت ایشان از راه عقل خود و تسخیر
 علویات با عمل سفلیه است، از نصب مہیکل، و تماشیل، و خواندن افسون
 وغیرہ۔ گویا حاصل عبادت ایشان بنوع سحر و عمل تسخیر است۔ این ست فرق
 در میان ادیان انبیاء و غیر اوشان۔

۶۱۔ در بیچ طائفہ در عالم از عقلا و علماء و عرفاء اخلاقیہ رائے محو
 نشدہ، الا از انبیاء، کہ کدام یکے از ایشان ہجو و ردّ ذکر کمرودہ، پس سلامت
 و اطاعت ایشان بدون مطالبہ کثر امور و بدون مہارات با دشان واقع است۔
 در عالم تشریع کہ سطح عالم تکوین است بسا کہ سلسلہ ارتباط و علاقہ سببیت
 و مسببیت با ہی نظر نیاید، مکلف مطیع را مناسب نیست کہ غرق آن سطح
 کردہ در مطالبہ ارتباط باطنی در آویزد، و اتمثالِ قائلن راتا و ضروبِ باطن و
 حکمتِ آن معطل کند، کہ این بحقیقت مکابره ابلیس بودہ، بر خلافِ سنت
 انبیاء۔

۶۲۔ در چوں سلسلہ اطلاقات صوفیہ و مضطکات و سلسلہ علی
 حدہ و بسر خود است، این ملحد بعض اجزای آنرا از آنجا سرقت کردہ با بعض اجزاء
 علماء ظاہر ترکیب دہد، و ازین قطع و بُرید نتیجہ السحا و آرد، کہ کار ایمان و ثبوت
 مومن نیست۔ مردم سادہ لوح و سادہ منش و یا محروم القسمت بر دعوائی دئے
 کہ من باتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این رتبہ یافته ام، ایمان می بازند، و داند
 کہ دئے از فدا تیان آنحضرت است، و نداند کہ دئے تاویل و تحریف آیت

نبوتِ اوشال ہم بدوں اتباع نبودہ۔ پس اگر چیزے تَفَوُّہ کنند ہمیں تو انڈ کر
ذاتِ موسیٰ را درمیان دخل نبود، این سخن از کلام وے دریں دین ہم لازم
است۔ من حیث لا یدری۔ چمی گوید کہ آن دین دینِ لعنتی است
کہ در وے نبوت جاری نباشد، پس این اجراء را نصیصہ دین قرار داد،
ذات از میاں بر طرف شد۔ عشرہ ص ۵۷ داشتہ العذاب ص ۳۲ و ضرورۃ الامام
ص ۲، و رسالہ ترک ص ۳۴ ازیں ہم واضح تر۔

۴۵۔ و شرطِ قار فی الرسول را ہم مرعی نداشته، چنانکہ در ص ۳۳
دعویٰ وے است، و نہ ختمِ نبوت را کدام تاویلی و تحریفی سولے
اینکہ شریعتِ جدیدہ ندارد۔ و ہمچنین از ص ۳۹ صرف اینکہ شریعتِ جدیدہ
نیست۔

پس تحریفِ آیتِ ختمِ نبوت دریں عبارات، کہ آخرین ہستند، بسوئے
تحریفِ و گرنقل شد، و شرطِ قار فی الرسول ہم ضروری نماند۔ پس تا آنکہ
قار فی الرسول شرط بود شریعت ہم تجویز تواند بود، اگرچہ جدیدہ نباشد۔
و چون شرطِ شریعت نہ نبودن مطیع نظر شد شرطِ اوّل از میاں رفت، و ضرورت
وے نماند۔ و ہمچنین در اں تسویلات و تمقّفات کہ آن را وحی نام نہادہ،
چنانکہ در حقیقتِ الوحی ص ۱۱ و غیرہ، لقبِ نبی و رسول بر لے خود بدن کدام
و دریں دین متین صرف ہمیں یک شقیّ و اگر کے ایجاد کنند کہ در سابق اتباع شرط نبود و
انکوں شرط است، این ہم باطل است، بہر نبی پیش از نبوت بر کدام دین حق بودہ و
خاتم الانبیاء پیش از نبوت بالہام عبادت می کردند۔ منہ۔

تقیید می سراید. و ناخلف و سے تصریح کرده که در وحی پدر تقیید نیست از
بروز وظلیت و انعکاس، بلکه همه از تواضع پدر و سے است.

۴۶ — و تحریف سوم که خاتم نبوت برائے اجراء است، نه برائے انباء
در حقیقت الوحی ص ۹۱ ایجاد کرده. و حال آنکه در محاورات لغت خاتم بکسر تاء باشد
که بعضی ختم کننده است، یا بفتح تاء که بعضی مایختم به الشیء است، در مثل خاتم
القوم سوائے معنی آخرین نیامده. و علماء لغت تصریح کرده اند که چون این لفظ
بالکسر و بفتح بسوئے قوئے مضاف باشد، آنگاه بمعنی آخر آن قوم می باشد.
و اصل لغت آنکه خاتم بالکسر بمعنی بانجام و اختتام رساننده است، چه اکم فاعل
صیغه صفت است، و خاتم بفتح آن چیز که بوسے بانجام رسانند، زیرا که اسم
است، نه صفت. چنانکه بر علماء تصریف مخفی نیست. و حاصل هر دو قرأت
آخر النبیین است لا غیر. و در تعبیر با همه فروع هستند، پس ترک اصل نادرست
است، و تعبیر ثانی فرعی نه چندان مزیت دارد، و نه ضرر؛ الا آنگاه که
حق تعلل کسے را مخدول کرده باشد، و همین است آن که بعضی مفسرین از
ابو عبیده آورده که بالکسر اصل است، یعنی مرجع مراد این مقام و محط و منقط
نظم کلام ملک علام. و قول و سے "لأن التأویل انه ختمهم فهو
خاتمهم" تأویل نزو این جماعت بمعنی تخریج وجه و بیان مآل مراد می باشد
نه بمعنی صرف عن الظاهر. فی الجمله مراد آنست که در هر دو قرأت بحسب اشتقاق
و مدلول مشترک اند. در معالم التنزیل آورده ختم الله به النبوة و
قرأ عاصم بفتح التاء على الاسم ای آخرهم و

پس می گوید که تفسیر قرآن و قبول حدیث همگی منوط بوحی و وحی است، نه بر
 تواتر از صدر اول تا آخر، و اینکه بر آنحضرت صلی الله علیه و سلم حقیقت و جمال
 و باجوج و ماجوج و در بعض امور که ای منکشف نشده بود، چنانکه برای شتی منکشف
 شده، تجدید مانند دیگر مجددان دین نماند، و از همه قیود سبک روشش شده،
 و فراغ کلی حاصل کرده "خوردن زمین و لقمه شمردن از تو و اگر چه لفظ شریعت
 جدید نه نراند، مصداق دس وصول یافت ع "پنهان خورید باده که تکفیر می کنند"
 ۱۱ ————— و نیز معلوم باد که دعوی شریعت در مقابل آں علماء روح کرده که
 او شان آئند کدام شریعت را نام ممکن فرموده بودند، و کلام شان در شریعت جدید
 بود، زیرا که شریعت مکرره و تلقف و حی سابق، چنانکه این ملحد می کند، محط
 نداشت. پس این دعوی بمقابل او شان مستلزم دعوی شریعت جدید است
 و ملحد می گوید که جهاد بآدم نمون شده، و آئند حج بسوئے کادیان خواهد بود،
 و هر که چنده کادیان اداره کند خارج از بیعت دس یعنی خارج از اسلام است
 پس زکوة همگی در چنده دس انحصار یافت. کادیه ص ۴۹

۱۲ ————— و نیز معلوم باد که تجدید مجددان مانند تجدید ایمان بکلمه لا اله الا
 الله یعنی تازه کردن سبت بوده، نه کدام اضافه در دین متین.

۱۳ ————— و نیز معلوم باد که شریعت جدید بودن دیا نبودن این دو قسم مفهوم
 بودند، این ملحد قسم سوم ایجاد کرده که صاحب شریعت است، و لیکن بطور
 تجدید، نه جدید. و این را هم شریعت نام نهاده ادعای شریعت کرده. و درین
 قسم تا آنکه دسالت اتباع این ملحد در میان نباشد، موجب نجات نیست،
 ۲۴

برائے تعلیم ایشان فقط۔

و مراد از اخذ میثاق التبتیین و مقصود ازاں تسلیم اُمم ایشان است کہ بوقت آمدن آن رسول عظیم ایشان ضائع نشوند، و در امور قومیه و معاهدات بعض را قائم مقام کل می دارند۔ پس ادراک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کافی است و شاید توار و رسول لاحق بر رسول و نبی سابق نبوده، اللہ در خاتم الانبیاء کہ فرما گرفتند۔ و تصدیق از خارج اولی است۔ نسبت تصدیق داخلی۔ و این وصف و صفت مشہر آن حضرت در قرآن مجید است۔ و ہمیں تفسیر بہادر است از قرات دگر دریں آیت و اذ اخذ الله میثاق الذین او توالکتاب کہ ہم اہل کتاب را و یک جانب نہادند، و آن رسول را بجانب دگر۔ و در قرأتے و اذ اخذ الله میثاق الذین او توالکتاب آمدہ، و معلوم است کہ تعدد قرات بسبب تراجم نکات بلاغیہ اعجازیہ می باشد، کہ در یک نظم جمع نمی شوند، و بسبب تعدد آنها تعدد قرات رُو دہد۔ پس چہ در است کہ از ظاہر نص عدول کردہ بسوئے تاویل روئیم، کدام دلیل قاطع بر صرف عن الظاہر قائم شدہ ؟ بر تسویات ہوئی نفس ایمان داشتن کار مومن نیست۔

۷۸۔۔۔۔۔ و مثل یوسف احسن الاخوة و "فلان اعلم بغداد" کہ مضاف الیہ در معنی مفعول بہ نبود، و حسن و علم ہم مطلق اند۔ و امثال این معروف و اصل کلام چنین بود کہ البرت منقطع است، و ثبوت وے صلی اللہ علیہ وسلم و اتم۔ و دوام را بلغظ ختم تعبیر فرمودند، پس بحث با در نفس این لفظ قائم کردن

از فہم مقصود بکار است ، ورنہ چنانکہ اصل رسالت ذکر کردہ اصل نبوت ذکر فرمودندے ، وگفتندے و لکن رسول اللہ و نبیا من المقربین دیا نخواست ، چنانکہ در روح المعانی در قرأت ابن مسعود و لکن نبیا ختم النبیین آورده ۔

۹۔ ————— و اگر آب ہم باعتبار مجموع ، نہ باعتبار فردے ، و باعتبار ابوت معنویہ گفتہ آید ، متحمل است ، چنانکہ در ائمہ المؤمنین محاورہ رفتہ و این محاورہ ہم بسبب ایہام خلاف صوری مسلوک نیست ، در عقیدۃ الاسلام از اذکیل منع نقل شدہ ۔

۱۰۔ ————— مراد آنست کہ چنانکہ پسر گذار و نبیتہ ذکر ہم نیاید ، و چنانکہ خلف گذار را پیغمبرے ذکر ہم نخواہد رسید کہ غلیف شدے ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو رجلی بطور کنیت نیستند ، و لیکن رسول اللہ و خاتم الانبیاء بطور لقب ہستند ، و لهذا نفرمودند و لکن رسول اللہ و نبیا خاتم النبیین چہ مجموع این عنوان لقب نبوہ ، گریا قرآن مجید مانند اصحاب جبل لقب ارشاد کردہ ۔ و این لقب باعتبار مجرد تأخر زمانی اتفاقی نیست ، بل مؤدومی کلام مزیتے نیز ، اعنی چوں آنحضرت در آخر زمان آمدند برائے ادا ہمین تأخر زمانی این لقب نیست ، بلکہ مراد الہی آنست کہ سلسلہ نبوت بر خاتم الانبیاء ختم کردیم ، و این سلسلہ را این حد نہادن بسبب کلام مزیت است کہ در ذات آنحضرت است ، نہ محض اتفاقی کہ مفضل را ہم توان بود ۔

۸۱۔۔۔۔۔ معلوم باد کہ مختار در فرق رسول و نبی همان است که اکثر سے از علماء گفته اند، و گذشته، و هموں است حق لغت۔ چہ رسول بمعنی فرستادہ پیغام براست، و فرستادہ بچہ باشد سوائے کتاب یا شریعت، و نبی بمعنی خبر دہندہ است، کہ بوجہ قطعی خبری داد، اگرچہ شریعت جدیدہ ندارد، و وظیفہ دے با اُمت سیاست اوشان، چنانکہ در حدیث سیاست انبیاء بنی اسرائیل اوشان را ذکر فرمودہ و یحییٰ بن مروری و بائے رُجل دیا رُجلان و مروری کہ باوے یک رُجل ہم نباشد آمدہ کہ دلالت بر علاقہ نبی با اُمت او و وظیفہ دے دارد۔

۸۲۔۔۔۔۔ قول قائل کہ حضرت شاہ عبدالعزیز "خاتم المحدثین" بودند۔ و چہ این اطلاق و محاورہ آنست کہ کسے خاتم بعض خصائص و کمالات مخصوصہ می باشد، پس باعتبار آن، با وجود عدم تحقیق حال زمانہ استقبال، و عدم علم آن و عدم علم غیب، و عدم ذمہ داری آنچه در کتب غیب است، و باعتبار علم خود، و آنچه در فتوحات گفته کلام منتشر و غیر محمول است، و بیشتر این گفته کہ نبی ہم شریعت اُمت یکی مختص بذات دے، و بحق بارون این قدر ہم ننہادہ، و ہائے عدم و جوب بحق دیگران گفته، و باعتبار اوشان ننہادہ، و پیش از نوع انبیاء نہ ماتحت رسول داشتہ۔ و سبب این انتشار آنکہ بہ تقدیر نفی شریعت کہ ام خدمتے از نبی ندیدہ، و ہمیں وجہ نبوت من غیر تشریح کہ بمعنی ولایت است قسمے افزودہ، و حال آن کہ خدمت نبی کہ مذکور شد خدمت جلیلہ است، و علماء کہ ہائے نبی نبوت من غیر تشریح گفتند از اہل علم و افتخار و نے بمعنی و ولایت مستغنی شدند۔ و ہمیں است مفہوم از حرف کتب سماویہ، و از احوال انبیاء و بنی اسرائیل کہ بر شریعت موسوی بودہ سیاست اُمت و اخبار بومی می کہ مذکور نا حفظ و متنازعہ نہ متفق علیہ من حدیث ابی ہریرۃ مشکوٰۃ ص ۳۲۰ لا متفق علیہ من حدیث ابن عباس مشکوٰۃ ص ۳۵۲

و علم وقتی خود، بطور مسامحت و سهل انگاری، و اعتماد بر فهم مراد اطلاق می کند.
و بشر کلام تمام هم می گوید، و استیفاء قیود و شرائط نکند، و چون حاجت اظهار
مزیت داشتند محاوره کردند، تا این مزیت را بدون ختم زمانی هم ادا
کرده باشند.

۸۳ — و نیز معقول است که گفته آید فلاں عالم نسبت فلاں در عدا و
واعتماد نیست و معقول نیست. مسلوک نیز نه که فلاں نبی نسبت فلاں
بیچ اعتبار ندارد، چنانکه در لا اله الا الله تاویل نیست

۸۴ — مدار در همچو امور بر جریان محاوره است، نه بر قیاس. و اگر چه
ثبوت جزئی علاقه ضروری نیست، لیکن ثبوت نوع علاقه هم کافی نه. مدار بر
ذوق و استقراء است. و لکل مقام مقال، این است تخریج این
محاوره.

۸۴ — و توان گفت که فلاں کس مُحدثی ختم کرده رفت، مثل دے دگرے
نیاید، و توان گفت که فلاں کس نبوت ختم کرده رفت، مثل دے دگر نبی
نیاید. زیرا که ادل از فضائل کسبیه است، و اشتراک در دے دفر، و در
عصر مدوح هم بسیارے از مشارکان، پس نظر بر مراتب دارند، و مماثل
را منافی خاتمیت انگارند، نه مادون را. و تخمین در دے سخن گفتن دو صاحب
بخلات باب نبوت که از کلمات و هبیه است، تخمین در دے سخن زنند
و کف لسان کنند. این باب باب اخبار بالغیب است، که اندراں منتظر
توقیف باید بود، و برخیز و حدس اقدام نباید کرد، و این محاوره هم در

عهد نزول وحی شائع نبوده، من بعد رائج شده، چنان که فاتح المحدثین
معاذره نکردند - تنزیل را بر محاورات مُحدثه فرو و نباید آورد -

۸۵ — دگویند که فلاں کس جو د ختم کرده رفت، و گمبند که ولایت و کرامت
ختم کرده رفت، چه رجم بالغیب است، پس این گونه است سیل این محاورات
نه مقایس و تلیسات - گویا در هیچ حکم رتبه حاکم ملحوظ باشد، و مُبلغ علم و فهم
—

۸۶ — معلوم باد که اهل عرف - فاتح و خاتم هر دو رانمی دانند، و نمی شناسند
الانجازه و خوص، یا بعد وقوع - مانند آنکه سلطان را دیدند که نصب سلطنت
کرد، و اقتدار قوی و نفوذ بالغ داشت، سپس جانشینان او آمدند، و قائم مقامی
کردند، اهل عرف دیدند که این منصب سلطان اول فتح کرد، پس او را 'فاتح'
خوانند، و این ادراک او شان را بعد وقوع شد - و کس را خاتم کمالات
تخمین کردند، و خاتم گفتند، مشا به ختمیت حقیقی ندارند، الا نادراً - پس
اطلاق خاتم اکثر بطور مجاز و کنند - برخلاف اطلاق فاتح که بسا مشا به هم دارند -
و نیز نظر ایشان بر جزئیات منتشره باشد، نه بر نظام کلی که در مجموع من
حیث المجموع ساری است، زیرا که علم آن نظام ندارند، که باری تعالی در آن
مجموع داشته -

دوانسته باشی که اهل معقول کثرت را چهار مرتبه نهاده اند، کل واحد
واحد، و کثرت محضه سوائے اعتبار هیأت اجتماعی، و کثرت باعتبار آن هیأت
عروضاً، یا دخولاً - در کثیر منقسم که وحدت تالیفی دار و اهل عرف را اکثر نفوذ

اِذْ رَاكَ نِيسْتَ الْاَبْعَدُ تَجْرِبَ ، و بيشتر مجاز ف كنند . و در همچو كثير ف مقيم خاتم در نهايت باشد ، چنانكه معمار در تعمير كه سلسله دس همه مي دانند رعایت كند ، بر خلاف دگر امور ، كه نظام آنها ندانند ، و اين گونه فاتح و خاتم در نظامات الهيه واقع شده ، كه خاتم خاتم كمال باشد ، و علامت آن در خارج ختم زمان دارند . پس اين ختم زماني را كه مبني بر ختم كمالی است در كثير ف مقيم كه در امور الهيه واقع شده ، و اهل عرف ازان غافل اند ، خوب بايد سنجيد ، كه فزق محاوره اهل عرف و محاوره حضرت حق مبني بران است ، و مغالطه ملاحظه در باب شهنشاهی و شاهان ماتحت . و قياس بران در باب بنی نبی سازا همه از خود می پاشد ، و بر كنتر امر و مغز سخن عشوه حاصل می شود ، و الله الموفق .

۸۶ — پس تحقیق و حقی را كه از حقیقت الامر سر مو انحراف نكند ، بر فرض خراسین قیاس نباید كرد . و نه طبقه و حقی را بر تفخیل شعری . و از همین وجه است و مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ لَه مراد از شعر خیال بندی است كه نوع محاوره شان جدا گذاشت ، و مفترق از طبقه متعارف الناس و متفا هم عرف . و اعجاز قرآن چنانكه در تركيب ظاهر است در اختيار مفردات هم ظاهر میشود ، كه ادنی با حقیقه ، و سیما اگر حقیقت از مشکلات باشد ، بمثابة در طوق بشر نیست ، پس حوا قرآن را بر محاورات عامیانه و سوقيه فرد آورون غایت جمل و حتم است ، و باب عقائد را بر تنجیلات مدعی حل كردن نهایت ضلال و الحاد است .

۸۸ — در نظم قرآن در مقام مدح هم تجاوز از حقیقت جاترند، روش قرآن محاورات و مسامحات عامیانه نیست، و نه در مقام مدح مجاز و بے انداز و بے پیمان، زیرا که برکنه امر و حقیقت و بے و حق تعبیر از و بے مطلع است، بخلاف بشر که از همه قاصر است، مجاز نمکند و اگر چه کند ؟ مقدور و بے نیست که کم یا بیش نمکند، و تحقیق کند نه تقریب و تخمین.

۸۹ — سپس در تعیین مراد اگر بر اهل اجماع، که اهل حل و عقد اند، اعتماد نکنند باینکه در کفر و اسلام تمیز بر خیزد، و قد قال الله تعالى وَمَنْ يُشَاقِبِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْمِنِينَ تُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَتُصْلَبْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ حَصِيرًا نَبِيلُ الْمُؤْمِنِينَ اجماع و اتفاق اوشان است. و در ضروریات دین تاویل هم مسموع نیست، و نه امن از اسلام دایمان می خیزد، شیخ اکبر در فتوحات ص ۲۵۴ می فرماید: "التاویل الفاسد کالكفر" من الباب التاسع والثمانین وما تبين.

۹۰ — و ازل اجماعی که درین ائمت متعقده شده اجماع بر قتل مسیلمه کذاب بوده که بسبب دعوی نبوت بود، شنایع دگر و بے صحاب و رابعد قبل و بے معلوم شده، چنانکه ابن خلدون آورده پس اجماع بلا فصل قرنا بعد قرن بر کفر و ارتداد و قتل مدعی نبوت مانده، و هیچ تفصیله از بحث نبوت تشریعی و غیر تشریعی نبوده، و شاید مسیلمه مطلب خود از و آشیر که فی امری گرفته باشد. مجرد تصدیق مجمل پیغمبر بر حق مادر احادیث شریفه از و حال هم آمده، و

وگاہ در مراتب۔ و در باب مفاضلہ علماء ہمیں اخیر مراد می باشد، نہ اول۔ زیرا کہ حق حکم اندران ندارند، و نہ صاحب اختیار۔

۹۶۔ و مخفی مبادا کہ اہل عرف خود ہم از تسامع خود درین محاورات مطلع ہستند، و تعامل اوشان از اطلاع ایشان خبر می دهد، کہ اگر در زمانے کے را بخاتم الحداثین یاد کردند، چون من بعد ذکر کاملے خاست اور اہم ہمیں لقب می دهند، پس معلوم شد کہ باعتبار ختم کمال ہم آخریت حقیقیہ مراد داشتند، بلکہ باعتبار زمانہ خود۔ بلکہ در یک زمانہ ہم متعددے را خاتم می گویند، و نفی کمال اگر مراد دارند کلام در دائرہ مخصوص ذہن خود و سایر وقتی دارند، نہ بلحاظ استیعاب ازمنہ و اشخاص، کہ این امر در ذہن اوشان مخطور ہم نباشد۔ عموم کلام باعتبار دائرہ عرف متکلم و عرف عام باید گرفت، نہ عموم غیر مقصود، مانند آنکہ متغضات مثلثات لفظیہ و مناقشات غیر مخطورہ بکار برند۔ مع هذا اطلاق اہل عرف منسلخ محض از لحاظ آخریت نشدہ، ورنہ مبالغہ کہ مقصود اوشان است فوت خواہد شد۔ مبالغہ دران حال باقی مانند کہ آنکہ آخریت دے معلوم نیست۔ بلحاظ کمال اورا آخر گیرند۔ این است اطلاق اہل عرف باعتبار ازمنہ و اشخاص۔ و از دیگر جانب صنیع حضرت حق را باید دید، کہ نہ در یک زمانہ و نہ در ازمنہ متعددہ تمام نشین لقب کے سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہادہ، و نہ بر کے دیگر اطلاق کردہ، و نہ اجازت دادہ۔ این شکیا کہ امام معنی ہمازی و تسامعی را دیدہ لفظ را براتے ہماں مجاز موضوع گردانند، گویا صاحب استعمال حقیقی اکنون مانند، و از دے بکلی منسلخ گردید، و وضع جدید پیدا شد۔ کہ استعمال دے در حقیقت

انکوں جائز ہم نیست۔ وایں غایتِ جہل و شقاوت است کہ در عرفِ قرآن و عرفِ عامیانه امتیاز نکنند، و احتیاط نور زند، و ہرچہ پیش آید بے خطرہ می تراشند، و مے گذافند۔ بحقیقت این تہوّر و تہاشر کارِ آنکس است کہ در اصل ایمان بر قرآن نذارو، بلکہ بر فہم سقیم و طبع منحرفِ خود ایمان آورده باشد۔

۹۷۔۔۔ بارے این احقر بطور ذیل نوشتہ بود۔ مخفی نماند کہ قیاسِ قولِ باری تعالیٰ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین بر قولِ اوساطِ ناس کہ فلا خاتم محققین است، از غایتِ جہل و غبات است، زیرا کہ اول این قولِ محاورہ عامیہ است، کہ تحقیقی نیست۔ و بیارے از محاورات در مقاماتِ خطابیہ استعمال می شوند و مدارِ آنها تحقیق نباشد۔ برخلافِ قولِ باری تعالیٰ کہ سراسر تحقیق است، و از حقیقتِ امر سیرِ مؤمنان و نیست، بلکہ از وجہِ اعجازِ این ہم است کہ بجائے یک کلمہ دے و گر کلمہ از خلق ممکن نیست، زیرا کہ حق آن مقام و حقیقتِ غرضِ اکتفاء نتوانیم نمود۔

۹۸۔۔۔ دوم آنکہ قائل وے ارادہ تحقیق خود نکرده، زیرا کہ اور اعلم غیب و آنچه در کتم مستقبل است، حاصل نیست، کہ کلام بر عایتِ دوام گوید برخلافِ باری تعالیٰ۔

۹۹۔۔۔ سوم آن کہ این قولِ ہر کس بر ظنِ خود می گوید، و در یک عصر محقق متعہ دے می گویند، و از یک و گر خبر ندارند، بلکہ یک کس ہم با وجود اطلاعِ این کہ دریں عصر و گراں ہم ہستند، این لفظِ اطلاق می کند، و اعتماد بر قرینہ قاطعہ می کند کہ و گراں مشاہد ہستند، و سامعینِ من در مغالطہ نیفتند در بارہ آن چیز

کہ ہشتم می نگہ بند ، و روز مرہ می شنوند۔

۱۰۰۔۔۔۔۔ چہارم آن کہ ہر کس باعتبار عصر خود مراد می دارد و بس و با استقبال کارے ندارد۔

۱۰۱۔۔۔۔۔ پنجم آن کہ بر سیکے از انبیاء آئندہ بزعم این دجال والعیاذ باللہ خاتم باعتبارے اطلاق توان کرد ، دریں حال مضمون آیت محصلے ندارد۔

۱۰۲۔۔۔۔۔ ششم آنکہ بریں تقدیر کہ معنی خاتم مہر کنندہ باشد ، بر تقدیر تقدیم خاتم الانبیاء بر جملہ انبیاء ہم چنان باشد و این محض بے معنی است و در ہر حال مقدم المحققین می گویند ، نہ خاتم المحققین۔

۱۰۳۔۔۔۔۔ ہفتم آنکہ خاتم النبیین را بریں تقدیر اختصاصے زائد با اُمت مرحومہ نماند ، و سیاق آئست کہ در بدل ابوت ، علاقتہ ختم نبوت است . و شاید اولاد ذکور برائے ہمیں نماندہ کہ طبع نبوت بعد از ان بکلی نماند۔ یعنی علاقتہ ابوت مطلبید ، بلکہ علاقتہ نبوت ، و آن ہم ختم آن۔ و بدون عدم بقا اولاد ذکور اشارہ بسوئے عدم بقا سلسلہ نبوت ، چنان کہ از الفاظ بعض صحابہ ابن ابی اوفیؓ و ابن عباسؓ فعیبہ می شود ، راجع شرح المواہب من الثالث من ذکر ابراہیمؑ و در اثبات نبوت او اہل مریم جامع البیان مع لماش باید دید ، و مواہب از خصائص۔ و شاید مراد نفی ابوت بذریعہ تبیین باشد ، و اثبات علاقتہ رسالت و نبوت ، و تقیید بر جال برائے آن کہ تا از صورت لفظ بدون مراد بودن نفی ابوت اولاد صلی نشو ، یا مراد نفی مطلق ابوت است برائے رجال یعنی

بالغین شرح مواہب^{۱۸۷} - و در روح المعانی کلام مُشیع نموده . غرض آنکه محاوره عامیہ کلام تحقیقی نیست ، بلکہ مبنی بر تساہل و تسامح است ، و نظائر آن در باب آفات لسان از احیاء باید دید ، و نیز کلامیکہ در القاب فاخرہ ، مانند ملک اطلاق کرده اند ، ملاحظہ باید کرد ، و نہی از تزکیہ در وجوہ مہدوحین معلوم است ، پس این محاورات نہ تحقیقیہ ہستند ، نہ شرعیہ ، چہ جائیکہ شارع علیہ السلام اسم برہ را پسند نفرمودہ باشد .

۱۰۴ - ہشتم اینکہ مدلول کلمہ ختم این است کہ حکم و تعلق خاتم بر ما قبل وے جاری شود ، و زیر سیادت و قیادت وے باشند ، مانند بادشاہ کہ قائد موجودین باشد ، نہ معدومین . و ظہور سیادت و آغاز عمل وے بعد اجتماع باشد ، نہ قبل آن گویا انتظار قومے بعد اجتماع بسوئے کے اظہار توقّف بر وے است برخلاف عکس این کہ محض معنوی و ذہنی است ، و لہذا عاقبت و حاشیہ و متقی ہمہ در اسمائے گرامی آمدہ اند نہ بر لحاظ با بعد و ارادہ ما بالذات و ما بالعرض عرب فلسفہ است نہ عرف قرآن حکیم و حواری عرب . و نہ نظم را ہیچ گو نہ ایما و دلالت بر آن ، پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوی . البتہ سنت اللہ ہمیں واقع شدہ کہ خاتم زمانی کدام منصب عالی ہماں کس نہادند کہ لابد مزیتے دارو ، و سابقین را زیر سیادت وے دادند . و انبیاء را برائے آفریدن نبوت نغرتادہ اند ، بلکہ برائے سیادت و قیادت و سیاست و ریاست . و بعد اجتماع قوم برائے صلوة طلب نصب امام رودہ . و ہمیں است قول او تعلق یوم ندعوا کُلّ اُناس بِاِمَا مہمّہ و در پیشیاں انبیاء تحت رسل برائے تکمیل کار می بودند کہ اشدّ دُعا

أَزْرِي وَأَشْرِكُهُ فِي أَهْرِي ۖ وَنِزَالُ سَنَشِدْ عَصْدِكَ بِأَخِيكَ
 در مقام خاتم الانبیاء کدام جز از کمال فرونگذاشته اند

حُسنِ یوسف دمِ عیسی پیرِ میضادِ آن چه خراباں همه دارند تو تنه‌داری

۱۰۵ ————— و ازین طرف الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُعَلِّقُونَ

ثابت شده، که مراد از حیات اعمال حیات هستند، نه مجرد بقای روح، که در
 همه مشترک است. و شاید تربیت روحانی اُمت از انبیاء و تکمیل باطنی ایشان باقیاء
 جزّ ولایت، که مندرج در نبوت است، بود و ولایت خود جاری است پس
 یک جز اختصاصی است، و در جز اکتسابی. و در اینجا بحث ولایت نبی را از کلمات
 عرفاء باید دید. غرض آن که نبوت از مناصب ظاهره و باهره است که باستخلاف
 الهی و اخذ یشاق و بیعت از اُمم بوده، مانند خلافت در شرع که بعقد بیعت
 باشد، نه بتوریت و سرایت. و نیز از فضائل لازم است، نه از فواضل تعدیه
 مانند ولایت، که بتوجه باطنی و همت متعدی می شود. و مانند فرقی معجزه و کرامت
 که اول بدن عقد همت نبی باشد و در ثانی عقد همت ضروری است، همچنین در
 ما نحن فیه.

۱۰۶ ————— آنچه از اجزائے نبوت قابل تعدیه بود، و آن ولایت مندرج

در نبوت است متعدی و ساری شد، و آنچه قابل تعدیه نیست لازم ماند، و
 آن نفس نبوت است که باستخلاف و تولیت الهی و اخذ عهد و یشاق و
 نصب بر منقّه شهود اتمام می باید، و تکمیل ظاهر امت منوط بوی است. و مراد

از تکمیل ظاهر تکمیل سطحی نیست، بل تکمیل غیر مستند و علی سبیل الاشتہار۔ پس
حقہ ثبوت برائے تکمیل کل اُمت علی سبیل الاعلان است، وحقہ ولایت
ازاں برائے تکمیل خواص، وآن باطن است، نہ ظاہر۔ و ساری است۔ پس جزء
اخیر ثبوت، مانند جزء اخیر علت تامہ، ہمیں استخلاف و تولیت است،
کہ فعل الہی است، لاغیر۔ اکنون اگر این نکتہ را فہمیدی و بنجیدی از ہمہ مساوی
راحت ابد خواہی یافت، واللہ الموفق۔

و اگر در خارج مثال می خواہی پس در تحصیل کمالات امارت نظر کن
کہ کموب اند، ولیکن کسے والی نشود تا آنکہ سلطان اور انصب کنند، و گمان
نبری کہ کمالات ہمگی پیشتر مانند، پس این استخلاف و تولیت الہی سخن
بالائی است، و چندان گرامی نہ۔ زیرا کہ نفس این استخلاف الہی مرئی است
کہ از ہمہ مزایا و فضائل دو بالا است۔ وَاللّٰهُ يَجْتَبِيْ مِنْ تَرْسُلَمَ مَنْ يَّشَاءُ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

۱۰۰۔ و معلوم باد کہ در ثبوت و رسالت باعتبار مفهوم تغایر است و
اجتماع، نہ نسبت کل و جزء، و باعتبار صدق عموم خصوص، بشارۃ اِنَّہٗ كَانَ
صِدِّیقًا نَّبِیًّا پس در اصل دو وصف ہستند متغایر، کہ در یک محل
جمع توانند شد، و یا استلزام است۔ پس نتوان گفت کہ خاتم النبیین ہستند
نہ خاتم الرسل، و نہ در آیت خاص مقابل عام آمدہ، بلکہ بسبب نکتہ کہ گذشت
از خصوص بسبب عموم تحویل نظم فرمودہ و بس، کہ این گونہ نظم یا برائے

استیفاء عموم اشخاص آید، و یا برائے استیفاء کد ام جزء حقیقت. و نتوان گفت که خاتم نبیین هستند که از خدا خبر می یافتند، خاتم اوشان که فرستاده شدند. زیرا که فرستاده نشود بدون خبر دادن. در عرف عام این وقت نبی مقابل رسول شایع شده، چنانکه در وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ وَكَأَنَّ مُحَمَّدًا آتَاهُ، بزیادت و لا محدث و رقرائے شاذه. و از صدر کلام وَمَا أَرْسَلْنَا این هم لازم نیست که بر معطوف مرسَل اطلاق شود زیرا که در توابع چیزها معتبر است.

محصل آنکه محمد صلی الله علیه و سلم رسول الله دائم و با اعتبار مستقبل رسول علی الاطلاق هستند، و با اعتبار ماضیان خاتم و آخر، و این وصف غیر منقطع است. ۱۰۸ — این شقی ادعاء وحی مساوی قرآن در رتبه، اگر چه ادعاء نبوت نکرده بودے، و ادعاء نبوت، و امانت انبیاء، و تکفیر اُمت حاضر کرده است. و رد بسیارے از ضروریات دین، و دعوی شریعت، و ادعاء خصائص انبیاء و محاکات ایشان، و تحریف دین متواتر، و تمسخر بعض شریعت متواتر نموده، که همگی وجوه کفر و احکاد و زندق با اتفاق ملت اند.

۱۰۹ — گاهی انعکاس را مغایر نبوت غیر تشریعی هم می گفت چنانکه در کاویہ ص ۱ از بدر ۱۹۳۳ آورده. سپس ادعاء شریعت به تصریح و تمحیی نموده، و اگر چه جدیدہ نگفته، لیکن آن هم لازم افعال و اقوال دے است. و گذشت که در صاحب شریعت قسے سوم افزوده، و بآن قسم خود را صاحب شریعت، چنانکه در اربعین ص ۱ از متن و حاشیہ تمحیی کرده، و اُمت

نہادہ، و نجات در ابتداء وے بایں قسم ہم صحر کردہ، و منکر خود را کافر اعلان کردہ۔
 ۱۱۔۔۔۔۔ بروز از مصطلحات تناسخیان است، چنانکہ مزوک و لامان اذما
 کردہ بودند، در ادیان سماویہ و شریعت مطہرہ و تحقیقات علماء اسلام اصل آن
 نیست۔ و نہ ظلیت در محاورہ دین اسلامی آمدہ۔ تا آنکہ محاورہ جاری نشود و ہمین
 نصوص زندقہ و الحاد است۔ و نہ قیاس در محاورہ مسوع است، چنانکہ کسے
 بر قیاس محاورہ فارسیان اکل الحلف و یا اقلی السراج می گوید، و نہ پیغمبر
 اسلام این حقیقت را تسلیم کردہ، چنانکہ فرمودند انت متبی بمنزلک ہارون
 من موسیٰ، الا انت کذبی بعدی لہ و حدیث ثلثین و جال و نہ از عمارت
 نبوت کدام کلمہ فرو گذاشتہ۔ و حدیث و جالین مدار حکم دعوی ثبوت است و
 بس، نہ احصای عدد و خاص۔

مع عقائد مرزا ص، مرقع کادیانی ص ۵۲، عجائبات مرزا ص، (پس میں وہی منظر ہوں
 پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہوں) از حقیقۃ الوحی ص ۱۲۳ و عشرہ کلام ص ۵۵ از خطا کادیانی و ترک
 مرزائیت ص ۵۲ (جو مجھے نہیں مانتا خواہ وہ زبان سے میرے حق میں کوئی بڑا الفاظ نہ کہتا ہو کافر
 ہے) تحقیق ثنائی (جبکہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت
 پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے) کادیانی کا خط بنام ڈاکٹر عبد الحکیم خاں
 (علامہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا) حقیقۃ الوحی ص ۱۲۳ و عبارت
 وے از عشرہ کلام ص ۱۱۲ باید دید کہ از جانب خود بحسب تحقیق خود نسبت زنا بوسے مریدہ
 نمودہ۔ والیاء باللہ العلی العظیم منہ۔

۱۲۔ متفق علیہ حدیث سعد بن ابی وقاص ص ۵۶۳ لہ ابراداد، ترمذی من حدیث ثریان مشکوٰۃ ص ۴۶

استقلال و نسج، چنانکہ بہار۔ و این طریقہ انفاذ غرض خود است کہ شیطان وقتاً
وقتاً محدودان را تلقین کردہ آمدہ۔

۱۱۳۔۔۔ البتہ نفل اللہ محاورہ است، باعتبار تشبیہ بفل شجر کہ زیر آن مردم
استراحت کنند و پناہ می گیرند و یا اضافت باعتبار تشریف باشد، چنانکہ
در بیت اللہ و نحو آن۔

۱۱۴۔۔۔ و در ظلیت اگر نبوت حقیقہ حاصل شدہ خاتم نبوت کمور شد،
چہ مقصود آن عدم حصول نبوت بود، نہ صورت عدم کسر۔ و اگر نبوت حاصل نیست
بکفر منکران خود کفر است۔ و خیال است کہ اگر کسی را گفتہ شود کہ این صندوق
مقفول کثرتی، و او آل صندوق را بدون کشودن ہمہ بزدرد، و یا این صندوق را بزد
او صندوق را گذاشتہ مال از درون زدوید، مانند قصہ قباہ کہ ام خان صاحب
و این بحقیقت تسخر است باقرآن و شریعت و تحقیق قاتل۔ و العیاذ باللہ العلیٰ العظیم
این چنین تاویلات و تسویلات مردم بے ایمان ہمارہ کردہ آمدہ اند۔

۱۱۵۔۔۔ اگر کسی خواہد در الوہیت بروز و ظلیت ادعا کردہ طرح نو کفر نہد
و شاید این لعین دعوائی بروز الوہیت ہم کردہ، کہ الہام انت منی بمنزلہ بزرگی
می سراید، و اوضاع ازین (میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ
ہے اور خدا اوس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی نہیں دکھائے گویا
خدا زمین پر خود اتر آئے گا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ یومریأتی ربک فی
ظہل من الغمام یعنی اوس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا۔ یعنی انسانی مظهر

در میان مُر اعتبارِ نبوت بودن هیچ گونه نسبتِ تبادُل نیست، بلکه با هم جمع ترانند
 شد، و این امر مَقْصُوتِ اتِّساق است، که شرط بود. شرطِ اتِّساق را در کُتُبِ اصول
 و قُهرِ قلب را در کُتُبِ معانی باید دید. دورِ معنی این هشام تصریح کرده که کَلِمَةُ کُن
 بعدِ نفی بمنزله کَلِمَةُ بَلْ هست سواءً بسواء.

۱۱۹ — در نفی مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ قَرِيبٍ تَرَجَا لَكُمْ
 متوهم بود که معلوم نکند چه چیز نفی شود، و موهومند و لَکِنْ تَرْسُولُ اللَّهِ دَعَا تَمَّ
 التَّيْسِيْنَ یعنی این مثبت است، پس شرطِ استدارکِ مُؤَفَّر شد، و در اُبُوت
 که متضمنِ تورِیث است، و ختمِ نبوت که متضمنِ عدمِ تورِیث است، تَدَاوُعُ
 است، پس شرطِ قُهرِ قلبِ مُؤَفَّر گردید.

۱۲۰ — البته آن کس که تَدَاوُعُ شرط کرده در صورتِ عدمِ اعتقادِ مِیْطَلَب
 چیزِ را قُهرِ تعیینِ اِضَافَه کرده. چنانکه خطیب. و سکاکی چون از تَدَاوُعُ مُسْکُوت
 کرد از قُهرِ تعیینِ هم سکوت و رزید. و زو اِخْفَر و تَدَاوُعُ مِیْطَلَبِ قَدَرِ کَافِی است که
 در تردید بکَلِمَةُ اِذَا بکسر، که برائے اَحَدِ الامرِیْن است، می باشد.
 یعنی تَدَاوُعُ که بحسبِ مقامِ و رُجَاوَةِ مُسْکَلَم و مُخَاطَبِ منعقد شده، نه تَدَاوُعُ
 کَلِمَی. معنی اَقُولُ سکاکی اثباتِ شیئی و دُنْ شیئی یا اثباتِ شیئی
 مکانِ شیئی. باعتبارِ غرضِ مُسْکَلَم و مُسَوِّق لَ، عبارتِ صادق و مطرُداست،
 در خارجِ هر چه گونه که حال باشد.

۱۲۱ — دورِ مانحِ فیدِ سخنِ دیگر هم است، که اُبُوتِ نفسِ و سِ متضمن
 و مستلزمِ تورِیث است، پس مقابلِ در میانِ و سِ و تورِیث نهادنِ هیچ گونه

صحیح نیست، و همچنین نفس قتل در و ما قتلوه یقیناً بَل تَرْفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ
 مستلزم رُفْعِ درجات است، و مقابلہ صحیح نیست، و نہ طباق نزول در حدیث
 باوے مستقیم است برخلاف تازید بشاعر و لکنہ کاتب، کہ مقابلہ بحسب خصوص مقام
 لمحہ (فائدہ زائدہ) حق تعالی در آل عمران دو لفظ جمع کردہ تَوَفَّیٰ یعنی وصول کردن چیز خود، و نہ رُفْعِ
 و در نہاد و مانند تقسیم این دو کلمہ ضروری کہ در مقابلہ قتل رُفْعِ آورده و در مقابلہ مَا دُمْتُ فَيُهِدُهُ
 تَوَفَّیٰ آورده۔ باین تقسیم و مقابلہ مفہوم این دو کلمہ بوضوح پیوست، کہ تَوَفَّیٰ در آل عمران بعضی وصول کردن
 چیز خود، مقابل دوام در میان ایشان و مانند در ایشان است، و رُفْعِ امرے و چیزے مقابل
 قتل است، و ذالک تَوَفَّیٰ در رُفْعِ باقاعار مفہوم واحد بمصدق اند، کہ موت طبعی است۔ زیرا کہ در مقابلہ
 قتل لفظ باید کہ خصوصیت بر موت طبعی وارد اند کہ ام لفظ عام و مبہم و کنایہ۔ و معلوم است
 کہ برائے رُفْعِ جسمانی ہمیں یک لفظ رُفْعِ است، و نہ برائے مردن کہ دیگر الفاظ مریم اند۔ چہ اگر رُفْعِ
 را برادر برداشتن از میان و غائب کردن از ایشان داریم تا ہم دولت بر خصوص موت طبعی نہ کہ ذرزل
 در حدیث کہ بر طباق آمدہ مطابق فائدہ و سیاق آنکہ وجہ اشتباہ بریشان بیان می کنند، کہ قتل
 نہ شد، بگفتے اور رُفْعِ بود، و موت طبعی موجب اشتباہ نیست، اگر باشد فقہر متقدم بر
 موت باشد، و آن مذکور نیست، و ترک مقصود اصل و عدم اخذ آن راستار است، و آخر
 این و آن بلاغت نیست، بلکہ مجر و دخی است، و مقابلہ قتل باللفظ موت ہم دائم نیست، یعنی قتل
 شدہ اند و در قرآن تعبیر و یَوْمَ یَمُوتُ آمدہ۔ پس وجہ اشتباہ ذکر کردند، و لکنہ کلمہ یقیناً
 افزونہ، کہ آن رُفْعِ است۔ و کہ بیان سوانح عمری حضرت طوسی مقصود است۔ موت طبعی آن وقت
 نبود، و موت مابعد راجع دخیل داشتہ۔ در عالم ممکنان را باشد، چہ وجہ اشتباہ است،

۱۲۴۔۔۔۔۔ خاتم در قرآن مجید باعتبار ماضی بود، این مخدول باعتبار مستقبل نهاد
و بحقیقت جنس شد، نه جزئی۔ زیرا که بتتابع انبیاء سابقین نزد وے نبی هم
شده اند و محدث هم، پس خصوصیت خاتم الانبیاء نماند۔ در ہدیان خود خاتم را گاہ
برائے اجراء نهد، و گاہ برائے انقطاع۔ سودا ہر زا ص ۳۲ و رسالہ ترک
ص ۲۵ و حقیقۃ الوحی ص ۲۸

۱۲۵۔۔۔۔۔ حاصل آن کہ تحریف انعکاس با آنکہ در خارج مصداقے ندارد
و لفظی است بے معنی، بناءً تکفیر منکران این ملحد بروے موجب کفر خود
وے بعدو منکران کہ کل اُمت حاضرہ است خواہد شد۔ و تحریف حجر
نبوت تشریعی نہ غیر تشریعی خلاف نقی قرآن است کہ در ذکر ختم از کلمہ رسول
بسوے کلمہ بنیّین تحویل قلم فرمودہ، و محط فائدہ ہمیں مزیت را ارادہ نمودہ،
چنانکہ تقریر آن بوضوح پیوست، و تحریف مہر اعتبار نبوت مفعول اتّفاق
قلم با وجود محذور است باطلہ مذکورۃ الصداست۔

و ظلیّت و بروز و مانند آن اگر انعکاس است پس حال وے گذشت
کہ سُرّاب از راہ برنڈہ مُفہّمات و ملاحدہ است و اگر چیزے دگر است تعلقہ
محض لسانی است کہ ملحد ان مریدان خود را با مثال این دعاوی بیط و جہل مرکب
راہی زنند۔ پس ہمہ تحریفات ایں شقی ہمراہ وے در گرد وے کہ با و یہ
است دفن شدند، و قالوا الحمد لله الذی هدانا لهذا و ہا کنا لنھتدی
لو لا ان هدانا الله۔

۱۲۶ — پس باید دانست که عالم قدیم بالذات نیست، چنانکه این
 و ناخلف دس می سرایند، بلکه باعتبار ادیان سادیه از هر دو طرف ماضی و
 مستقبل محدود است، چه مستقبل بگی از قوت بفعل برآمده، و مسأله تجدید
 امثال، که معرفت عرفا است، هم مسأله درست است، باقی ماند ماضی
 پس اگر چه بداهت و هم حکم می کند که غیر تناسلی بالفعل است، و تعطیل فیض
 نامعقول. لیکن حقیقت چنین نیست، و عالم از هر دو جانب غیر تناسلی یعنی لایق
 عند حده است لا غیر، چه وسعت قدم را بر بسط حوادث، غیر تناسلی بروی
 پیر کردن، چنانکه مذهب فلاسفاست، نامعقول است، چه وجود حادث زمانی
 در ازل و تقویم قدیم باحوادث ناممکن است و خلاف مقدمه حقه که ما ثابت قدم
 امتنع بعدم. نیز حقیقت الامر این است که چون از باری تعالی زمانه رفع
 کنیم که متفق علیه در میان عرفا و عقلا است، حوادث در عالم خود، که طول محدود
 است، از جانب می آیند، و بجانب گمی روند.

ع ازین در درائے و ازین در خرام

و جانب ایاب را مستقبل نام نهاده ایم، و جانب ذیاب را ماضی
 و پس هر دو ماضی و مستقبل کدام حقیقت واقعی ندارند، بلکه محض اعتباری
 و اضافی نسبت ماکه حوادث مستقیم هستند، و زمانه هم حقیقت واقعی ندارند
 بلکه از تراعی از تجدید و تقفیت حوادث است لا غیر. سبحانه الذی
 یغیر و یدبغیر. وریں حال اگر اراده ازلیه هم با حادث حادث متعلق شود
 آن حادث بحسب مقتضای حقیقت خود در مفاک عالم حدوث خواهد افتاد

۱۲۸ ————— احقر بیچ مدان در نعتے گوید۔

۱ اے آنکہ ہم رحمت مُہدۃ قدیری ۱ باران صفت و بحر ست ابرِ مطیری
 ۲ معراج تو کرسی شدہ و بیج ساوآ ۲ فرشِ قدمت عرشِ بریں سہ سہری
 ۳ بفرقِ جہاں پایہ پائے توشہ ثبت ۳ ہم صد بکیری و ہمہ بدر منیری
 ۴ ختمِ رُسلِ نِجمِ شُبلِ منیعِ ہدایت ۴ حقا کہ بشری تو و الحقِ نفیری
 ۵ آدم بصفِ معشر و ذریتِ آدم ۵ در ظلِ ولایت کہ امامی و امیری
 ۶ یکتا کہ بعدِ مرکزِ ہر دائرہ یکتا ۶ تا مرکزِ عالم تو اے بے مثل و نظیری
 ۷ کس نیست ازین امتِ آنکہ چو احقر ۷ باروئے سیاہ آمدہ دموئے زریری

۱۲۹

۱ گفت حرفِ راستی و درست ۱ ہاں کہ در رہروی نفسانی ست
 ۲ نگذاری مرا بہ دردم فرد ۲ زانکہ این دین واحد من و تست
 ۳ الٰہی حق را ہمیشہ فتحِ قریب ۳ ہمتِ مرد کار باید جست
 ۴ من و تو در میان بہانہ شدیم ۴ ہمہ ادہست واپسین و نخست
 ۵ گم کہ اندرِ حصارِ دنیا ۵ خادو گل در چمن بیک جارست
 ۶ در شبِ تاریکِ تاری ۶ گم نکرد آنکہ بوئے خوش راجست

(حاشیہ منقولہ شدہ) گرامی است غرض ازین آیات اطلاع دادن بایں اسماء نقی است تا این ما
 مبارک نیز قوم را معلوم شوند، و اگر مسألت اسم میں مسمی بودن و یا غیر آن فہمیدہ باشی پس درین آیات غیر ست

و در مُحَمَّد رسول اللہ والذین معہ علیہ السلام فافہمہ

لے القع: ۲۹

دوش در گوش من سرش مید ۷ که نگذار این دو حرف درست
 رایت حق بلند می باشد ۸ درید مستمند می باشد
 هر که ادراک مقصد خود خواست ۹ گر رسید آن رسید از ره راست
 یارب این بنده ملامت را ۱۰ نبری راه چپ قیامت را
 بطفیل محمد عسبی ۱۱ خاتم الانبیاء رسول و نبی
 بهر عالم امام نیز خاتم ۱۲ با از حق برود صلوٰۃ و سلام
 رحمت عالمین همه رحمت ۱۳ اول خلق و آخر بعثت
 سید جلد خلق در محشر ۱۴ سرور کائنات و خیر بشر
 صاحب حمد و خطبه روز جزا ۱۵ هم ز حمدش عیان مقام و لوا
 آنکه زیر لوا دے همه خلق ۱۶ آدم و من سوا توبے فرق
 فاتح و خاتم نبوت اوست ۱۷ اول و آخرین رفعت اوست
 احتفالی که بود بهر مهام ۱۸ منتظر صدر جلد بود و ختام
 اہل عرف این خاتم نشانند ۱۹ زاکم ز اول نظام نشانند
 بود فاتح چو در مراتب جد ۲۰ موطنے نیز بود آن ز وجود
 از شرف خاتم کمال بود ۲۱ هست احماد کان ز دال بود
 سابقین جلد در قیادت دے ۲۲ هست کافی پیے سیادت دے
 نمنا بود در کسالتش ۲۳ در ظهور این بود علامتش
 آنکہ پیشین بوبک دے ۲۴ نبود لاسحق بمنصب دے
 چون کے کار را تمام کند ۲۵ هست وارد که این نقیمہ بود؛

پیشتر ہرچہ بود بد تمسید ۲۶ آخر آن غایت کمال رسید
 هست فی نفسہ بدون سوال ۲۷ بالبداهت کمال ختم کمال
 این کمال از معارض دیگر است ۲۸ نزو حق جو نہ عیب، بل ہر است
 منصبہ ہست از غایت حق ۲۹ نے بتولید کا وقتاد قسقل
 تولیت از حق است شرط مقام ۳۰ ہچو کہ بیعت است نصب امام
 این بود معنی وَلَمْ یَعْرِفْ ۳۱ اے امام زمانہ خیر
 مردنش جاہلی است بے بیعت ۳۲ چر حل اوقادہ در ظلمت
 بنظر سوائے جاہلیت راند ۳۳ ہچو عنوان کہ ہچو ایشاں ماند
 ہم امامت کہ بعد دے مرصوف ۳۴ جستہ آید نہ نزد شاں معروف
 بعد تنفیذ سلطنت از تہم ۳۵ می نماید ترا بعید از فہم
 باطنی نیست غیر این مقصود ۳۶ ہست امام آن خلیفہ معصود
 از نبی بہ کماطہ استحقاق ۳۷ پس ز اشکال آمدہ اطلاق
 متعدد فتنہ مدعیان ۳۸ حق شناسی ترا رسد زمیناں
 باز ہر کس بدوق خود نزود ۳۹ حق و عقد زمانہ نذر
 سیرت انبیاء است بر فطرت ۴۰ نے تظلم شکف و شرت
 داند آن کس کہ فرق چیز کند ۴۱ عمل و علم شاں تمیز کند
 پس ز قرآن کہ در خطاب جب ۴۲ توکل طریق شاں دریاب
 نے بمعین خطاب دنیا فکر ۴۳ نے ناقص بقول ولا یومرک
 ہرچہ باشد براتے دیں باشد ۴۴ صبر و اخلاص و مریض باشد

فضل او مسئلہ سرایت نیست ۴۵ ہم نبوت بجز عنایت نیست
 هست فضل جناب رحمانی ۴۶ چون لقب یا خطاب سلطانی
 و آن لقب نفس دے چو دالابد ۴۷ از کمالات خود دو بالا شد
 هست ابداع نیز در قدرت ۴۸ نے ہمیشہ بساوة و صورت
 پس ہمیں تولیت وجود ہوں ۴۹ بچھو ارشاد دے کہ کن فیکون
 وہی نہ فہی کہ محض تفتیب است ۵۰ آنچہ گفتہ ہم بتقریب است
 در کمال و نبوت از تحقیق ۵۱ اختلافی است نوعی از تفریق
 فاتح و خاتم آن یکے را کرد ۵۲ هست ایماں کہ با خدا است نبرد
 فتح و ختم این دو از مشیت است ۵۳ چیت دروے سوال ایماں دست
 نسبت دے بجلہ یکسان است ۵۴ پس چہ دروے سوال از مان است
 سابقین جملہ اند زیر لوا ۵۵ پس چہ بحث است ازیں زیادہ ترا
 بہت کمسوب یا کہ مہوب است ۵۶ زیں فضولی ترا چہ مطلوب است
 بریادت برد تو ایماں دار ۵۷ کار حق را بسوئے حق بیچار
 در خصائص چہ شرکت و انباز ۵۸ از فواصل کجا فضائل باز
 آنکہ گفتہ نبی نبی ساز است ۵۹ در مشیت شریک و انباز است
 گر نبی در زمانہ اول خاست ۶۰ بودے این حرف نے در آفر است
 تولیت چہ کہ هست جزو اخیر ۶۱ بر ترش اختیار شاہی گیر
 گر نہ فہمیدی این مقام دگر ۶۲ قصۃ آدم و رجیم نگر
 ہاں دلایت کہ در نبوت است ۶۳ مثل جز و آن نصیب آت است

باطل و تاویلات فاسده و تعطل و تمحل و اتمام مرام، که مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ
فِي نَفْسِهِ شَيْئًا إِلَّا أَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَى صَفَحَاتِ خَلْقِهِ وَ قُلَّتْ لَنَا
و بدون طرق تنافست و تساقط و تعارض و تناقض و در کدام امری از امور
بل و نسب حق از پرده غیب و کمن قضاء و قدر بر وفق انشراح صدور ،
و بدون کدام رجوع و بداه خیال در تحقیق اطلاعات الهیه و مواهب قاهره و الجلال
و صفاء ستر و سریره، و اطرا و اتحاد طریق بدون کدام تمحل و تعطل و تعارض
و توفیق، و ایشار جانب خدا بر جانب اغراض، و از وصلات و علائق تسئل و
و اعراض، و استبدامت حمد و شک و یاد حق و ذکر در همه حوادث اعراض،
و تربیت ایشان بحسب فطرت سلیمه، و علم لدنی زیر عنایت رب العالمین
بدون کدام تفلسف مزاجی و اختراع مخترعین و تکلف مشکلفین و تسلیم و تفضیل
و عبدیت کامله، و طمانیت زائده، و استقامت شامله، و ظهور دین ایشان
بر اویان و نشر ایمان و خصایل ایمان در اکران بوده. و بیچ گاه راہ لایب و چایلی
نہ پیموده، و نہ بیچ گز در مقابلہ کفار و جابرہ از کلمہ خود تنزل فرموده، و یا
تخویف و تهدید و هجوم ایشان از جاوہ خود انحراف نموده، و یا لوثی از طمع
و جمع از حطام دنیا بد امن ایشان رسیده، و یا حرص و ہوا و حب مسا
بسوئے خود کشیدہ، و نہ با ہم اختلافی در علم و یا در عمل و رد و قدح
بر یک دگر آوردہ، و یا بموہوبین شان کردہ. و نہ گاہی اذلال و عجب
بر کمالات خود و یا بزرہ نفس و نفخ و کبر و علالت. - بالجملہ ہرچہ بودہ از مواہب
ربانیہ بودہ. نہ از دائرہ ریاضت و مکاسب انسانیہ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ

يَجْعَلُ بَرَسَاتِهِ وَفَرَمُوهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُجْتَنِبُ مِنْ تَرْسِلِهِ مَنْ تَشَاءُ
 در آیت اولی حوالہ بر امرے ایجابی فرمودہ، کہ علم الہی است و در آیت
 ثانیہ بر امرے غیر ایجابی، کہ مثبت است۔ و بیشتر دیدہ شدہ کہ در باب
 تخصیص واضطفاء و اجتناب از جانب خود حوالہ بر امور الہیہ کردہ آید، کہ
 از مکاسب نیستند۔

۱۳۱۔۔۔ مخفی مبارکہ کہ آن چہ از محل سیرت انبیاء نگاشتہ شد، و یا کہے
 و گر دگر چیز ہا نگارو، نہ اینکہ حقیقت نبوت ہمیں قدر است، و نہ آنکہ علماء
 نوشتہ اند کفایت کردہ، و نہ آنکہ این مخدول تکرار و اصرار کند، و فی الحقیقت
 از علماء آموختہ آسیا گر داند، کہ نبوت عبارت از کثرت مکالمہ الہیہ است
 بلکہ این ہمہ از رسوم ناقصہ است کہ نشانے از راہ و ہد و سرانجہ و انما یبد، و
 حقیقت الامر راجز انبیاء کہ موصوف بہ نبوت اند، کہے دگر نمی داند، و
 نہ در مجال و سے کہ این گو نہ امور الہیہ را اکتفا کند و باین معاملات
 الہیہ و مقامات ربانیہ در رسد و این معنی را در فتوحات در باب ثلث و
 ثلثائتہ بہ تفصیل آوردہ، و فرمودہ "فاللہی ذوعین مفتوحة لمشاهدة
 النبوة والولی ذوعین مفتوحة لمشاهدة الولاية ذوعین

عمياء عن مشاهدة النبوة" ۱۰۷

کس نہ دانست کہ منزل کہ آن دوست بجا

این قدر هست کہ بانگ جرس می آید

مانند صلعتہ الجرس

۱۳۲ — از احادیثِ نبویہ معلوم می شود کہ حقیقتِ ذی اجزاء کثیر است کہ تفصیلِ آل اجزاء نفرموده اند، و بر بعضی از آل اجزاء حکم انقطاع فرموده، و چیزے از بشرات باقی است، و این حکم باعتبار جزء اخیر علت تاوست؛ و الا کمالاتِ مسمدہ کہ نبوت بر کسبی آنها نشیند، و یا مانند صورتِ برادہ یا نقش بر لوحِ سادہ و یا مانند مشروط و موقوف بر شرط و موقوف علیہ، اُن کمالات جاری و ساری ہستند و صراطِ الذینِ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۚ مع کریمہ فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ مانند وَاِذْ تَقُولُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ۖ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَنْتَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ۚ و خود در آیت فرمودند وَحَسْبُ اُولَئِكَ مَرْفِقًا ۚ و این آیت نما را در موضعِ خوب فہمائید، کہ کمتران را با مہتران نہند، مانند اُن کہ خدمت را با ارادہ نریزید کہ در صدرِ لطافت مذکور است کہ اولِ مرحلہ است۔ و سہایتِ ہمیں کمالات است کہ این جہول مخفعل از راہ بردہ، و تعدیہ ثبوت شمرده۔

۱۳۳ — و اگر کسی تفسیرِ سہادہ می گوید کہ ہماں حقیقت است کہ در غیرِ انبیاء متحول بسوئے ولایت گردید، و ہمچنین دجی و الہام، و عصمت و محفوظیت و معجزہ و کرامت مانند جنیہ شمس کہ در کاسہ قمر نور شود، و یا مانند اشیا کہ در خارج اعیان ہستند، و در ذہن صور، و در مرا یا اشباح۔ و یا مانند تفاوتِ وجوہات اشخاص کہ تمتی رفعِ آلِ جہل است " این تفسیر ہم قابلِ و تفرق و اعتماد

چندانے نیست ، چہ ہر اشیاء مذکورہ از مرتبہ قطعیت منقطع شدہ
در مرتبہ نفییت آمدند ، کہ تو ان گفت کہ از وجوب بسوئے امکان رسیدہ
پس این اختلاف ، اختلاف عوارض است و یا اختلاف حقیقت مانند
تفاوت اشخاص نوع است با وجود اتحاد حقیقت دیا چہ ؟ این امرے است
کہ جز علام الغیوب کنہ آں را کسے نداند ، ندانی کہ در زیادت و نقصان ایمان
کہ آیا در عوارض است و یا در نفس حقیقت ؟ تا حال انفصال نشدہ ۔

۱۳۴ — و چون متأخرین اہل معقول در حصول اشیاء با شہا ہما مقرر
کردند ، مانا کہ در حصول صفات نفسیہ غیر جزیں راہ نیست ، الا آنکہ حصول
باستحقاق خود باشد ، نہ بطور استفادہ ، پس استفادہ کہ این مخدول
سرا تیدہ راجع بسوئے ذات خود گردید ، و در واسطہ فی الثبوت کہ واسطہ
و ذوالواسطہ ہر دو موصوف باشند عقلاً را در ان ہم معرکہ است ، بعضی
از ایشان فہمیدہ اند کہ فعل از فاعل صدور یافتہ و گر سرورے بر مفعول بہی
رسد کہ آنرا بمفعول مطلق نام کردند ، حقیقتہ جداگانہ نیست ، البتہ اثر فعل
چیزے جداگانہ است ، پس دریں اغلوطات افتاد و ضروریات دین
متواترات را بر ہم شکستن کار الحاد و زندقہ است ۔

۱۳۵ — و معلوم باد کہ در اجرائے نبوت دریں اُمت بیہج مزیت این
اُمت و یا مزیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر نمی شود کہ در پیشینیاں نظیر
دے موجد است ، و فرقی استفادہ و عدم استفادہ ، چنانکہ گذشت ، لغو
است ، تمیزے و اثرے در خارج ندارد ، صرف اختراعے فہمی است کہ

زائد از طفل تسلی نیست پس بچه معنی خاتم النبیین آنحضرت صلی الله علیه و سلم را فرموده اند؛ اگر گفته آید که خاتم کمالات نبوت هستند که مسافت کمالات و اجزاء نبوت را با ختم رسانیدند و سپری کردند، اگر چه دوره و زمان نبوت هنوز باقی است، پس در نظم قرآن بجا است که خاتم کمالات نطق فرموده باشند؛ و کدام کس را حق است که از حق کلمه دے بدرود؛ که خاتمه اشخاص انبیاء فرموده اند، و این امر فرع ختم کمالات هم است. و علامت آن که بختم زمانی ختم کمال نمودند، و این گونه ختمیت در عالم تقدیر مقرر و مرعی است و مملوک و مآقی، که ختم صوری را علامت ختم معنوی می گردانند، و این امر در شاهد یا بفتح است و یا بختم، در آنحضرت هر دو جمع فرمودند، خبر و فایده شاه رسل و شفیع مرسل

خورشید پین و نور اول

و نظیر آن در سابق نیست، پس مزیت این است یا بر منوال

سابق بودن؟

۱۳۶ — و اگر صاحب اختیار و مالک امر گوید که من فلانی منصب را از آنجا آغاز کرده بر فلان اکل اختتام کنم، آیا این امر نزد اهل عرف بداهت کمال نیست که این ملأه در بدیهی تشکیک انداخته اند، و گذشت که قول کنی خاتم المحدثین یعنی خاتم کمالات من بین المحدثین نیست، بلکه خاتم اشخاص و مبنی بر سامت

مع مقه محمد عبدالله صاحب لرحیانی در مسافت فتح بعض عبارات این لمدرین معنی نقل

تبعی نماند، و در سلسلہ توریث خاندانی رسیدہ، خصوص سائے قصہ
 نزول شان آن در دما جعل ادعیاء کمر ابناء کمر و در یکی لا
 یكون علی المؤمنین حرج فی ازوج ادعیاء هم له تمام شد،
 پس کلام بسوئے توریث کشید، چنانکہ از ابن عباس از معالم التنزیل
 گذشت۔ البتہ دو جز مراد داشت یکے علاوہ پدری و پیری، بدل آن سالت
 نهادند۔ دوم توریث، بدل آن ختم نهادند، پس این است وجہ دو کلمہ
 ۱۴۔ و معلوم است کہ در بقاء خاندان پیری و ابقاء سلسلہ نبوت
 ایشان کدام تلازم شرعی و یا عقلی نیست، لیکن اہل عرف و محبان صادق
 می خواهند کہ در خاندان سلسلہ توریث باقی ماندہ و درین حال مخطور بود کہ شاید
 کدام سلسلہ از نبوت و یا خلافت و ولایت عمد و یا توریث مال و مانند آن
 در خاندان ماندہ اگرچہ لزوم هیچ گونہ نبود، لیکن تناسب داشت، و بسا کہ
 متممی محبان مخطور اذہن می باشد۔ چنانکہ در علم ہم توریث خاندانی لازم
 نیست، و لیکن اگر در خاندان باقی ماندہ از علم خاندانی می گویند و مناسب دارند
 در بہر منوال است: یَرِثُنِی وَ یَرِثُ مِنْ اِلٰی یَعْقُوبَ ۛ وَ عَمْرُو
 آل ابراہیم و آل یعقوب و آل عمران و آل یاسین و آل داؤد و برہمین ملاحظہ
 آمدہ۔ در موضع از سورۃ اعراف چیزے از منصب خلافت و امامت و
 بودن امامت در خاندان ہارون ذکر کردہ۔ و ہمچنین و ویرث سلیمان
 داؤد ۛ و در محالم آورده و روی عن عطاء ان الله لما حکم ان نبی

بعده لم يعطه ولد اذ كرا يصير رجلاً.

۱۴۱ — پس فرمودند که محمد که در اذبان مخطور تواند بود که برائے اجرا خاندان پسری هستند و ابقاء توریث کدام گونه، این گونه نخواهد بود۔ در تقدیر ما برائے ختم سلسله نبوت اند۔ پس سلسله ولایت عہد در خاندان پسری نخواهد ماند، و بالاولی سلسله نبوت ہم نخواهد ماند۔ گذشت که سلسله توریث نبوت بالاستفاده ازین نظم بالاولی منفی خواهد شد۔ بر نسبت نبوت بلا واسطه، زیرا کہ البت در صورت اولی اذخل است۔

۱۴۲ — حاصل آن که محمد برائے اجرا نیست، بلکه برائے ختم و بنی نظم آیت بر لزوم نیست، بلکه بر تناسب و وقوع آن ہم بقدر مخطور بودن اذبان اگر چه از مسلمین باشد، و نه در محط کلام ضروری است کہ در ماکان مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رَجَائِكُمْ از اولی امراء سلسله نبوت را محط گردانیم، بلکه بطریق اولی بنفی و اگر سلسله مناسبت منفی شد، و ختم کلام کہ وَلَکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ است متضمن اشاره خصوصی بسوئے اراده آن در صدر کلام شد۔

حكما قال التفانرافی فان قلت اذا تحقق تنافی الوصفین فی قصر القلب فاثبات احدهما یكون مشعراً بانتفاء الغیر فما فائدة نفی الغیر واثبات المذکور بطریق الحصر ؟ قلت الفائدة فیہ التنبیہ علی ردّ الخطاء، اذ المخاطب اعتقد العکس، فان قولنا نرید قائل وان دل علی نفی القعود، کنته خالی عن الدلالة

فرمود که مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنَ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنِّ رَسُولُ
 اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، پس شیوه ایمان این است که همگی تعلق و تحمل
 را گذاشته آن حضرت را خاتم همه بنیین یقین کنیم، و باین ایمان آوریم
 که در همین عقیده این آیت آمده، و چون حضرت حق در هیچ جا تقسیم و
 تقیید نفرموده ما را حق نیست که بر شبهات زینج و الحاد از عموم و اطلاق
 آیت بدر رویم، که مقابله نفس با قیاس اولاً ابلیس کرده، سپس اجماع بلا
 فصل برین عقیده منعقد شد، و از عمر نبوت تا این وقت همین استمرار
 و استقرار ماند، پس این عقیده قطعی الثبوت، و این آیت در اثبات
 آن قطعی الدلالت ماند.

۱۴۵ — و آنچه این لحد و اذناپ و س در خلاف می کوشند، همگی
 مغالطه های فضیحت هستند، و بار بار در مناظره با منعم و ذلیل در سوا شده
 بدایت نگر فتنه، و مشابره با از انجمن خود گرفته در بدل ایمان کفر خریده مانندند.
 طریقه ایشان این است که محکامات را بر شبهات و مقابلهات مکرر می کنند
 و رفته رفته از ایمان بدر آوند. هیچ دلیل سماعی یا عقلی مسکن ایشان نیست،
 الا شبهات الحاد. چنانکه بعضی از آنها دیدی و شنیدی که زیاده از زندگی می کنند
 و بر همه آن شبهات این نفس حاکم و حاوی شده.

۱۴۶ — مانند آنکه تعلق و رای اعراف یبْنِیْ اَدْمًا یَا عِیْنُکُمْ رُسُلُ
 مِّنْکُمْ یَقْضُونَ عَلَیْکُمْ اَیَّاتِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ، می کنند که استقبال با اعتبار نزول است نبوت
 جاری است. حال آن که درین آیت کدام قید اتباع خاتم الانبیا نیست، که

در نصّ ختم ایجاد کرده بودند. معنای این شبهه از غایت غباوت و احماد ناشی است. حق تعالی قصه آدم بیان فرموده و در میان کدام کدام جمله بکلمه قل در باره آن امور، که در مابعد هم بوقوع آیند، خاتم الانبیاء را خطاب فرموده، و بر کدام فائده ضمنی ارشاد و تنبیه کرده، که باز حاجت استیناف کلام و از سر گرفتن پیش نیاید، و دست بدست انجاماز شود، و چهار بار بعنوان یٰبَنِی آدَمَ ارشاد کرده، که همگی از آن عهد است. و استیناف با عاده خطاب اول. و استقبال هم باعتبار آن عهد است. سپس قصه نوح و هود و صالح سر فرموده، و مابعد خاتم الانبیاء آیت رُسل را نهادن مُعَارَضه با حضرت حق است، که یک بار مراد خود بنصّ ختم آموخته بود و در ابتداء بقوله هم قریب باین نظم ارشاد شده قُلْ اَهْبِطُوا مِنْهَا جَمِیعًا فَاِذَا مَا یَأْتِیَنَّكُمْ مِنْیْ هٰذِهِ الْاٰیٰةُ وَنِیزْ دُرُطَةُ بَحْثِ آدَمَ وابتداء آفرینش استقبال مناسب بود، همچنین آورده ببحّ خاتم الانبیاء اتصال بقیامت ذکر فرموده و در میان کدام دگر افتنه ننهاد، همین واقع بود، و همین گونه نظم آیات.

باز حق تعالی را این هم می رسد که در لاحق خطاب از سابق گیرد، چند حکم مناسب این صبیح باشد، ذیبن هیچ کس از امت درین آیات بسوئے کدام تو هم نه رفته، و نه درینها کدام راسته از آن. این ملحد را دعوتی نبوت بتعلیم شیطان جدا گانه کردن بود، بعد از آن این الحاد با سکا لیده، و

اَذْنَابِ وے از علم و فہم و عمل و نیت ہمگی عاری اند، آلا از کفر و عناد و عداوت حق و اہل حق، و شر و فساد۔ وَاللّٰهُ مُقْتَدِرٌ تُوْبِرُہ۔

۱۴۷۔۔۔ و مانند آنکہ در وَ اَشْمَنْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ لَہِ الحاد کنند، حال آن کہ مراد واضح است، کہ کدام جزو نعمت نگذاشتم کہ شمار اعنایت نکردم؟ و این منافق ماندن کدام جزو جدید است کہ هنوز نداده باشند، نہ بقاء آن نعمت را کہ دادند۔ برخلاف خاتم النبیین کہ خاتم اشخاص فرمودہ اند، و این منافق آمدن کدام شخص دگر است، ہماں خاتم الانبیاء ہستند، کہ دورہ شان باقی است، و چنانکہ در حیات او شان نبیّت دگر نبود در مابعد، ہم نیست، و چنانکہ گفتہ آید کہ برفلاں کس اجزاء سلطنت اتمام کردیم، این مضمونے است مکشوف المراد۔ و اگر گوئیم کہ فلاں کس را خاتم سلاطین گردانیدیم این مضمونے دگر است کہ بجائے خود مکشوف المعنی است۔

اجزائے شے چیزے است، و عمر شے چیزے دگر۔ باتمام اجزائے عمر دہنے تمام نگروید، بلکہ ناقص ماند و بنحتم اشخاص عمر ختم شد و سلسلہ باقی ماند، و آن کار گذاشت۔ و چون کسے کار گزارد باوے چہ معارضہ؟ و تحریف مراد وے چکر نہ؟

۱۴۸۔۔۔ غرض آنکہ ختم نبوت یک بار آموختہ عقیدہ مستمرہ باید فہمیدہ و مفروغ عنہ۔ سپس ہر چیزے کہ از ذخیرو سمع و نقل پیش آید موافق وے شرح و تفسیر باید کرد، زیرا کہ از ضروریات دین است۔ یعنی ازاں امور کہ بہ

تبلیغ پیغمبر اسلام خاص و عام را رسیده ، و این گونه امور در دین حقیقت
مقرر شده دارند ، که باطن کے دلائل و اثر نیستند ، برخلاف ظہیات ۔
و اگر ہر چیز در دین دائر دارند پس دین را کدام حقیقت محضہ نیست ،
و این ضرورت بتواتر نقل و اشتہار و استفاضہ می باشد ۔ حکم ہر چه
باشد ، خواہ افراطی ، و خواہ استجاب و اباحت ۔ و گاہ قطعیت بقیام
و لیل عقلی کہ ماسہ نقل باشد ، ہم می نیرد ، لیکن لازمی نیست ، بلکہ چون
عقیدہ و رأیت طبقہ بعد طبقہ متواتر ماند ، و خلاصہ در اہل حل و عقد
ظاہر نشد و متفق علیہ ماند ، پس آن قطعی است ۔ و تواتر گاہ باسناد
گاہ بطبقہ و تواتر ، و گاہ بقدر مشترک می باشد ۔ و این ہمہ تواتر است
و ہمیں است سبیل المؤمنین کہ قرآن فرمودہ وَ مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا
تَوَلَّىٰ وَ نُصَلِّهِمْ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيرًا ۝

۱۴۹ — و من بعد مخفی مباد کہ اگر کسی کہ یہ فلاں عمارت را ختم کردم

این سخن از مشاہدہ حال و اراہ خود ، کہ مالک دے است ، گفتہ است ۔

پس این مکشوف المراد است ، تحریر مراد دے کار صا دقان راتان

نست ۔ برخلاف آنکہ گفت کہ فلاں کس خاتم المحدثین است ، چہ چیز مشاہدہ

کہ وہ گفت ؛ زیرا کہ علم غیب ندارد ، و در احوال احاطہ ۔ لا بد این سخن تخمین است

و مجازہ و مسامحہ ، برخلاف علام الغیوب و مالک الملک ، پس ہنحو

کہ آغاز بنی آدم است، برخاتم الانبیاء محمد رسول اللہ - کہ برخاتمہ دنیا ہمتندہ
تمام فرمودہ و اعلان اکمال دین و ختم نبوت نموده، و مقصود این ختم، چنانکہ
ابن کثیر باین معنی رسیدہ، ہمیں است کہ من بعد کے مہد و زندیق و دجال
و کذاب در میان نخلد، و یا از مختوم چیزے نہ بر آرد، و تا آن کہ اُمت
بریں عقیدہ ماند مشمول رحمت ماند، و چون انحراف کند موجب تفریق و تمزیق
گردد، و ہیج فرق در تشریع و غیر تشریع نیست، زیرا کہ چون اضافہ در ایمانیات
مکن بودے در اعمال چہ دشوار است؟ پس اگر دگر پیغمبران آیند و تکفیر
منکران کنند این اختلاف اختلاف رحمت نیست، بلکہ اندراں استیصال
بیضہ اُمت مرحوم و ابطال خیر و برکت وادشاں، و اعدام اصلاح و فلاح و
نجاح ایناں، و فتح باب تکفیر یک دگر، و سد باب اتفاق و ایقان است
و محارضہ و مناقضہ مقصد الہی است، کہ بعد ازین کدام دجالے درمیاں
نخلد ۛ

انروح وقد خفت علی قزادی

بجاء ان یحیل بہ سوالک

و ہمیں سبب اعلان ختم فرمودہ کہ عرق دجل و زندقہ قطع کند، و اُمت

تمزق و تقطیع ایمان نکند، و در ہرج و مرج و حرب و ضرب و شک و شک
و شقاق و نفاق بیفتد، و موجب فساد فی الارض و فتنہ طول و عرض گردد۔

۱۵۱ — پس این حکمتِ باہرہ را با وسوسہ این شقی کہ نبوت نبی ساز
باید بود بسنج، و انصاف دہ کہ حقیقت رحمت بحق اُمت مرحومہ این اعلان

بود، که از الحاد و عباد آن را نفیید، که تکفیر منکران با وجود ایمان کامل برخاتم الانبیا
 اعدام رحمت بحق اوشان می کند، پس عدد آن اشقیاء که اوشان را انبیاء
 آفرید، و عدد جابیه را بسنج که چه موازنه است؛ رحمتی که بحق اُمت نزل
 گفت این است که بیک دین و ایمان، و یک کتاب و نبی، و هدایت
 متّحد و ملت واحد، و یک سبیل المؤمنین، و یک راه روند که در باقیین
 مقدر نبوده. ابن کثیر همین معنی را فمیده می گوید و لهذا من شرف
 صلّ الله علیه و سلم انه خاتم النبیین و انه مبعوث
 الی الخلق کافّة - و ختم نبوت را بر ذات گرامی شرف قرار داده
 و گذشت که این بدیهی است، و تشکیک این مخدولان تشکیک مریضیه است
 است، و طرانی از ابوالکاشعری روایت کرده اِنَّ اللهَ بَدَأَ هَذَا
 الْأَمْرَ نُبُوَّةً وَ رَحْمَةً وَ كِتَابًا خِلَافَةً وَ رَحْمَةً
 و فی الحقیقت در رحمت خیر عام مقصود می باشد که در جنب دے تکمیل
 چند کس معدود و زنی ندارد، و چون سخن بر موازنه رحمت رسید این نکته
 را باید بسنجید.

۱۵۳ — باقی ماند معامله نزول عیسی، پس از ایمانیات سابقه است
 نامرے مزید. و مقصود بالذات هدایت عامّه و تربیت کافّه است
 و بعثت ارسال رُسل مقصود بالعرض و معلوم است که بوقت تجاؤب جواب
 و تعارض مصالح رعایت الارفق فالارفق و خیر نسبی از میان امور می کنند،
 (والله الموفق)

۱۵۴ — و بناء آیات قرآن حکیم و مطلع نظر کلمات تنزیل و محط فائده
 آنها و مشقط اشاره همگی همین است که بعد قرآن کتابی و وحی و خطابی
 که با و ایمان باقی و واجب باشد موجود نیست ، آن وحی را که مخصوص بانبیاء
 است در ما بعد ننهاد ، و بطور مفهوم ، که از انواع دلالت است ، نفی
 فرموده ، چنانکه فرموده ، وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا
 أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ لَهُ
 لِكُلِّ الرِّاسُخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ
 يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ . يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ
 عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِهِ وَلَقَدْ أَوْحَى
 إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ أَنِ الْمَقَرُّ إِلَى الَّذِينَ
 يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ
 قَبْلِكَ . كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ
 اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ .

و این نوع استدلال در فتوحات آورده ، که این محمدان بقاء نبوت
 برایشان اقرار کرده اند . و شیخ در وصل من الباب الثالث والسبعین
 السؤال التاسع عشر تصریح فرموده که مرادشان از نبوت معنی لغوی است
 و اصطلاح شرعی .

۱۵۵ — سپس معلوم باد که این نبوت من غیر تشریع، که عبارت از فیوض و کمالات و ولایت و بشارات است، نزد شیخ از اجزاء نبوت است، نه از اقسام نبوت — و همچنین نبوت تشریع از اجزاء است، که کل تا آنکه همه اجزاء متحقق نباشد صادق نیست، نه مانند مقسم کلی که بر اقسام صادق باشد که این ملحدان فهمیده اند، و شیخ تصریحات باین معنی فرموده، فی الجمله نزد ایشان جزء باقی است، که مصداق کل نباشد، نه کدام جزئی، و یا کدام قسم نبوت.

۱۵۶ — و نوحی دیگر از آیات که در این وحدت این امت تا آخر فرموده، مانند کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الْآيَةُ ۚ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرُّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَاكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ

۱۵۷ — و نوحی دیگر در نحو آیات وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا يَأْتِيهِمْ آيَاتُنَا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الرُّسُلِينَ الْآيَةُ ۚ آمده - و بطور طرد و عکس اَتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْنَا مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ و معلوم است که اگر من بعد کدام قسم نبوت مقدر بودی

آیه آل عمران: ۱۱۰ آیه البقره: ۱۴۳ آیه النساء: ۴۱

آیه الانبیاء: ۲۵ آیه الحج: ۵۲ آیه الفرقان: ۲۰ آیه الاعراف: ۳

و بانکار او شان تکفیر رفتی هر آینه وصیت بودی که من بعد انبیا
خواهند آمد مباد که آن وقت هلاک شوید از ذکر سابقین ذکر لاحقین اهم
بود، که بر سابقین ایمان اجمالی کافی است، هر چه که تعداد باشد، بر خلاف لاحقین
که باو شان معامله ایمان در پیش است، و ازیں هم چه کم که قید من قبل را فرو
گذاشتند، که بے موقع و موجب مغالطه است، و عدو این نوع آیات
بسیار از بسیار است، اجمالاً از مُفتاح کنوز القرآن باید دید که یکے ازیں
آیت با در مقابلہ ایہام فاء لک مع الذین انعم الله علیہم الایۃ،
که تراشیده اند، کافی است، و عدو زائد برائے اہل حق و اہل ایمان
فاضل ماند، و الله المستعان۔

۱۵۹ — پس این قدر آیات بنیات کہ منی بر ختام و منہی ازیں مرام
ہستند، کہ ناظرین عدو آنها تا یک صدر سانیہ اند، نازل کردن، و ایائے
و التفاتے بسوئے ما بعد نکردن از مطلع نظر الہی خبر می دهد، کہ من بعد نبوت
بیہیچ قسم باقی نیست، و نبوت و وحی مختص باں من بعد در قرآن کم و ناپید
است، و در این طریق ہدایت و ارشاد و عباد نیست۔

و لم ارفی عیوب الناس طراً
کنقص القادریں علی التمام

۱۶۰ — و پچہنیں در ذخیرہ احادیث، کہ زائد از دو صد و رخم نبوت
آمدہ اند، و علی رؤس المنائر و المناہر و علی اعین الناس در رؤس

الاشهاد شنوانیده شده. ایماے داشارتے نہ۔ و بعض آنها در
انقطاع نبوت علی الاطلاق، و بعض در انقطاع خصوص غیر شرعی، مانند
حدیث بخاری و مسلم و احمد و غیر ہم، از ابی ہریرہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال كانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء
کلما ہلک نبی خلفہ بنی، و انه لا نبی بعدی، و سیکون خلفاً
فیکثرون، قالوا فماتوا مرناً قال فوابیعتہ الاول فالاول
اعطوہم حقہم، فان اللہ سألہم عما استرعاہم
و این انبیاء کہ یاسست بنی اسرائیل می کردند بر شریعت تورات بودند
شریعتی دگر نداشتند، و دریں حدیث بعد تصریح انقطاع نبوت آن امر
را، ہم ذکر فرمود کہ بدل نبوت باقی ماند، و آن خلافت است، نہ کدام قسم از
نبوت۔

۱۹۱۔۔۔۔۔ گذشت کہ نبوت استخلاف است، و لهذا در نسخہ نبودہ
نہ برائے تکمیل ذوات انبیاء، کہ آن جز ایست مندرج تحت نبوت و
ساری و متعدی۔ پس کمالات کہ بطور تسبیب متعدی نہادہ اند، اکنون ہم
متعدی اند، و سابقہ نیز۔ بر خلاف استخلاف و اختصاصات و تشریف کہ
مقتضی بر موبست ہستند، و نفی این حقیقت اعتقاد ایجاب بالذات و
بالطبع است، کہ از سر مخالفت دین سادی است۔

۱۹۲۔۔۔۔۔ پس اثارہ شبہات، مانند اینکه در میان مسیح ابن مریم و این
وین بیگانگی و اجنبیت نہادن، و تفریق مسیح ناصری و مسیح محمدی پیدا کردن،

دائیکہ طولِ حیات دے ورنہ دے موجب فضیلت دے بر خاتم الانبیاء
 است، وغیرت مائیں راقبول نکند، ہمہ از تعلیم شیطان است، کہ در سینہ
 مخدولان مرتج نشستہ القار می کند، وایشان بہ ہنجو ثبہات البہاں را
 ایمان بدر آرد، ورنہ ایں امور نہ موجب فضیلت اند، و نہ با خدا منازعت
 در اختیار

تبارک من اجری الامور بحکمة كما شاء لا ظمأ اراد ولا هضم
 فمالک شی غیر ما للہ شاء فان شئت طب نفسا وان شئت مت کفلا
 ۱۶۳ — پس باید فہمید کہ آخرت و خاقیت کے اگرچہ بوجہ تواند بود،
 مانند آنکہ مردم در قصرے پس و پیش جمع شوند، پس آنکہ در آخر ہمہ رسید
 باعتبار آمدن از ہمہ آئندگان آخر است اگرچہ باعتبار بر آمدن اول مانند چنان
 کہ در نحن الاخرون السابقون اشارت رفتہ، و آل مرکہ بر ملفوف
 زند، ہم چنین است کہ در وضع مؤخر است، و در فتح مقدم۔ و بسوئے ہیں
 حضرت عیسیٰؑ در حدیث مسند طحاویؒ بہی خاتم الانبیاء اشارت فرمودہ اند، کہ
 باب شفاعت را از ایشان فتح کنید۔

۱۶۴ — و از حدیث شفاعت و احالہ انبیاء بر خاتم الانبیاء معلوم شد کہ
 فتنی کمال باعتبار زمان ہم مؤخر بودن علامتہ است در سنت الہیہ بر فتنی بود
 دے، و ہمیں امر مرعی است در خاتم الانبیاء کہ در ضمن واقعات شدہ شدہ تر
 بر ذات گرامی او شان پدید آمد، و ختم زمانی صورت و پیرایہ ادا کنندہ حقیقت

دگر شد، که آن منتہی بودن در کمال است، و همچنین در صلوة لیلۃ الاسراء و امامت حضرت ایشان۔

۱۶۵۔ پس نبوت نہ صیغہ تولید است، چنان کہ این محمدی سراید بلکه استخلاف و ولایت عہد از رب العزت است، و در عقد خلافت و اخذ بیعت اقام مقصد است بر خاتم الخلفاء، و در تولید استخلاف معطل می ماند کہ منصب اعظم بود و اختصاص انجم۔ و در استخلاف احضار اہل حل و عقد سابق باشد، کہ تولید با قبایر متاخر باشد، و حق استخلاف آنکہ می گویند استخلفت فلانا علیہم، و ہمین امر در کریمہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَ الْاَيَّةِ ظاہر شدہ، کہ بوقت تحویل سلسلہ بنی اسرائیل بسوئے بنی اسمعیل بکار آمد۔

۱۶۶۔ و آن مصدق از بیرون آمد نہ از میان ایشان، و ہمین است عرب توارقہ نابی مقرنخ میمنخ کا مورخ یا قم یخ الوزج الاول تشاعون۔ اے نبی من قربک من اخیک کثلک یقیم لک الہک الیہ تسمعون۔ و اسکندرانی، کہ از اخبار میرد بود پس مشرف با سلام شد، و بشارت بہ لفظ علی شماعل آورده کہ تقریح اسمعیل علیہ السلام است۔ و اگرچہ عیسیٰ ہم می فرماید مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيِّ مِنَ التَّوْرَةِ ۖ لَٰكِنْ دَر مَا نَحْنُ فِیْہِ ہمہ نبیین را یک طرف نہادہ آن رسول آئندہ را می آرد و مصدق ہمہ ما معہم می دارند، نہ کدام کتاب مخصوص۔ و این برخاتم الانبیاء

صادق است. چنانکه در بقره و مائده آمده هُوَ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ
 لِّمَا مَعَهُمْ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا
 مَعَهُمْ لَبِئْسَ الْفِرَارُ و این عنوان ادعای است بوسیله ایمان بنسبت قیامت نازلۀ علی
 قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقَاتِ بَيْنَ يَدَيْهِ شَهَادَاتِ كِتَابِ اللَّهِ وَامْرَأَتِ
 بَاوْشَانِ نِسْتِ و هم چنین از انعام و معنّا بلفظ عموم است، و از بقره
 وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَتْ مُصَدِّقَاتِ مَعَكُمْ هُوَ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا
 لِّمَا مَعَهُمْ هُوَ و از نساء آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ
 مُصَدِّقَاتِ مَعَكُمْ هُوَ بعنوان جامع و از مائده مُصَدِّقَاتِ بَيْنَ يَدَيْهِ
 مِّنْ الْكِتَابِ هُوَ بارادۀ عموم و در حق عیسی از مائده وَصَفَّ آلَ عِمْرَانَ تَقْوِيَةً
 مِّنَ التَّوْرَةِ، نَزَلَ مِنَ الْكِتَابِ - پس در عنوان جامع و ما بین یَدِیهِ
 مِّنَ الْكِتَابِ هم فرق است که مرعی بوده.

۱۶۶ — و هرگاه در مثال مذکور، که اجتماع در قمر است، کسی از نشینندگان
 بیرون آمد و بازگشت، پس اگر باعتبار حرکات ایاب می شمیریم، گوئیم که آخرین
 ایاب این کس است، و چون این ایاب در مقاصد معتدبه نیست در اختلاف
 مجالس، همچون ایاب اول را می شمارند، گویند که آخر آئندگان فلان است نه این
 و چون گویند فلان خاتم النبیین است پس این باعتبار پیدایش و بعدیت
 اشخاص است، که چنانکه محلی در سابق ذکر کرده شد، و تشکیک درین امر

لَهُ الْبَقَرَةُ : ۸۹ لَهُ الْبَقَرَةُ : ۱۰۱ لَهُ الْبَقَرَةُ : ۹۰ لَهُ الْبَقَرَةُ : ۹۰

لَهُ الْبَقَرَةُ : ۸۹ لَهُ الْبَقَرَةُ : ۹۱ لَهُ الْبَقَرَةُ : ۹۰ لَهُ الْبَقَرَةُ : ۹۰

تشکیک در بدیهیات است، که قابل التفات نیست، و چون سخن بر اشخاص
رسید و تعدد اوشان بتایید وجه و اشکال است، نه باعتبار سبب ذهنی و منوی
از استقلال و اتباع که در تمایز وجه لغواست، لاجرم آمدن شخصی زومانی آیت
خاتم النبیین است، که شخصی دگر است، و کالبد و چهره دگر دارد، و بهین اقتباء
آیت ختم آمده، و تحریف این مراد زندگی و الحاد است، البته اعاده کس از سابقان
که حضرت مسیح بن مریم اند، اعاده است، که هموں شخص است که بود، و اعاده
و سبب علامت این است که کسی دگر بعد خاتم در سلسله نمانده، حاجت تکرار
افتاد، و نه خاتمت خاتم مقتضی فناء سابقین است، چنانکه لفظ آخر المہاجرین و آخر
الاولاد مستلزم فناء سابقین نیست.

۱۶۸ — پس تشکیک دریں امور تشکیک در امور بدیهیه است، که باطل
اینهادیور جیم بر ریش المہاں و سبب ایمان ریشخندی زند، قال فی الاصل
”فوجب حمل النقی علی انشاء النبوة لكل احد من الناس لا علی وجہ
نبی قد نبی قبل ذلك“ و الله یختص برحمته من یشاء.

۱۶۹ — بعد ازین معلوم باد که علماء کلام را در تفسیر فضیلت بحث است،
اکثرے بمعنی کثرت ثواب گرفته اند، و شاید ابن حزم چیزے دگر فمیدہ، که بود
از دایچ مطرات را با آنحضرت در یک منزل از جنت نقل کرده تفریبه برو کرده
که جمهور علماء تسلیم نکنند. اشتراک در منزل چیزے است، و اشتراک در
منزل و مکانت چیزے دگر. و چون این حقیقت فی نفسها موجوده و مقصوده است
الغای دے و اخلاء لفظ دے از نوعیت خود بر آئینہ تحریف است، و پنچسین
لہ الاما بہ فی معرفۃ الصحابہ : ج ۱ ص ۲۵ ترجمہ خضر علیہ السلام

صَوَاطِئِ الَّذِينَ أُنْعِمْتَ عَلَيْهِمْ حَقِيقَتُهُ بَرَاهِنًا است که حصول نبوت را نخواهد، و اغراج دے از موضوع خود اعدام حقیقت موجوده و ثابت است، که بلا دلیل نوعی احکام است، و همچنین رفع و نزول که بطریق مکشوف المراد اند، اخلاص آنها از موضوع و نوعیت خود احکام است۔

۱۶۔ اگر سلطان را مدعو کنند خدم و حشم در منزل و مکان همراه خواهند ماند، نه در عزت و وجاہت و منزل و مکان است۔ پس اشتراک در منزل و ضیافت ہم حقیقت است که ساری و متعدی است، نه وجاہت و منزل۔ و معیت را مراتب تنوع پیدا شدند، در کریمه فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ آيَةُ۔ ہمیں معیت معتدیه ارادہ کردہ اند، و آن ہم مراتب کثیرہ داشته باشد، نه وجاہت مختصہ۔ و کے را با کے داشتن و در علاقہ دے شمر و ن عرض عربیہ دارد، و این معیت با اختصاصات خاصہ ہم جمع توان شد، پس چنانکہ اقتیاز سلطان در مثال مذکور با وجود معیت خدم و حشم محفوظ است، همچنین حال فیوض نبوت کہ متعدی هستند، و اصل نبوت کہ متعدی نیست، باید فہمید۔ تولید نبوت در سابقین ہم نبوده، بلکہ از جانب حضرت حق بعثت متعدین یا منقسم بر ازمان، و یا منقسم بر اقوام، و یا بحسب تقسیم وظائف و اعمال بوده۔ و بعد خاتم الانبیاء این امر مقدر نبود، و ہمہ کمالات و مکارم اخلاق و محاسن افعال در یک ذات گرامی جمع کردہ اتمام کار کردند، پس آن چیزے کہ در پیشینیاں متعدی بود، اکنون ہم متعدی است۔ و نبوت نہ آن وقت متعدی بود، و نہ این وقت۔

۱۶۱۔ وَالْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ اَللّٰهُ، وَاَتَمَمْتُ نِعْمَتِيْ بِوَجْهِ مَسْعُوْد
 حضرت رسالت پناہی بسوئے اُمتِ مجبور من حیث المجرع منسوب تو اں بود، نہ
 بلحاظ کل واحد واحد۔ این بکتہ را ہم یادداشتہ باش، و از ہمیں کریم فاروقِ اعظم
 اقتباس فرمودہ، رضیت باللہ ربّاً وبالاسلام دیناً وبالقرآن اماماً
 وبمحمد رسولاً

پیش از تو آمدند بے انبیاء و تو
 گر آخر آمدی ہم را پیشوا توئی

سوالات تفتیش مذہب دین ایشاں و تفسیر مکائد دعوت عقائد ملت ایں بدکیشاں

—۱۶۲

① دین شاپیت ؟ ② طریقہ وصول آں بسوئے شماچہ ؟ تو اترویا کلام
دگر طریق ؟ ③ تعریف ایمان و کفر چیست ؟ ④ دفعات آں بطور معیار ؟
⑤ زیادتی وحی کا دیا نی بقدر بست جز چمک دارد ؟ ⑥ با وجود تصدیق دے قید
راچہ احسان برقرآن وچہ اختصاص بآں ؟ ⑦ با وجود محمدی بودن بزرگترشن
وغیرہ بودن چگونہ ؟ ⑧ بروز را در حاشیہ تریاق القلوب 'جہنم' تعبیر کردہ،
فرق در دے و در تناسخ ہنود چیست ؟ بروز یعنی اوتار در عشرہ کاملہ ص ۳۹
و کاویہ ص ۳۹ نیز گفتہ وانت منی بمنزلہ بروزی در عشرہ ص ۳۸

—۱۶۳ ⑨ حکم تو اترو منکر آں نزد شاپیت ؟ ⑩ دواتر قرآن چگونہ ؟
⑪ وقلیت مرا در انزو شماچہ ضابطہ ؟ ⑫ وکلام شے از دین محمدی ویا

لہ سواد مرزا ۱ کان فی الہند نبیا اسود اللون اسمہ کا ہنا " تہذیب معرفت ص ۱۰۱ فتح کا دیاں ص ۱۰۱ و
حقیقۃ الہی ص ۲۰ و اقرب ازاں در ضرورۃ الامام ص ۲۰ " ہم دید کہ بھی خدا کی طرف سے ملتے
ہیں۔ خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ دید انسانوں کا افترا نہیں۔ ہم خدا سے ڈر کر دے
کہ خدا کا کلام جانتے ہیں۔" پیغام صلح تصنیف خود کا دیا نی ص ۲۲ قریب ہلاک دے از علم کلام مرزا

از نصوص قطعی من حیث الثبوت الدلالت ہست یا نہ ؟

۱۶۴ — (۱۳) مرزا دروغ ہم می گفت یا نہ ؟ و اقرار مرقی بودن ہم کردہ است
یا نہ ؟ (۱۴) و کلام فحش ہم می کرد یا نہ ؟ (۱۵) و قرآن حفظ داشت یا نہ ؟
(۱۶) و حج ہم کرد یا نہ ؟ (۱۷) و الہام واللہ یعصمک من الناس ہم
شائع کردہ یا نہ ؟

۱۶۵ — (۱۸) و الہام انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب
تاویل آن از اشد العذاب کہ حقی دے است ، و اصل ماخذ آن از قبیل
باب سادس اظہار الحق - (۱۹) و الہام نبوت خدا شائع کردہ است یا نہ ؟
مع ادعاء آنکہ دعوائی دے ہم حقیقت است شاعری نیست -

۱۶۶ — (۲۰) و دعوائی نبوت کردہ است یا نہ ؟ (۲۱) و ہمچنین دعوائی
شریعت ؟ (۲۲) و تکفیر امت حاضرہ کردہ است یا نہ ؟ (۲۳) و ہم چنین
توہین انبیاء ؟ (۲۴) و شفاء غیظ خود تشفی صدر بر عیسی بطور توہین تحقیقی و
تعریفی کہ بر زبان نگران لغت صدر خود کند -

اخبار بد موزعہ ۹ مئی ۱۹۰۶ء از کاویانی نقل کند (فرمایا ایک دفعہ
حضرت مسیح زمین پر آتے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کرڈ دنیا میں مشرک
ہو گئے دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہش مند ہیں)

لہ صفحہ ۶۸ -

۱۷۰ (کوئی انسان نابے حیا نہ ہو تو اس کے لیے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو
اسی طرح مان سٹے جیسا کہ اس نے آنحضرت کی نبوت کو مانا) عجائبات مرزا صفحہ ۱۶ - مزہ

مرق کا دیانی ص ۳۰۔ وایں کلام بعد اُن کہ اعتراض بر خدا است، دلالت دارد بر اُن کہ نبوت نزو دے ہمیں مصلح قوم و مدبر بدن است لا غیر، وایں بحق و گران است، در حق خود تعلیٰ بلا فذ کہ ابلیس ہم شرمسار مانده باشد۔

اخبار بد مؤرخہ، ر نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱ (بیجی جو نشہ نہیں پیتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع حق۔ مسیح نے مرشد کی تقلید کیوں نہ کی۔) واز انجیل ہم قرار داده، مع ہذا حضرت مسیح را مرکب اُن می گوید، مرزائیت کی تردید ص ۹۵ و در ص ۱۰۳ "یسوع در حقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا" ست پنچ ص ۱۱ کا حاشیہ۔

۱۷۷۔ (۷۵) وزیاتی دجی تقدیر بسف جزو، در قرآحادیث، اقوامانی دجی دے، و احالہ تفسیر برو جی خود اسلام را کدام حقیقت محصلہ دار دیا استیصال کند؟

۱۷۸۔ (۷۶) وچ فرق است در میان آنکہ انکار الفاظ کند و یا انکار بدلائل قطعیہ؟ در نتیجہ چہ تفاوت است؟ و در میان شواہل قرآن چہ فرق است؟ و در میان اسماعیلیہ و دیگر ملاحدہ در اصل اصول کدام تفاوت ہے کہ ہمگی باطنی و علوی ہودہ اند (۷۷) و با دھو زبانی دجی دے در قرآحادیث و تفسیر آمت کدام چیز باہل اسلام مشترک است؟

۱۷۹۔ (۷۸) مرزا بے ایمانی عرفی ہم می کرو یا نے؟ مانند آنکہ پیشین گوئی محمدی بیکم تقدیر مبہم گفت، وچوں ہمگی دروغ شدہ چہ بے ایمانی با تراشید؟ و ہمچنین در پیشین گوئی آتم، و توقیت جواب قصیدہ اعجازیہ خود بخلاف

مولیٰ ثناء اللہ صاحب، وجواب تفسیر بمقابہ پیر صاحب گولڑہ، حوادث معمولی را بر مخالفان خود معجزات خویش گفت، و مانند تخریر زلزله و طاعون بحق مسیح اخبار لغو گفت، و بحق خود معجزہ، در و احادیث آن وقت کہ کلام تحریف حاضر نشد، و چون تحریر ہنمیا گردید استدلال بہاں احادیث، و قاعدہا برائے تو دگران تراشیدن و تخصیص خود از آنها، و نقیض و ضد آنها، و استثنای شخص خود برائے نفس خود، چنانکہ در آخر حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ گریہ قوای عقل و نقل و آدمیت و اخلاق برائے دگران ہستند، و مسے اقتیارات سلطانی دارد، و سائبہ و حام است۔ و برائے دگران فلسفہ و تعلیل، و برائے خود اختصاص و اصطفا، و چون فتح باب تسلیم کے کراند ہزار ثقیل مسیح جائے بود، و چون کار بروئے کار رسید یک شخص مخصوص دیے برآمد و ہمگی یک گرتہ از انبان سر بر آورد۔

۱۸۰۔۔۔۔۔ در مخالفت شہنشاہی و شاہی با آنکہ مخالفت فاضل است، زیرا کہ اگر بعد شہنشاہ است پس از ان سبب است کہ خود موجود نماند، و کار جاری داشتہ است، نہ ختم کردن، و اگر در عہد شہنشاہ است پس اگر استمداد در احوال است بسبب دست نارسا است۔ و اگر کے تقسیم سلطنت گوید تا ہم از دست نارسا، و مع الفارق قیاس سے رلیک با مانع فیہ گاہے محمد ہم می گفت (اگر آپ کے بعد بھی اُمت کے خلیفوں اور صلحا پر نبی کا لفظ بولا جائے گا۔ جیسا کہ موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا تو اس میں آپ کی ختم نبوت کی جھک تھی) اخبار الحکم کا دیان مار اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۰۷

از فتح مبین مفتی عبداللہ صاحب لدھیانوی ص ۱۱۱ مع نقول دیگر ہم دینی معنی۔
پس تقیضِ این ایجاد کرد، معنادر مدت دورۂ اُمت محمدی تا حال
جز: نفس کافر خود را در منصب نبوت جانبد۔

۱۸۱۔۔۔۔۔ واضح دین است کہ در سلسلہ شہنشاہی و شاہی ہم شہنشاہ
اقتیازات و خصائص و اختصاصات پادشاہ خود دیگرے تجویز نکند، بلکہ
در محاکات دے سزا دہد۔ و درینجا نفس نبوت از اختصاصات است، پس
کلام دینی است، و در عدم تعذری آن اختصاصات و لزوم آنها چہ وجہ حاصل است؟
زیر کہ لابد بعض اختصاصات و اقتیازات موجود ہستند، و اگر آنها متعین نشدند
و یا متعین نشدند و لیکن اعتقاد کردہ باشد، باز کلام تعذیر آنها آید، و ہم چرا۔
پس آن اختصاصات چوں عقلاً و شرعاً موجود ہستند، چنانکہ در مقدمہ زائد المعاد
سطرے از انہا نگاشستہ، و اضافت رسول اللہ و نبی اللہ مانند اضافت اللہ
است، پس انہا را از نصوص وسیع جتن باشد یا از اہواز آرامہ و از
جانب خود رجم بالغیب و رمی باللیل قابل اعتماد است و یا افادۂ مالک الملک و
صاحب اختیار۔

۱۸۲۔۔۔۔۔ عبارت علی قاری در آخر موضوعات و ردائیل لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ
لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا کہ مراد القطایع نبوت تشریع است۔ معلوم بادکہ صوفیہ
نبوت را تشریع نہادہ اند، گویا مراد از نبوت تشریعی نبوت شرعی، و نبوت
غیر تشریعی نبوت غیر شرعی است، و این اقرب بسوئے فہم عوام است۔
و حافظ ابن تیمیہ نسخ و صف ز نسخ اصل مانند تقیید مطلق، و تخصیص

لہ افراج ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۰۸ مع حدیث ابن عباس

عام، و بین مجمل، و تشریح جزئی و طیفه انبیاء سابقین قرار داده، اگر علی قاری ازین اصطلاح تقریر خود گرفته باشد امری است که خلاف اصطلاح مشهور است که نبوت غیر تشریعی یعنی انشاء و بناء احکام نیست بل تعریف معارف و اسرار و اطلاع بر آن دادن.

۱۸۳ — و همین است محط قول شیخ جیلّی معاشی الا نبیاء اذ تیمم الاسع و او تینا اللقب یعنی اسم بدون کماط و صفت خاص باشد، و منسلخ از تقیید بر خلاف لقب که علم عارض و طاری بلحاظ کدام و صفت بود، گویا علاوه از کماط اطلاق و تقیید آن القاب زائل هم می شدند، چنانکه القاب خلفاء عباسیه بعد از عزل که کسے امیر المؤمنین نگفت، پس انبیاء اسم لازم و وهبی داده شدند، و مطلق. و اولیاء عارضی و مقید و مکسوب، که زائل هم توان شد. و او تینا مالم توتوا. ای بقیه که از منصب انبیاء فرو بوده نه ارفع، و یا محض مغائر و همچنین قول ایشان خضنا بحر المعیقف علی ساحله الا نبیاء.

۱۸۴ — صوفیه نبوت یعنی انشاء را انقسم نموده شعبه انشاء و ولایت نیز تحت و سے درج کرده اند، و بسبب و سے شاید مانند حدیث لم یبق من النبوة الا المبشرات که بر تقدیر استثناء غیر منقطع، و مانند جزء من ستة و اربعین جزءا من النبوة که و یا چنانکه در یوم نوحش للفقین الی الرحمن و خدا که تقریر کرده اند که مراد بارگاه رحمانیت است. که
 له مشکوٰۃ ص ۳۹۲ له مشکوٰۃ ص ۳۹۳ له مریم ص ۸۵

که تشریح نبوت لغوی یعنی خبر دادن در فقرات از وصل من الباب الثانی و السبعین السؤال التاسع عشر فرموده، و نیز فصلی عزیری را از فصرص باید دید.

تجویز کردند ، بایں دلیل انقطاع نبوت تشریعی ذکر کردند ، و بدلائل دیگر انقطاع نبوت غیر تشریعی و احداث اُن۔

۱۸۸۔ — و مخفی نیست کہ حدیث دریں فرض ماضی را ذکر کرده ، نہ مستقبل را ۔ و حال آنکہ نفی مستقبل پُر ضرور بود ، و جہش بہاں کہ در نظر شریعت بقاء دے در مستقبل نیست ۔ پس لازم ختم نبوت اُن کہ اگر کسے ماضی آید تشریع ندارد ، و در مستقبل محض آمدن ہم نہ ، بقاء نبوت من غیر تشریع بجہ ماضی است ، و بحق مستقبل محض مفروض۔

۱۸۹۔ — و صاحب مجمع البحار گفته کہ دریں عنوان مطبع نظر و نقطہ نگاہ صرف عیسیٰ علیہ السلام ہستند ، و در روح المعانی تہ در اسناد البیہدہ واسطی ذکر کردہ کہ متفق علیہ ضعیف است ، چنانکہ در فتح القدر از تراویح آورده ، بالجملہ حدیث نیست ، و بخمال می آید کہ شاید کدام صحابی از آیہ و اذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ حَبِیْبًا نَبِیًّا اقْباس کرده و بس۔ پس اُن کس کہ تصریح ایں کردہ غلط کردہ ۔

۱۹۰۔ — حاصل کلام قاریؒ آنکہ انقطاع نبوت تشریع مراد است ، و نبوت غیر تشریعی بحق عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول حالت بقاء است نہ احداث ، و بحق موسیٰ مقدّمہ مفروض ، و بحق حضرت ابراہیمؑ ہم مفروض ، لیکن در مانع بحق ہر دو فرق است ، نہ اینکه نبوت غیر تشریعی علی الاطلاق باقی است ۔ بلکہ ایں عہدہ و ولایت منقطع شدہ نہ اینکه عہدہ باقی است ، سر فراز کسے نشود

مانند انقطاع اجتماع - فی الجمله او بجائے استثناء اشخاص با عیانم عنوان
 نهاده ، تا محض استثناء غیر مؤثبه نباشد ، و آن عنوان در نیت وے
 در سه شخص منحصر است ، یکے محقق ، دو مفروض - و باز با هم در وجه انقضاء
 متغائر ، سپس نبوت تشریع را زیر عنوان انقطاع نهاده ، و نبوت غیر تشریعی
 را زیر عنوان فرض کشیده ، تا تصویر استلزام کرده باشد - گویا در انقطاع
 دو مرتبه پیدا کرده - و نباید گفت که در امکان عقلی مراتب نهاده ، زیرا که لفظ
 منقبض نیست ، و موهم است ، بلکه بر قسم انقطاع اطلاق کرده ، و بر قسم
 فرض - زیرا که این فرض نزد وے روایت کرده شده است ، پس
 وے خواسته که دو مرتبه انقطاع را زیر یک عنوان فرا گیرد ، و چنانکه ضبط
 و ہی بودن نبوت و مصاحب ریاضت و کسب بودن عمیر است - و
 فی الواقع و ہی است ، و لیکن بے استحقاق نیست ، و نه اراده جزائی
 هم چنین ضبط مراتب امکان عقلی غیر است - و اگر بر اصطلاح صوفیه رفته
 باشد ممکن است ، چنانکه در مرثاة از التعمیات تحقیقی ایشان سر واده ، و
 اکثرے این عنوان از ایشان سر زده تا علماء ظاهر رسیده ، و چون این روایت
 فی الواقع ثابت نیست - صواب آنکه تفسیر با انقطاع نبوت علی الاطلاق کرده
 شود ، که من بعد احداث نشود -

۱۵۱ - و معلوم باد که در اینجا دو مضمون هستند ، یکے آن که این عمده
 منقطع شد ، دوم آنکه نبی اتمی خاتم اشخاص انبیاء هستند ، این هر دو مضمون
 در نصوص وارد شده ، انقطاع عمده در نحو حدیث عائشه رضی الله تعالی عنہا

ذَهَبَ النَّبُوءَةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ در جامع ترمذی وغیره، و این منافی
آمدن کے برعکس نبوت است، خواه از سابقین باشد و یا لاحقین
و حضرت عیسیٰ بروقت نزول اختیارات نبوت ندارد و اما ختم اشخاص
پس منافی آمدن کدام سابق نیست و این مقابور از خاتم النبیین است، و
برین است قول عائشہ صدیقہؓ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی
بعده یعنی تا کدام محمد بر نفی نزول عیسیٰ علیہ السلام استدلال نکند۔

۱۹۲ — آمدن حضرت عیسیٰ نہ تجدید نبوت است، ہماں ذات است
کہ بود، و ہماں صفت کہ داشت، البتہ حرکت ہبوط و نزول نواست، مانند
ترد و زہی در اشغال و آمد و رفت در عرض عمر خود۔ آمدن وے علامت این
است کہ سلسلہ انبیاء ختم شدہ است، بوقت قتل و قبال کہ منصب مسیح
گرفته بود مسیح ہدی را آورند کہ تکرار و اعادہ شے بعینہ است، نہ ابتداء۔
این محمد از نزول عیسیٰ از قسم افعال و خروج یا جروج و ما جروج از منتخب
کنز العمال ص ۵۵ لفظ اريت ابن مریوہ در کدام کتاب از حاشیہ نقل
کردہ، و بر رویا فرو آورده، و حدیث از نواس بن سمانؓ است کہ سلم
بر آورده گہ در وے ہیچ مغالطہ نیست، و سر و قصہ تمام بصیغہ استقبال
منافی رویا است، بلکہ اخبار بالغیب است۔

۱۹۳ — و نیز قول ملا علی قاری فلا یناقض قوله خاتم النبیین
اذا المعنى انه لا يأتى بعده نبى ینسخ ملئته و لو یکن من ائمتہ اغلب

آنکه قول وے اذ المعنی اه معنی حدیث می گوید، نه معنی آیت - زیرا که کلام در اقبل در حدیث کرده، و این معنی از وے بر آورده، آیت بر همان معنی است که اُقت فهمیده، البته معنی حدیث خفی بود که ذکر کرد. آیت کریمه بسوئے فرض و غیره ایاء مکرره، البته حدیث ازین فرض آگاهانید، پس محتاج بیان معنی اولاً همون است، یا مراد مقام - و این عنوان هم ناظر بسوئے عیسی علیه السلام است نه عام - والله اعلم و علمه احکم

۱۹۳ — (۲۹) و چون بروز کرشن او تار بود، و دید کلام حق دانست هند و گفتش مرزا هست یا نه؟ و چرا محمدی باید گفتن نه هندو؟ و بحسب الهام وے چرا اور بجنگد رزگر پال نگوئیم، و بر همین اوتار؛ کا دیه ۳۳۹ حقیقه الوحی ص ۸۵

۱۹۵ — (۳۰) و اگر پنجاه کرد در قوئے تکفیر طائفه کنند، و او شان با وجود اقل قلیل بودن تکفیر این همه جما میر، آیا او شان هر دو یک قوم هستند؟ (بقول مولانا شمس الله صاحب امر تشری تعداد ایشان از اخبار ایشان هر دو طائفه ۵۵ هزار است)

۱۹۶ — (۳۱) آیا نبی در زمان امتداد نبوت و وحی مشرک هم تواند بود؟ و اگر در فهم معنی وحی خود تا وقت موت در مغالطه ماند در ادعای وحی چگونه یقین اصابت است؟

۱۹۶ — (۳۲) مدت ادعای نبوت مرزا خود وے چه گفته، و آنکه بحق وے الهام فر فرسل آورده یعنی ناخلف وے چه گوید؟

۱۹۸ — (۳۳) معیارِ نبوتِ مرزا اوچہ نہادہ، واذناب دے چے ؟
 ویا ہمیں کہ مشارکتِ انبیاء و ایرادات کافی است، یعنی دلیلِ نبوت
 دے ہمیں است کہ ایراداتے کہ بروے وارد اند پروگراں نیز وارد اند۔
 ۱۹۹ — (۳۴) باہی و بہائی کہ در دعوائے مہدویت و نبوت با مرزا شریک
 و در اکثر تعلیم شریک اند؛ بلکہ تعلیم مرزا مسروق از دوشان است، چہ وجہ است
 کہ شہادتِ صدیقی اوشان نمی کنید ؟ با آنکہ تعلیمات اوشان و تحریفات مثالِ تعلیم
 و تحریف تھا است۔

۲۰۰ — (۳۵) مرزا کہ در بعض کتب خود مانند براہین وغیرہ بعض عقائد
 موافقِ مسلمین گفتہ، و در ان کتب دعویٰ الہام وافر کردہ، سپس نقیض
 دے آوردہ، و کفر و شرک قرار دادہ، معیارِ فصلِ در حق و باطل از کدام
 وقت است ؟ و مریدین دے را تیز از کجا ؟

۲۰۱ — (۳۶) مرزا می گوید فقیر در رنگِ جلالی آمدہ است، نہ در رنگِ
 جلالی، ممکن است کہ باز مسیح در رنگِ جلالی آید، و تمنائے مولویاں تمام گردود۔
 و اینکه بتسلیم من مسیح کہ ام تفاوتِ عظیم افتادہ، ہماں دین است کہ بود۔ پس
 آن علوم و معارفِ چہیتند کہ آوردہ است، کہ محققان ندانستہ اند، فہرست
 آن علوم باید داد، کہ نمودہ آید کہ اگر سننے صحیح گفتہ محققان پیشتر گفتہ اند،
 و این دون ہمت سر قہ کردہ، والا باطل و لغو است و کالای بد بربیش
 خاوند۔

۲۰۲ — (۳۷) خیالاتِ دے در بروز اگر گاہے نا فہمیدہ و بہالِ نزیدہ
 ۲۵

چیزے گفتے باشد، بالآخر راجع بسوئے تناسخ اند، کہ اصول بنیادی
ہنوداست، کمافی کتاب التلبیر دئی پس وے راہند و چرانگوتیم؛ تفسیر
بروز کاویہ ص ۱۰۹ از براہین۔

۲۰۳ — (۳۸) شمار باجمہور اہل اسلام در کدام کدام عقیدۂ اصولی
اختلاف است؟ وحکم زکوٰۃ و حج چیست؟

۲۰۴ — (۳۹) الہامات وے کہ الہام وعید ہستند، و مقولہ مذکور
نیست، بختی نفس وے چرانگوتیم؟ چون الہامات و عدرا بدوں صیغۂ
خطاب ہم بختی خود دارد، بالخصوص چون آن وعید بلفظ خطاب باشد،
دئی گوید کہ فاسقان ہم مورد اخبار غیب ہستند، و الہام مانند "پیٹ پھٹ
گیا" از رسالہ ترک ص ۸۸ (و خود مرور بیضہ) و عشرۂ کاملہ ص ۴۳، و سودا
مرزا ص ۲۰ کترین کا بیڑہ غرق ہو گیا۔ "دشمن کا خواب دار نکلا۔"

۲۰۵ — (۴۰) خیالات وے کہ آنہارا علوم و معارف نام نہادہ اکثر
از جذباتِ یورپ و استبداداتِ عقلی و فلسفۂ مزاجی ذاتی و طبعی است، نہ
مشابہ علوم انبیاء، کہ اخبار بغیب بدوں تجہین عقل و قیاس می کنند۔ و ہر چہ
در کشفِ کونیات گفتہ اکثر غلطہ دروغ بر آمدہ، و اکثر الہامات وے
در تعلی و مفاخر خود، پس او را فلسفی نمش و کاہن و جزا۔ چرانگوتیم؟ چہ
کمانت خلقی و جبلی ہم باشد، چنانکہ ابن خلدون نوشتہ تہ دیا مراقی کہ خود
معترف است، و یا محمد و زندق کہ تدریج در کمونات ضمیر خود کرد۔ عشرہ ص ۲۵

تہ وہ علم اکامہ کا تکملہ می الشیاء ہیں مگر من نفسہم ایضا۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۸۵

کافر است ، و ہم چنیں ہر دو جماعت دے کر یکے تقسیم بر تبدیل واردات
 غیبیہ و تدبیر می کند ، و دیگر وجه توفیق در تقاض و متعارض می جوید۔ و دے
 بحقیقت مثل اعمی سینہ زور است ، کہ بوقت دیدن وقتی هیچ نہ بیند ،
 خواه در محاکم افتد ، و یا شکون خورد ، و یا صدمہ خوردہ بر شکند۔ و بر سنوح
 تحریف نواز زبنا نہند و هیچ حقیقت محصلہ در ذہن دے نیست ، ہر چه
 پیش آید تا زمانے آن را می سراید و آسیا می گرداند ، و چون چیزے
 دیگر تراشید و اثر گونہ آسیا گردانید ، و بسوئے تفاؤت و تہافت
 سابق دلاح با اینکه ذہنش زود و نرسد ، و فروقی عبارات خود و دگراں با
 اینکه نغمہ و نسجد ، و گاہ در زمان لاق ہم سخن سابق در میان آرد ، گویا کہ تقاض
 و تہافت نیست۔

۲۱۰۔ اذنب دے تا حال در اصلاح ضبط و خلط و تہافت و تہاقل
 و متعارض و تناقض و جبل بیط و مرکب دے جاننا و ایماننا باختند ، و فرقا
 شدند ، بل تکفیر یکدگر کردہ ماندند ، تا ہم چیزے نداشتند ، و تعلیم و ذخیرہ
 مصداق ہ

سگ بد ریائے ہفتگانہ بشوے
 چوں کہ تر شد پلید تر باشد

آفتادہ (واللہ غالب حل امرہ)

۲۱۱۔ و فی الحقیقت دے خود مراد سابقین نمی نمود ، و نہ مروتی متعاقب
 خود۔ و اذنب در جوہر ہادیہ افتادہ اند ، و دے در نقول و حوالہ جات مغالطہ

نموده و داده ، چنانکه در حیاتِ عیسیٰؑ بوسے امام مالکؒ ، و امام بخاریؒ ، و حافظ ابی حزم و حافظ ابی تیمیہ نسبتِ اعتقادِ موت کرده ، و ہمگی خلاف واقع است ۔ و چون بصریح نقل از کتب ایشان اعتقادِ حیاتِ نموده شد اذناپ دے در مجالس مفتضح می شوند ، و میدانِ خالی دیده باز از اتحاد و مغالطہ باز لیایند ۔

۲۱۲ — دے از مناسبتِ قرآن چنداں محروم بوده کہ بغایت کثرتِ آیات را محرف و غلط نقل می کند ، و مضمونِ نبایستی قرآن نسبت کند کہ رائد آنها قرآن موجود نیست ، و بر مثل کتابِ صحیح بخاری اخترا - هذا خلیفة الله للهدی نموده کہ موجبِ نفیست است ، و بر معاصرتِ خود دانسته اخترا - بار بسته ، و همه ایس اُمور را ناظرین ثابت کرده شائع کردند ، لیکن اذناپ دے رائدِ پیگرو ہدایت دست نداد ۔ ومن لم يجعل الله له نورا فصالحه من نور ۔

۲۱۳ — آیات کثیرہ را از قرآن در موتِ عیسیٰؑ می نهد ، کہ ماس بہر ہوت حضرت ایشان بخارند ، و از جہلِ تام و طاقم ندانستہ کہ احادیثِ نزول کہ در متنی خود بحال داشته از ہموں قرآن مستفاد اند ، و از کدام اجتہاد و یا اسرائیلیت پس ضرور است کہ در قرآن چیزے ازین فرمودہ باشد ، و آن طاقم تعبیر نزول باشد ، نہ منافر ۔ پس موت ذکر نموده است ، زیرا کہ منافر است اسلوبِ لفظی ہم در میانِ قرآن و حدیثِ نقیضہ است عظیم ، و مغالطہ فہم حدیث و قرآن را نسبتِ شرح و متن باید بود ، و این از عالمی ۔ و دیکہ قرآن موت اعلان کند ، و حدیث رجوع ، کہ بدونِ بیانِ مراد مناقضِ منبعِ قرآن شدے ثُمَّ يَنْ عَلِيًّا بَيَانُهُ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا تَبَيِّنَ لَهُمْ

الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ لَهُ

۲۱۴ ——— حدیث را لازم است کہ اتباعِ اُسلوبِ قرآن کند، و اگر مغایرت کند اطلاع دهد۔ و بناءً کلام بر اغراضِ کنوز کہ مخاطب شمه ازاں نشمیدہ و عمدہ نداشته ہدایت نیست، بل دانستہ اضلال است، و نہ دعا لِم از کدام یلم الفطرہ بوقوع آمدہ، و یاد در احادیثِ نظیر آن واقع شدہ، آیا ہمیں یک موضع است فقط کہ اُمت تباہ شد؟ و ہمیں چاک جائے احادیثِ ملحد و اتباعِ ہولی و خواہشِ نفسِ مے است کوتاہی رفت؟ و برائے ای ملحد گذاشتند؟

پیغمبرِ اسلام در احادیثِ متعارفہ، کہ بتواتر رسیدہ اند، و علیٰ رؤسِ المشاہدہ و علیٰ اعینِ الناس رسانیدہ اند، یک بار ہم بسمتہ مراد اشارہ نہ فرمود؟ و اُمت را ہمگی بر باطل گذاشت؟ و این امر قبیح روا داشت؟ کارے کہ بیک لفظ کے براید و نہ برا رو مانند دے کہ ہم کس باطل پسند نیست۔ و حال آنکہ در رفع و نزول در قرآن و حدیث طباق است، و نزول مقابلِ مصداق رفع۔ بالفرض اگر ذکرِ نزول بعد ذکرِ موت بودے آنکہ محل دے دریافت کردہ شدے، نہ آنکہ ذکرِ شش بعد از ذکرِ رفع است و شریطے از یک سلسلہ است۔

۲۱۵ ——— فرض اینکه این اسود کاذب مجمع و معجونِ عیب و نقائص است، و شاید کم کے چنین ساقط از حواس و دماغ باشد، و معنداً دعوتی افضل الرسل

بودن دارد ، والله عزیز ذوانتقام — قطع وتین دے بقدر مرض ہیضہ
و قے واسہال و پڑخواری کرد کہ بقول ناخلف دے بعد از دعوی نبوت در
حدود ہفت سال بودہ

۲۱۶ — مخفی مبادۃ محمدان این زمانہ الحاد دے و دوسوہ شیطانی از خود
آفریدہ آنرا حقیقت متقررة علمیہ دے سازند ، بعد ازاں از اہل حق مطالبہ
کنند کہ ردّ مزج دے از قرآن برآرید ، و چون این امر ہر جا یسر نیست کہ
قرآن باہر دوسوہ کہ آفرینند دور کنند ، در جماعت خود ریشخندہ ہای زنند ،
گویا نفس ایجاد کدام الحاد کافی است ، اثر دے و شمارہ از علم دارد ، و یا ندارد۔
و گاہ دیدیم کہ مطالبہ کنند ردّ این از علماء سابقین پیش کنید ، و چون پیش کردہ
شد گویند کہ در حدیث نیامدہ ، و چون از حدیث پیش کردہ شد گویند کہ در قرآن
نیامدہ ، و چون از قرآن پیش کردہ شود گویند کہ یک بار آمدہ است ، مزید تا کہ
نفرمودہ۔ و ہمچنین از مرحلہ برحلہ فرار کنند ، چنانکہ با حق در لفظ نزول من السماء
باضافہ این قید واقع شدہ ، کہ از کتاب الاسماء والصفات للبیہقی پیش کردہ
بودم۔ پس یاد باید داشت کہ عدم تیسرہ ردّ امر دے از قرآن برائے صواب بودی
دے کافی نیست ، و نہ اہل حق را اضطراب باید ، بلکہ گاہے نفس ایجاد
دے الحاد است و گاہے عنوان دے از جانب خود اختراع کردہ مطالبہ می کنند
کہ بایں لفظ و عنوان خاص از قرآن وغیرہ پیش کنید ، ورنہ خیال ثابت است۔
و فی الحقیقت برائے بطلان کدام الحاد عدم وجود اں در ذخیرہ دین کافی است
نہ اینکه ردّ اں ہر جا در قرآن باشد ، و بہاں لفظ باشد کہ خواہند ، و نہ اینکه

نبوت بحسب تصویر خود راست ندیدند، و محروم ماندند۔ کسے رامی رسد گزیدہ
در حال التباس یقین نفع نیست، و چنان اگر هست چنین ہم است، پس این
مشورہ مشورہ نفع و اخلاص نیست، بلکہ برائے غرض خود تبلیس و دغا است

اے بسا ابلیس کا دم پڑتے ہست پس ہر دستے نباید داد دست
۲۲۱۔ آیا الہام، کچھ ملکہ انشا پر دازی است و سلیقہ و آمد طبیعت است
اکثر دیدہ شدہ کہ در کتب سابقہ کلام چیز دیدہ و آموختہ مانند وے الہام می تراشد
مانند اخطی و احیب و مانند الہام محافضیل کہ دور رخ ہم بر آمد، و گاہے
چیزے می تراشد کہ کلام حقیقت محصلہ ندارد، پس موافق وے الہام
نیز می زاید، مانند انتہی بمنزلتہ برو نری و حقیقت وے در کتب
ساویہ ہیج نیست۔

۲۲۲۔ آیا بامور مہجور و مشکوک، کہ یا ثبوت آنها معلوم نبود، و یا
گمان باشد کہ کلام پیوند و شرط از سلسلہ فرو مانده، و راوی فرو گذار شدہ
بر قطعیات اعتراض کردن و ہم آنها کار ایمان داری است کہ این فرقہ دہا
عصمت انبیاء چہنیں کردہ، و بامور مجہول بحال قطعیات و متواترات بر ہم
زودہ، و حال آنکہ در استراق و تلقف خود، کہ آنرا وحی نام نہادہ، تعلق تو
وے می کند، و چون غرض این محمد بر ہم زوی دین بود، و می دانست کہ در
پیشین گوئیہا ذیل و رسوا خواہم شد، اولاً تدبیر کرد کہ انباء انبیاء را کہہ رباید
کرد، تا بوقت حاجت بکار آید، و مقدمہ فہمدہ ماند۔

۲۲۳۔ تو بھی انبیاء اولاً ابلیس کردہ، وے با حضرت حق منظرہ کردہ
کہ وہب تو د تشریف کسے بدون کمالات کبیدہ حق نیست۔ حق فرمود کہ مرا

اختیارِ فضل و تشریف و داد از خود است، ابلیس این اختیار جائز نہ داشت
و فاضل از نبیہ کلام و اجزاء و معانی انعام کردن معقول نگفت، گویا مریم نقیۃ
سلطانی بود۔ پس این شقی بر قدم ابلیس بلکہ بدرجہ از آمد،
و مزید اظہار کفر کمون خود در توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام بکار برده، و
غرض وے آنست کہ عظمت اوشان از قلوب مسلمان آرد، و جلتے اوشان
گیرد۔ ۛ کجی عیسیٰ کجا و جلال ناپاک

ولہذا با پیشوایان بنود این معاملہ نموده و توقیر و استمالہ اوشان نموده؛
۲۲۳۔ استدلال بہ تشابہات کہ ذہن بسوتے آنہا نرود، و ترک
محکات و در باب آیا الحاد نیست؛ کہ این ٹھہ امورے را کہ در کتب از دوا
و شبہات بے ایمانان آورده اند، التقاط کرده وین خود ساخت، و چون
دحض کے خواہد اثرہ شبہات شیطانیہ کند، و چون جلب خواہد ایجاد مناسبات
مزورہ نماید، و کل بر استعارہ و مجاز تاویل کہ موضوع ذخیرہ خود ساخته
از اکثر عقائد اسلامیہ و بعض احکام شرعیہ، مانند زکوٰۃ و حج و جہاد فراغ
یافتہ است، و اذناپ دے عن قریب از دیگر احکام ہم بباق خواهند
شد، و صرف گردان الفاظ کفایت خواہد کرد، و ذخیرہ آخرت و ہدیائیں
بارگاہ تاویلے چند خواهند ماند۔ زیرا کہ دیدیم او خود افعال را ہم استعارہ می
گوید چنانکہ در کشتی نوح ص، ۴ می سراید (مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجہ میں نفع
کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں تمہے حاملہ ٹھہرایا گیا، اور آخر کتی مینے کے
بعد۔ دوست مینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے

می‌بایست (این استعاره فعلی را شنیده باش که از علوم مختصه و است
که بوی در خارج عامل توان شد.

۲۲۵ — در تحلیل خطام دنیا هیچ دقیقه از جیل فرو نگذاشته، مانند
فروختن تصویر خود، و جلب زکوة در ابراه خویشتن، و انقاء مصارف
شرعیته وے، و ایجاد وے مبلغ بر مریدان، و اخراج او شان از بیعت
اگر بر وقت نزد. و در تذیل مخالفان تصویر هائے او شان بوقت موت
اشاعت کرده خبر از تخمیر ضمیر خود داده، که مانند قبر ظالم تنگ و تاریک
است، و در انقاء تاثیر بر مخالفان محاکات انبیاء و تعبیر و خطاب ایشان
و کتب سامیه نموده، از کشیر حلقها، و انهار بهمدردتی بنی نوع انسان، و در
رد مخالفان جانب دعوت او شان، و انکار نفع او شان، و دلسوزی پریشان
و ابر از مظلومی خود از مخالفان، و تکرار و امرار وے همراه داشته. و چیز
هائے مخالف خویشتن را به تشبیهات و تشویهات قبیه، و هر گونه که امکان
تغییر بود تقبیح کرده، ابله فریبی نموده، اقتضای بر دائره علم و دلیل ندارد،
چنانکه در متعلقات می‌یسی علیه السلام در احادیث قبل خنزیر و مثل آن تسخر
بادر شهنه کرده، که از ارباب اخلاق فاضله متوقع نیست، و در طبیعتان
کیس همتان، که مسقط نظر او شان مجرود مطلب بر آری خود باشد، کار او شان
است که در حد اخلاق فاضله متقیه نمانند. و اصحاب وے که ما دیدیم بکلی از
اوصاف دیانت و ایمان داری و حیا و اخلاص خالی و عاری دیدیم، و خود
وے مطالعه احوال متنبین سابقه کرده، و طریقه نفاذ دعوت او شان نگاه

داشتند، و در تعبیر کوشش هر چه تواند در القاء اثر صرف کرده، از محاکات کتب ساویه و تشبیه بانبیاء، و تلقف از متنبین، و لیکن این همه صورت تعبیر است، و ترقیق کلام، تحت آن صمدت هیچ ماده از ویل و سخن حق موجود نیست، بل اشاره شباهت و تدریج در استزلال و استزال، چنانکه در تحفه اثنا عشریه از مراتب دعوت باطنیه آورده و گمان غالب آنکه ملاده کتب بلب و بهاء کتب شیعه مقصود، که فلسفه را تصوف ساخته اند دیده و در دیده که و افراد و کثیرے در زبان فارسی، زیر آنکه تا علوم فتوحات رسانی وے نیافتم، و از فن حقایق صوفیه هیچ چیز را صحیح نفهمیده، و در الهیات چنان تشبیہات سوقیانه و تعبیرات جا بجا نه داده و کرده که فرزندت بر بدن افتد، اختراع حقایق باطله از جانب خود، مانند بعثت ثانیه خاتم الانبیاء، سپس تحریف نصوص دین بردن آن احوال، که اذناپ وے ایمان بران باخته اند و علوم و معارف باور کرده.

۲۲۶ — دچوں از کسے یلوس شود کہ در دام نیتقا و وصید نشد بغش کلامی تمام و مغفلت باوے در آویزد، و دقیقه از اذلال فرو نگذارد، و در ہر امرے کہ کند آسیامی گرداند.

۲۲۷ — دعوتی شوکت و نصرت در المات خود، و امتلاء قلب اشراج صدر، و لذت و برہیقین، در مثل ضرورت الامام و حقیقتہ الوحی و ازالۃ الاولیاء و غیرہ۔ و بعد این شور آشوری در حماۃ البشری ص ۴۰ کمال بے نمکی در العاصم موت عیسیٰ و در نبوت خود از عشرہ کاملہ و شنیدہ شد کہ گریہ خوف مسلمانان نماں داشتہ، و در حیات عیسیٰ از اول عقیدہ من نبود، اگرچہ در براین، کہ آن ہم

بالہام است، بخوف نوشته ماندم، چیزے از عشرہ ص ۳۵ بحوالہ حمامتہ
البشری ص ۶، باید دید۔

۲۲۸ ————— استبعاداتِ سقیانہ در تعلقاتِ یسعی، وادعائے اشد از آن
وازیڈہ در تعلقاتِ خود، مانند حجاب برداشتن حضرت حق از چہرہ خود، و تسخر
باوے از ضرورت الامام۔ و گاہے آن الہامات کہ از دائرہ حیاء و آدمیت
خارج اند، مانند انہما خدا فیل رجولیت بروے عشرہ کلام ص ۲۳

۲۲۹ ————— مکتبیر اُنباء انبیاء علیہم السلام، و ایرادات بر بعض اجزائِ آنها
و اینکه تمام اجزاء تمام نشدہ اند، و بامور موہومہ و شبہات ہم و مکتبیر
قطعیات، و امارۃ شبہات اندران، تا بوقتِ ناراست شدن پیشین گوئیہا
وے سلمان جواب باشد۔ پس تا وقتیکہ مسامحت بانبیاء جویدہ در اعتراضات
اوشان را شریکِ غالب گوید۔ یعنی غیبت وے بریشان اعتراضات زیادہ
اند، و چون نوبتِ اختصاص وے رسید بآن را غیبِ مصلحتی می گوید۔

۲۳۰ ————— تخفیفِ شان معجزات، و انکار کبار آنها، مانند حلِ معجزۃ
شق القمر بر کسوف، و حملِ معراج بر کشف، و انکار احیاء موتی، و حل بر سمریزم
و ابتغاء صغار تا امور محقرہ خود را در معجزاتِ توان آورد، مانند حصولِ چندان
و شیوعِ بیعت، کہ ہر یکے را معجزۃ مستقلہ شمرده، عددِ معجزاتِ خود
تا دو لک نوشته، و عددِ معجزاتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
ہزار قرار داده۔

حق تعالی بر اُمتِ مرحومہ رحم کند۔ و از
الحاد و ارتداد این لعینِ نجات داند۔

خاتمة السبائك

محمد یوسف لدهیانری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ بے حد حمد و شکر الصالحات کے لیے جو کون و مکان اور زمین و زمان کا خالق ہے اور بے شمار وود و سہم سرور کائنات فخر موجودات پر، جو اللہ تعالیٰ کے رسول، نبیوں کے ختم کرنے والے اور مقصود تخیلیت عالم ہیں۔ اور آپ کی آل و اصحاب پر، اور تمام امت امر خرمہ اور اس کے برگزیدہ حضرات پر۔

(۱) جو خدا کو روزِ جزا کا حاکم ہے ، وہ بذاتِ خود موجود ہے (اسی لیے)
اس کا نام خدا ہے۔

(۲) یہ بلندی و پستی سب اسی کے ہاتھ میں ہے، ہر چیز نے اسی سے جامہ بہتتی مستعار لیا۔

(۴) اگر غور سے دیکھو تو (موجود حقیقی) وہی ایک پاک ذات ہے، باقی یہ سب کچھ اس کی نشانیوں کا دفتر ہے۔

(۴) اس بارگاہ میں جو کاروان رفتہ کی صدا ہے۔ اس امر کا اعلان ہے کہ اب نہ وہ دو جہاں کا دور ہے۔

(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو پیام الہی کے فاتح اور خاتم ہیں، آپ پر بے شمار درود و سلام

(۴) آپ کا وجود پاک، جو مجاہدے خود صداقت کا شان ہے، وہی تخلیق عالم کی اصل غرض و غایت ہے، باقی سب تہمید تھی۔

۳۔ بعد از حمد و صلواتِ بندہ بیچ نیز فرمودہ انور شاہ کشمیری، عفا اللہ عنہ۔
تمام اہل اسلام خواص و عوام کی خدمتِ عالی میں عرض پر داز ہے کہ یہ ایک مقالہ ہے

مقام نبوت اور آیت کریمہ خاتم النبیین کی تفسیر میں، جو مرزا قادیانی علیہ السلام کے الحاد و زندقہ اور کفر و ارتداد کے رد میں تحریر کیا گیا۔

اور اگرچہ یہ شخص علم و عمل سے کوئی حصہ نہیں رکھتا اور علم و فہم اور تقویٰ و طہارت کے فضائل سے یکسر عاری اور محض کور تھا اور اس نے عارفین کے حقائق میں سے ایک بات کو بھی صحیح نہیں سمجھا، اور اس کا خمیر خبط و غلط، جبل مرکب اور ذلت و خواری سے تیار ہوا تھا، لیکن اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کر کے اُمتِ مرحومہ میں تہلکہ مچا دیا۔

۴۔ جو حضرات، قرآن حکیم کی بلیغ عبارت اور عربِ غرباء کے محاورہ سے کچھ بھی ذوق رکھتے ہیں وہ یقیناً اس مقالہ سے محفوظ و مستفید ہوں گے، اور جس شخص نے مفردات و ترکیب، تقدیم و تاخیر، تعریف و تنکیر، حذف و ذکر، اظہار و اضمار، فصل و وصل اور ایجاز و اطباب میں نظم قرآن کا اعجاز دیکھا اور سمجھا ہو وہ حق کے پانے اور مراد کے سمجھنے میں لغزش نہیں کھائے گا۔ ان تمام امور کے باوجود سب کچھ قدرت کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ حق اور اہل حق کی مدد فرماتے۔

(ترجمہ شعر) ہمارا در و سر خود ہمارا سر ہے اور ہمارے کندھوں کا بوجھ خود اپنے کندھے ہیں۔
۵۔ (۱) اے اللہ! دین حق کو قائم رکھ تاکہ کفر کو تباہ و برباد کر ڈالے۔

(۲) شیاطین کو سنگسار کرنے کے لیے شہابِ ثاقب نازل فرما، اور شیاطین کو غراطین کی طرح زیر زمین دفن کر دے۔

(۳) مجھ سرگرداں کے ہاتھ میں کیا رکھا ہے؟ جو کچھ کرتے ہیں بلاشبہ آپ ہی کرتے ہیں۔

(۴) میں اپنی خاطر (دوقادینیت میں) نہیں سمجھا ہوں بلکہ آپ ہی کی رضا کے لیے سر اٹھایا ہے۔

(۵) جو نالہ و سوز کہ سینے میں نہیں سا سکا۔ غم ہلکا کرنے کے لیے باہر اُبل پڑا۔

(۶) اے بادشاہ! اے مالک! اور اے بے نیاز! تیرا کام تو تجھ ہی سے ہوگا، نہ کہ کسی خانہ باز (تلاش و مفلس) سے۔

۴۔ جاننا چاہیے کہ سلسلہ البوت اور نبوت بلا فصل کے جاری کرنے میں کوئی عقلی یا شرعی تلازم نہیں (یعنی جس شخصیت سے سلسلہ البوت جاری ہو عقلاً یا شرعاً یہ لازم نہیں کہ اس سے سلسلہ نبوت بھی جاری ہوا کرے) لیکن مشیت ازلیہ نے نبوت : اولاً نوح علیہ السلام کی اولاد میں رکھی اور پھر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں۔ اور انھوں نے (اپنی اولاد کے حق میں) دعا بھی کی تھی کہ ”بیج ان میں ایک عظیم الشان رسول انہی میں سے“ (بقرہ ۱۲۹) اور البوت جب معافی کی طرف مصاف ہوتی ہے تو اس سلسلہ کے اجراء کو متضمن ہوا کرتی ہے، جیسا کہ فتوحات کے باب ۳۱۳ میں ذکر کیا ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں اور آدم علیہ السلام جسمانی باپ ہیں، اور نوح علیہ السلام، جو آدم ثانی ہیں، رسالت میں پہلے باپ ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام اسلام میں پہلے باپ ہیں۔“ پس فتوحات کا یہ فقرہ اس مراد کی جانب بھی مشیر ہے (الغرض البوت و نبوت کے درمیان تلازم عقلی یا شرعی اگرچہ نہیں، لیکن سلسلہ نبوت جاری کرنے میں سنت الہیہ یہی رہی ہے کہ جس شخصیت سے سلسلہ البوت جاری کیا جائے اسی سے سلسلہ نبوت بھی جاری ہو) اس سنت کے پیش نظر خیال ہو سکتا تھا کہ اب یہ سلسلہ نبوت شاید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں جاری کیا جائے گا۔ اس وہم کو رفع کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے) سلسلہ البت (جاری) نہیں (ہوگا)، بلکہ خود آپ کی نبوت کا سلسلہ ہی تاقیامت قائم و دائم رہے گا، آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں ہوگی۔ اور ایسی البوت جو کسی سلسلہ کے اجراء کو متضمن ہوتی ہے اور جو یہاں اگر موجود ہوتی تو اجراء

سلسلہ نبوت کے مناسب ہوتی، یہاں موجود نہیں ہے، بلکہ اس کے بجائے ختم نبوت ہے۔ پس یہ ہے (آیت: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ تَرْجَا لِكُمْ وَلَكِنْ رَّسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّتَيْنِ میں) کلام کی وجہ ربط، جو کہن میں شرط قرار دی گئی ہے، اور بہت سے لوگوں کو اس سے ذہول اور غفلت ہوئی اور انھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ ابوت، اجرائے سلسلہ کے مناسب ہے، اور اب "بمعنی اصل" بھی اسی سے متفرع ہے۔

تشریح: — مصنف امامؒ نے کہن کی جس شرط استعمال کی طرف اشارہ فرمایا اس کی مختصر سی وضاحت ضروری ہے۔ کہن (مثلاً وہو یا خفیف) حرف استدراک ہے جس کی تفسیر قول مشہور و محقق کے مطابق یہ ہے کہ اس کے مابعد کی طرف ایسا حکم منسوب کیا جائے جو حکم ماقبل کے مخالف ہو، یہی وجہ ہے کہ اس کے ماقبل کا مابعد کے منافی یا اس کی ضد ہونا لازم ہے۔ شیخ ابن ہشام لکھتے ہیں: وَفِي مَعْنَاهُ ثَلَاثَةُ اقْوَالٍ أَحَدُهَا — وَهُوَ الشُّهُورُ — اِنَّهُ وَاحِدٌ وَهُوَ لَا اسْتِدْرَاكَ وَفَسَّرَ بَابَ نَسْبٍ لِمَا بَعْدَ مَا حَكَاهُ خِلَافًا لِمَا قَبْلُهَا، وَلِذَا لَمْ يَلِدْ اِنْ يَتَقَدَّمُ مَا كَلَامُ مَنْ قَضَىٰ لِمَا بَعْدَ مَا. (معنی اللبیب ص ۲۲۵ و قریب منه فی القاموس) پس کہن کے ماقبل و مابعد کے درمیان منتزیت، تبادل اور تدافع کا ہوتا یہی اتہاق کلام ہے جو کہن کے لیے شرط ہے اور اسی بناء پر طلئے بلاغت کے نزدیک کہن قعر قلب کے لیے آتا ہے۔ یعنی جب مخاطب خلاف واقعہ ایک حکم کے اثبات اور دوسرے کی نفی کا زعم رکھتا ہو تو متکلم اس کی اصلاح کے لیے پہلے تو اس کے ثابت کردہ حکم کی نفی کرتا ہے اور پھر کہن کے بعد اس چیز کا اثبات کرتا ہے جس کی مخاطب نے نفی کی ہو۔ (دیکھئے شریح تخیض بحث عطف)

اس تمہید کے بعد اب آیت کریمہ پر غور کیجئے کہ اس میں کہن سے قبل انھیں صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوت کی نفی کی گئی ہے اور کہن کے بعد آپ کے لیے رسالت و خاتمت کا اثبات کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ابوت و خاتمت کے درمیان

آخر کو فی ضدیت اور متناقض ہے جس کے اظہار کے لیے کلمہ لکھ لایا گیا ؛ اور مخاطبین کا وہ کیا زعم تھا جس کی اصلاح کے لیے بطور "قصر قلب" ابوت کی نفی کر کے لکھنے کے بعد خاتمیت کا اثبات فرمایا گیا ؟ — عام طور سے اس سوال پر توجہ نہیں دی گئی اور استدراک کے ایک مرجع معنی (دفع التوہم اناشی من الکلام السابق) نے کراہیت کی تقریر یہ کی گئی کہ "نفی ابوت سے ابوت روحانی کی نفی کا وہم ہو سکتا تھا اس کو رفع کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ آپ کی روحانی ابوت اعلیٰ و اکمل بھی ہے اور تاقیامت دائم و قائم بھی۔ کیونکہ آپ اللہ کے رسول بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔"

یہ تقریر بھلے خود درست ہے، مگر اس میں لکھنے کی شرط استعمال۔ یعنی اس کے قبل و ابعد کے درمیان ضدیت اور تناظر کا پایا جانا۔ اور قصر قلب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مصنف نام نے اس عقدہ کو حل کیا ہے۔ آپ کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ سنت سابقہ کے مطابق اگر آپ سے سلسلہ ابوت جاری کیا جاتا تو لازم تھا کہ سلسلہ نبوت بھی جاری ہوتا۔ مگر مشیت الہیہ میں آپ کے ذریعہ اجرائے نبوت نہیں بلکہ اختتام نبوت مقدر تھا۔ اس لیے آپ کے حق میں ابوت مقدر نہ ہوئی اور اسی لیے آپ کے صاحبزادگان عالی مقام کا بچپن میں انتقال ہوا۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے متبقی ہونے کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو زید کا باپ سمجھا شروع کیا۔ ان کا یہ زعم اجرائے نبوت کو مستلزم تھا۔ اس خیال کی اصلاح کے لیے بطور "قصر قلب" فرمایا گیا کہ آپ سے ابوت مقدر نہیں، جو اجرائے نبوت کو مستلزم ہے، بلکہ اس کے برعکس آپ کے ذریعہ ختم نبوت مقدر ہے اس لیے آئندہ کسی بالغ مرد کو آپ کا بیٹا کہہ کر نہ پکارا جائے۔

۴۔۔۔ اب آیت کریمہ کا حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجرائے نبوت کیلئے نہیں بلکہ ختم نبوت کے لیے ہیں۔ یہ آیت کریمہ (جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت مستعد کا دروازہ بند کر دیتی ہے اسی طرح) اجرائے نبوت بلا استفادہ کی بھی بدرجہ اولیٰ کرتی ہے۔ کیونکہ استفادہ کی صحت میں ابوت اور بھی واضح تر ہے۔ برعکس اس کے نبوت مستعد میں ابوت اس قدر واضح نہیں۔ خوب سمجھ لو۔

۸۔ زمانہ سابق میں نے نبی کی آمد کے بعد بھی گذشتہ نبی کی نبوت اگرچہ بحال رہتی تھی۔ تاہم یہ بات صادق آتی تھی کہ ایک اور نبی آپنچا اور عمدہ نبوت از سر نو تازہ ہو گیا، بھلا زمانہ خاتم الانبیاء کے، کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں کسے گا۔ اس لیے فرمایا: و خاتم النبیین۔ یعنی آپ اشخاص انبیاء کے خاتم اور آخری فرد ہیں (کہ علم الہی میں انبیاء کی جرقعد مقرر تھی وہ آپ کی تشریف آوری سے پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور انبیاء کرام کی غنتی ایک ایک کر کے پوری ہو چکی) اور (جب آپ کی آمد سے انبیاء کرام کی تعداد ختم ہو چکی تو) اس سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپ سلسلہ نبوت کے بھی خاتم ہوں۔ اور چونکہ آئندہ نبوت کی تجدید نہیں ہو گی۔ اس لیے اب قیامت تک آپ ہی کی نبوت دائم و قائم رہے گی۔

۹۔ اور اب یہ احتمال بھی باقی نہ رہا کہ آپ نبوت مستقلہ کے لیے تو خاتم ہوں، مگر آپ کی پیروی سے نبوت جاری رہے۔ نہیں! بلکہ آپ تو اشخاص انبیاء کے خاتم اور ان کی تعداد کے تکمیل کنندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کرام اپنی شخصیت کے لحاظ سے جدا جدا وجود رکھتے ہیں۔ یعنی ان کی نبوت خواہ بلا واسطہ ہو یا (بالقرض) بواسطہ اتباع ہو۔ ہر صورت ہر ایک کی اپنی شخصیت دوسرے سے ممتاز اور جدا گانہ رہے گی۔ یہ تو نہیں ہو گا کہ اتباع کی صورت میں ان کا شخصی تغایر کا عدم اور نظر سے ساقط ہو جائے، نہ یہ بلکہ وہ تعداد میں جتنے تھے اتنے ہی رہیں گے۔ اور نص قرآن اسی تعداد کے ختم ہونے اور اسی سلسلہ کے اتمام کا اعلان کر کے کی غرض سے نازل ہوتی ہے۔ اور اس نے کہیں بھی تقسیم نبوت سے تعرض نہیں کیا اور نہ لہ طائر نے کہا ہے کہ ارشاد خداوندی: و خاتم النبیین حق تعالیٰ کی جانب سے وصیت ہے اور اہل جہان کو آگاہ اور متنبہ کرنا ہے کہ یہ پیغمبر آخری پیغمبر ہے۔ اور آخری حجت ہے جو پوری کر دی گئی، آپ کا دین آخری دین اور آخری پیغام الہی ہے، ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی محروم رہ جاؤ۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی قوم کا مقتدا اور رئیس یوں کہے کہ ”یہ میری قوم سے آخری بات اور آخری عہد وصیت ہے ایسا نہ ہو کہ اس کو ضائع کر ڈالو اور پھر وقت ہاتھ سے نکل جائے۔“ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ آپ رسول تو اپنی امت کے لیے ہیں اور خاتم انبیاء سابقین کے لیے۔ اور یہ مکتہ جو طائر نے ارشاد فرمایا ہے، نہایت لطیف ہے، اور

یہ بتایا ہے کہ نبوت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک نبوت بلا واسطہ (بلا واسطہ) اور دوسری نبوت
بواسطہ اتباع۔ پس قرآن کے مرتب مطلق کو چھوڑ دینا اور جو چیز اس کی نظر میں قابل اعتبار ہے اسکا
اعتبار کرنا قرآن کو اس کے مقصد و معاصی سے خالی کرنا (اور اسے اپنے خود تراشیدہ معنی پہنائی)
ہے جو سب سے بڑا الحاد ہے۔

۱۰۔ پھر نبوت کو دو اقسام کی طرف تقسیم کر کے یہ کہنا کہ ”انبیاء بنی اسرائیل، جو شریعت
موسوی پر عامل تھے ان کی نبوت ثمرۃ اتباع نہیں تھی بلکہ سلسلہ محمدیہ کی نبوت کے، کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ثمرہ ہے۔ یہ ایک بے معنی بات اور محض خود تراشیدہ
سخن سازی ہے، کیونکہ نبوت بلا واسطہ ہوا۔ بلا واسطہ، نبوت کے خصائص و دونوں جگہ موجود ہوں
گے۔ رہا یہ کہ نبوت کے یہ امتیازی اوصاف و خصائص مندرجہ شرط بے تاثیر اور موقوف علیہ
محض کے ہیں، یا بمنزلہ سبب اور ملت مؤثرہ کے، یہ تمام فیجی امور ہیں اور آسمانی دین کا
عقیدہ یہ ہے کہ یہ منصب محض عطیہ خداوندی ہے، کسب و محنت سے حاصل نہیں ہوتا
(اور جب یہ بات طے ہوئی کہ جہاں نبوت ہوگی وہاں نبوت کے امتیازی اوصاف و کمالات
بھی بہر حال موجود ہوں گے) پس اگر آپ کے بعد بھی نبوت جاری ہوتی تو اس کا حال بھی
دور ساتی کی نبوت سے قطعی طور پر یکساں ہوتا۔ جیسا کہ مرزا نے چشمہ میسی ص ۳۴ میں خود بھی
دانتہ اس کا اعتراف کیا ہے (چنانچہ لکھا ہے:

”مرط الفزین انعمت علیہم۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور
پر ملا، یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔“ پس انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت کو بلا واسطہ
بتانا اور اپنی نبوت کو بواسطہ اتباع نبوی قرار دینا محض سخن سازی نہیں کی تو اور کیا ہے؟

(حاشیہ نمبر گزشتہ) اس سے آیت کا بھی ربط واضح ہو جائے کہ آپ کے بعد کسی نبی کا انتظار مت لکھو۔ منہ
لہ اس مضمون میں قادیانی کا تناقض رسالہ ”مراق مرزا“ ص ۱۴ میں دیکھئے: ”یہ اعتقاد و کتنا پڑتا ہے کہ ایک
بندہ خدا کا جیسی نام، جس کو عبرانی میں مسیح کہتے ہیں، تیس برس تک مصلیٰ رسول اللہ کی شریعت
کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا“ منہ

۱۱۔ اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ خود کو اسرائیلی بھی کہتا ہے، پس (جب وہ خود بھی بڑے عیسائی اسرائیلی ہے تو) عیسائی اسرائیلی اور عیسائی کافر، جس کا وہ نفرت کا ہے، درمیان سے اٹھ گیا۔

۱۲۔ اور چونکہ انبیاء بنی اسرائیل بھی، جو شریعت تورات پر عامل تھے، شریعت جدیدہ نہیں رکھتے تھے، پس ان کی نبوت بھی غیر تشریفی تھی، ٹھیک اسی نوعیت کی غیر تشریفی نبوت یہ علم، حضرت عائشہؓ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری رکھتا ہے پس جو منصب کہ انبیاء بنی اسرائیل کے سپرد تھا اس کے درمیان اور جو منصب یہ اپنے لیے تجویز کرتا ہے۔ اس کے درمیان کسی نوعیت کا فرق نہ رہا۔ بلکہ واقعہ اور مشاہدہ حق کے اعتبار سے امت کے سلسلے یہ دونوں منصب مساوی ہوئے۔ رہا وہ ذہنی اعتبار جو اس نے ایجاد کیا ہے کہ انبیاء سابقین کی نبوت بلا واسطہ اور مستقل تھی اور میری نبوت غیر مستقل اور اتباع نبوی کا ثمرہ ہے) اس سے امت کو کیا واسطہ؟ اور اس کا کیا اعتبار؟ کیونکہ یہ ایک ذہنی مفروضہ ہے جس کا وجود صرف فرض کنندہ کے ذہن میں ہوتا ہے، خارج میں وہ وقتی اعتبار نہیں ہوتا اور نہ احکام فاقیہ ہی اس پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ اپنے گم بیٹھے آدمی جو چاہے تراشتا رہے جس کو اردو محاورہ میں ”من مانی“ کہتے ہیں یعنی ایک ایسی بات جو ایک شخص نے دل میں فرض کر لی ہے، ایک نفسانی خیال ہے جو اس کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے، ایک جھوٹی فتنا ہے جو اس کے سینے میں ابھرتی ہے اور ایک خواہش ہے جو اس کے ہاتھ پاؤں خیال میں گردش کرتی ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

۱۳۔ اور حدیث مشہور (عن عائشہؓ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

ان مثلی ومثل الانبیاء من میری اور محمد سے پہلے انبیاء کی مثال لکھ
قبل کثل منجل بنی بیتا فلعنہ ہے کہ ایک شخص نے ایک نہایت حسین و جمیل
واجملہ الاموضع لبنۃ من محل تیار کیا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک
نارایتی، فجعل الناس یطوفون اینٹ کی جگہ خالی تھی لگ اس کے گرد چکر

لے لے کر گھوم رہے تھے۔ پھر بتایا کہ یہ عیسائی اسرائیلی بھی ہیں۔ یہی لکھی کا ازل و اعلیٰ از من و انہم احمد قادری (انی) مزہ

به و تشعجبون له و يقولون: لکھنے اور اس (کی غریبی تغیر) پر تعجب
 هذ و ضعت هذه کرنے لگے، اور لوگ بطور تعجب کہتے
 اللبنة قال فانما اللبنة کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی (کہ محل بہرہ
 و انا خاتم النبیین۔ درجہ کامل و مکمل ہو جاتا ہے) فرمایا: پس
 میں (قصر نبوت کی) وہی آخری اینٹ ہوں
 اور خاتم النبیین ہوں (کہ میری آمد سے
 (مجمع بخاری ص ۱۵۱) انبیاء کرام کی تعداد پوری ہو گئی)۔

اس حدیث نے نبوت کو حقی محل کے ساتھ تشبیہ دے کر (لمحمد قویان کے) ان تمام
 ذہنی اقتدارات اور خود تراشیدہ حیثیات کو زنج و بٹی سے نکال پھینکا ہے اور مستند ختم نبوت
 کو ذہنی سے نکال کر محسوسات کے دائرے میں داخل کر دیا ہے، جس میں ذہنی حیثیات
 و اقتدارات کا احتمال ہی نہیں (بلکہ ہر شخص سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے یہ فیصلہ کر سکتا ہے)
 کہ قصر نبوت کی تکمیل ہو چکی۔ اب اس پر مزید اضافے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں)۔
 ۴۔۔۔ اور جب مالکِ عمارت، عمارت کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر اسے ختم کرے
 تو مزہ دوروں کو یہ حق حاصل نہیں کہ مناقشہ کریں کہ تعمیر کو ختم کر دینا تو نقص ہے (پس جبکہ مالک
 مختار نے قصر نبوت کی تکمیل کا اعلان کر دیا، تو کس کی ہمت ہے کہ اس کی تعمیر جاری رکھنے کا
 اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرے)۔

۵۔۔۔ البتہ (نئے نبی کی آمد پر) شریعت سابقہ بعینہ باقی رہے گی؛ یا یہ کہ اس کے
 کسی حکم کی تجدید ہوگی؟ یہ فرق معلوم بھی ہے اور معقول بھی۔ اسی طرح بنی اسرائیل میں نئے
 نبی کی آمد پر اکثر و بیشتر نئی اُمت شمار نہیں کی گئی اور کبھی یہ تعلق تبدیل بھی ہو سکا، کیونکہ بقاء
 و تبدیل دونوں کو تحمل ہے۔ الغرض شریعت سابقہ کا بقاء یا تجدید کا تعلق اور اسی طرح
 کسی نبی کی اُمت ہونے یا نہ ہونے کا تعلق تبدیل ہو سکتا ہے اور یہ فرق معقول المعنی بھی ہیں
 اور اثر و نشان بھی رکھتے ہیں۔ بخلاف اس فرق کے جو اس محمد نے لجا دیا کیسے۔ (کہ پہلے زمانہ
 میں نبوت بلا واسطہ ملتی تھی اور اب واسطہ اتنا عاری ملتی ہے) دینِ سادہ میں اس کا کوئی نام و نشان
 نہیں ملتا۔ بلکہ یہ فرق محض من گھڑت اور خواہش نفس کی پیروی ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ

اپنے نفسانی خیالات کی پیروی میں اندھیرے کے تیر چلائے اور اس کے مطابق فیصلہ کیے کیونکہ سوائے دلیل قطعی کے اور کوئی چیز وقت اقتعات نہیں۔

۱۷۔ گزشتہ دور کے بارے میں بھی کہا جاسکتا کہ (مثلاً انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت) نتیجہ اتباع تھی اور (اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت جاری ہو تو) نہ انہی کے بارے میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ خارج اور مشاہدہ کے اعتبار سے ان دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں رہ جاتا، (پس ان دونوں زمانوں کے درمیان یہ فرق کرنا کہ نانا سابق میں تو نبوت ثمرہ اتباع نہیں تھی، بلکہ بلا واسطہ حق کھلنے کی جانب سے عطا ہوتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بذریعہ اتباع نبوی حاصل ہونے لگی۔ یہ فرق) محض ایک ذہنی مفروضہ ہے جو کسی کے ایجاد کرنے سے دین میں داخل نہیں ہو سکتا، نہ اس پر کسی حکم کی تفریع ہی درست ہو سکتی ہے۔

۱۸۔ الہامی حق بھی نبوت کے فیوض و کمالات کو جاری رکھتے ہیں اور نعت قرآن اور پیشاور احادیث کے قوافر کی بناء پر، جو بغیر کسی قید اور شرط کے مستند ختم نبوت میں وارد ہیں، باب نبوت کو مطلقاً مٹا دیتے ہیں، اور مرزا بھی بزم خود آیت خاتم النبیین کی پیروی کرتے ہوئے "نبوت مستقلہ" کو ممنوع مانا ہے۔ اور "نبوت مستقلہ" کی قید کا اضافہ اپنی مطلب ہاری کے لیے، خود اپنی جانب سے کرتا ہے۔ پس جس طرح کہ اس محمد نے آیت کا محل اپنی طرف تراش رکھا ہے کہ آیت میں نبوت مستقلہ کا دروازہ بند کیا گیا ہے) کیا ٹھیک اسی طرح الہامی حق کو یہ حق حاصل نہیں کہ قوافر احادیث کی بناء پر، جو علی رتوس الاشباہ و تمام دنیا کی آنکھوں کے سامنے بغیر کسی حرف تقیید کے موجود ہیں۔ نیز اجماع بلا فصل کی بناء پر جو صدر اول سے آج تک چلا آتا ہے، اس کی تعریف کو "کاوئے ہر بریش خاوند" کہہ کر اس کے منہ پر مار دیں۔

۱۹۔ اور یاد رہے کہ رسول اور نبی کے درمیان نسبت تبایہ نہیں ہے کیونکہ ارشاد خداوندی وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا میں دونوں جمع ہیں اور ان دونوں کے درمیان نسبت مساوات بھی نہیں، کیونکہ ارشاد خداوندی: وَمَا أَمْرٌ سَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ تَرْسُولٍ وَ

لَا نَبِيَّ بَعْدِي : یعنی : میں دونوں کو بالمقابل ذکر فرمایا ہے ، پس جب یہ دونوں نسبتیں نہیں ہیں تو لامحالہ کوئی اور نسبت ہوگی ، اور وہ نسبت اسی آیت کریمہ : مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ تَرَجَائِكُمْ وَلَكِنْ تَرَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب : ۴۰) سے مستفاد ہوتی ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص۔

رسول ، جمہور علماء کے نزدیک وہ ہے جو کتاب یا شریعت جدیدہ رکھتا ہو یا شریعت قدیمہ کے ساتھ قوم جدیدہ کی جانب مبعوث کیا گیا ہو۔ جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام قبیلہ بنو جرہم کی جانب مبعوث ہوئے۔ اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو۔ خواہ کتاب جدیدہ یا شریعت جدیدہ یا قوم جدیدہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ رسول اور نبی کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت کے اس آیت کریمہ سے مستفاد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کے درمیان تسادی کی نسبت ہوتی تو یہاں ضمیر ٹٹا نے کا موقع تھا ، نہ کہ اسم ظاہر لانے کا۔ اندر میں صورت خاتم النبیین کے بجائے خاتمہم فرمایا جاتا۔ اور خاتم النبیین میں جو اسم ظاہر دئے وہ اسی نکتہ کے لیے دئے تاکہ کلام عموم سے ہر قسم کی نبت کا اختتام سمجھا جائے۔ اور آپ کے بعد نبوت کے بالکل قطع ہونے کی صاف صاف تصریح ہو جائے۔ پس یہ طرز نبی کے عموم اور رسول کے خصوص پر دلالت کرتا ہے۔ اور معلوم ہے کہ یہ عام ، خاص کے بغیر اسی صورت میں پایا جاتا ہے جبکہ وحی تو ہو مگر بغیر کتاب یا شریعت جدیدہ کے ، اسی مادہ افراق کی خاطر عنوان کو ضمیر لانے کے بجائے اسم ظاہر کی طرف تبدیلی فرمایا۔ پس اس نکتہ جزیلہ کو سمجھ لینے کے بعد معلوم ہوگا کہ یہ آیت کریمہ جس طرح نبوت تشریعیہ کے انقطاع پر نفع قطعی ہے اس سے کہیں بڑھ کر نبوت غیر تشریعیہ کے انقطاع پر نفع قطعی ہے۔ اس لیے کہ ضمیر لانے کے بجائے اسم ظاہر اسی مقصد کے لیے واقع ہوا ہے کہ لفظ 'خاتم النبیین' سے ہر قسم کی نبوت عامہ کے منقطع ہونے کی راحت کر دی جائے۔ اس ملکہ کو قلمتِ علم اور کثرتِ جبل کی بنا پر اس کی روایت نہ ہو سکے۔ والحمد للہ الذی عافانا ہذا ابتلاہ ہم۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالقادر 'موضع القرآن' سورہ مدثر میں فرماتے ہیں : رسول وہ ہے جو کتاب رکھتا ہو امت : اور غیر محمد

۱۹۔ اور خاتم الانبیاء انبیاء کرامؑ اس تعداد کو جو ان کے شخصی تغایر پر مبنی ہے ختم کرنے کی وجہ سے خاتم الانبیاء ہیں، ذکر کس اور کھاؤ سے، اور جس طرح کہ بالغ مردوں کے حق میں آپؐ کی اہل ہر اعتبار سے منقطع ہے، اور تبیح بھی باطل ہوئی، اسی طرح اہمیت کے بالغ مردوں میں نبوت کی بھی کوئی قسم باقی نہیں رہی اور نہ اس کا باقی رہنا مقدر ہوا اور اس کا قارٹ اور استفادہ بھی باقی نہ رہا۔ البتہ اس کے بدل میں آپؐ کی شخصی نبوت دائم قائم ہے، کیونکہ مددِ حق خود موجود ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قوموں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور اسی بنا پر اس صورت میں فرمایا: وَأَنْزَلْنَا إِلَهُهَا تَهْنِئَةً پس دیگر تمام تعلقات کو باقی رکھا، مگر سلسلہ نبوت کو باقی نہیں رکھا۔

۲۰۔ اور حاصل آیت جامع کھاؤ تہنئہ کے یہ ہے کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ اہل بیت کو جاری سمجھتے ہو، جو کہ اجرائے نبوت کے مناسب ہے، اس کے برعکس ہماری تقدیر میں آپؐ کے ذریعہ اجرائے نبوت نہیں، بلکہ آپؐ پر نبوت کا اختتام شدہ ہے، پس اسی وجہ سے لفظ اہل بیت کو ذکر کیا، ذکر لفظ تبیح کو۔ حالانکہ نزول آیت کے وقت آپؐ کا کوئی فرزند موجود ہی نہ تھا، پس لفظ تبیح کا ترک کرنا اسی نکتہ کے لیے ہے اور بقایا ہر حق مقام، تھا کہ اہل بیت کو نہیں بلکہ تبیح کو باطل کیا جاتا۔

۲۱۔ اور شاید ارشاد نبویؐ: اہم میراث نہیں چھوڑتے ہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدق ہے۔ اسی آیت کریمہ سے ماخوذ ہے یعنی ذوال کی وراثت ہماری ہوگی اور نہ نبوت کی، جو کہ باپ سے بیٹے کو میراث ہوا کرتی ہے، چنانچہ آیت کریمہ: یَرِثُهَا وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوبَ لَیْسَ اور آیت ذُو مَرثَ سُلَیْمَانَ دَاوُدُ علیہ السلام نے دونوں احتمال رکھے ہیں، گویا فرمایا گیا ہے کہ یہاں دونوں وراثتیں نہیں، بلکہ ایک ہی وراثت اور ختم نبوت ہے جو قیامت تک ہی رہے گی۔ ہمیشہ اسی کے ساتھ ماطفت میں لفظ اندر نہ ہوا اور اجرائے وراثت کا انتظار مت رکھو۔

۲۲۔ اور شاید اسی مناسب سے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا کہ تم مجھ سے وہی حق لے لے

لے فتح ابوریٰ ص ۶۵۳ ۶۵۴ بحوالہ ص ۱۱۸ ج ۸ لے الاصراب ۹۰ لے مشکوٰۃ ص ۵۰۵ گمیر ص ۹۱

ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے لئے تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نہیں کیونکہ منشاء اسٹائن ذات علیؑ کو ذات ہارونؑ سے تشبیہ دینا نہیں ہے، اس لیے کہ حدیث کے لفظ "نہیں" کو تم بنزل ہارون کے ہو۔ بلکہ یہ ہیں کہ تم مجھ سے وہی ملکہ رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے لئے تھا۔ یعنی ایک تعلق کی تشبیہ دوسرے تعلق کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ہارون علیہ السلام کو مانگ کر لیا تھا میں نے بھی تجھ کو مانگ کر لیا ہے۔ لیکن اس اخراج سے نبوت بطور ورثہ کے حاصل نہیں ہوگی، اور خصائص ص ۲۴۹ میں بڑائی کی روایت سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "مگر یہ کہ نہ نبوت ہے نہ وراثت۔"

۲۳۔ اثبات اہل بیت سے وراثت نبوی جاری ہونے کا وہم ہو سکتا تھا، اور جب آیت کریمہ میں اہل بیت کی نفی کر دی گئی تو استدراک ختم نبوت کے ساتھ مناسب ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کی نبوت مقدر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہی ہوتی، لیکن وہ بھی مقدر نہ ہوتی۔ پس نبوت کی اس قسم کا نکالنا ہی خالص اکاد ہے اور محض اپنی خواہش نقصانی کو پورا کرنے کے لیے ہے اور بس۔

۲۴۔ اور جب کسی کام کا صاحب اختیار مالک خود ہی فیصلہ کر دے کہ فلاں سلسلہ، ج فلاں حد سے شروع ہوا تھا، ہم اسے فلاں حد پر ختم کر دیں گے۔ اب اگر کوئی شخص اس مقررہ حد کے بعد بھی تاویل و تحریف کے ذریعہ اس سلسلہ کا جاری رہنا تجویز کرتا ہے تو اس کے معنی ایسے ہوتے کہ وہ اس مالک مختار سے معارضہ اور مقابلہ کرتا ہے اور اس کے کلام کا مذاق اڑاتا ہے، کیونکہ صاحب امر تو اس سلسلہ کے بقا کی مدت بیان کر کے اس کی آخری حد مقرر کرتا ہے، اور یہ سرکش خود اسی کے رد برد اس کے کلام کے ایسے خود راہنہ معنی بیان کرتا ہے جو اس کے مقصود و مآل کی عین ضد ہیں

۲۵۔ پس (ارشاد خداوندی کے مطابق) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کا زمانہ اجرائے نبوت کا دور تھا (اس لیے انبیاء کرامؑ کے بعد دیگرے تشریف لاتے تھے) اور خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دور ختم ہو چکا اور زمانہ آخر تک آپؐ کی نبوت کے اہل میں شامل ہو گیا۔ (الغرض جب نبوت محض علیہ السلام ہے اور اللہ تعالیٰ خود اعلان

۱۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۳ بحوالہ بخاری و مسلم

کر چڑا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم کیا جاتا ہے۔ آپ کے بعد کوئی شخص اس منصب پر فائز نہیں ہوگا، اس مرتبہ اعلان کے بعد بھی جو شخص اجرائے نبوت کا مدعی ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ سے مناقشہ کرتا ہے کہ نبوت کی فلاں قسم تو ابھی باقی تھی (نعوذ باللہ) آپ نے غلط فہمی سے مطلقاً ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ کسی کام کے ختم کرنے میں صاحب اختیار کے ساتھ مناقشہ کیوں؟ آخر وہ کس وقت ختم کرتا؟ اللہ کس کے مشورے سے کرتا؟ جب مالک مختار اور حکیم مطلق کی جانب سے سلسلہ نبوت کے بالکل اختتام کا اعلان ہو چکا تو اس کے بعد یہ سوال کرتا کہ نبوت کیوں ختم ہو گئی؟ اللہ یہ کہہ کر وہ دیں تو لعنتی دیں ہے جس میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہو۔ یہ ٹھیک اسی طرح کی کٹ جھتی ہے جو حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ ہر بات میں بیہودہ سوالات کیا کریں گے۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ ساری چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں، اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا۔ بوجہ کلا حول وکلا قوۃ الا باللہ۔

۲۶۔۔۔ اور کسی کام کی انتہاء کبھی تو فقدانِ قابل کے سبب ہوتی ہے (کہ اب کوئی ایسا آدمی ہی میسر نہیں آتا جو اس کام کو کرنے کی صحیح اہلیت رکھتا ہو، اس لیے مجبوراً وہ کام بند کر دینا پڑتا ہے، اور) یہ نقص ہے۔ اور کبھی کسی کام کی انتہاء بسبب ارادۂ فاعل کے ہوتی ہے کہ وہ اس کام کو نقطۂ کمال تک پہنچا کر ختم کر دینا چاہتا ہے اور یہ (نقص نہیں بلکہ عین) کمال ہے۔ (پہنچا کر ختم نبوت کے مسئلہ میں یہی دوسری صورت پیش آتی ہے کہ نبوت کو اس کی معراج کمال تک پہنچا کر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی پر ختم کر دیا گیا)۔

۲۷۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ ”آپ کو خاتم الانبیاء کہہ مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں“ (اس سے قادیانی گروہ نے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک آیت خاتم النبیین اجرائے نبوت کے خلاف نہیں۔ مگر اس سے یہ استدلال کرنا قادیانی ملاحدہ کی کج فہمی ہے۔ کیونکہ اول تو یہ قول بلا سند ہے، جو لائق اعتبار نہیں، بالفرض اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے دو صحیح محل ہو سکتے ہیں

ایک احتمال یہ ہے کہ انھوں نے یہ ارشاد اس وجہ سے فرمایا ہو کہ آپ کے بعد معاذ اللہ آپ کی نبوت کا قصبہ بھی ختم ہوا، اور اب اس کا حکم بھی باقی نہیں رہا۔ یا یہ کہ آپ کے بعد کا زمانہ، زمانہ فترت کی مانند ہو گیا۔ (اس خیال باطل کی تردید کے لیے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ آپ خاتم النبیین، یعنی آخری نبی ہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا، اب کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہوگا، مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کا دور نبوت بس آپ کی زندگی تک ہی محدود تھا، اور زمانہ مابعد کے لیے نہ کوئی نئی ہے، نہ کسی نبوت کا حکم باقی ہے۔ نہیں؛ بلکہ خاتم النبیین کی نبوت کا حکم باقی جاری و ساری رہے گا) جیسا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عیسیٰ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر فرمایا ہو (یعنی خاتم الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہوگا۔ یہ نہیں کہ آپ سے قبل کے تمام نبی مرچکے ہیں اور اب کوئی سابق نبی بھی نہیں آئے گا۔ بہر حال حضرت صدیقہؓ کے ارشاد سے قادیانی گروہ کا اجرانے نبوت پر استدلال کرنا محقق و غبارت ہے)

۲۸۔ شاگرد کا استاذ کے علم کو سیکھ لینا اور اپنی فطری استعداد کے مطابق اس سے کمالات کا استفادہ کرنا اہل جان کی عادت ہے، اس طرح مرید کا مرشد سے استفادہ کرنا بھی موجود و معلوم ہے، لیکن یہ صورت کہ کسی شخص میں نبوت منعکس ہو جائے اور صحبت و ریاضت اور کمال اتباع کی بدولت اسے مقام نبوت حاصل ہو جائے، یہ ایک لایعنی دعویٰ ہے جس سے دین سادی کی پوری تاریخ متاثر ہوتا ہے، محض لغاطی ہے جو مفہوم و معنی سے عاری ہے، خالی عنوان جس کے تحت کوئی معنون نہیں اور نہ اس پر کوئی واقعی حکم مرتب ہو سکتا ہے، اس کی مثال ایسی سمجھئے کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بادشاہ کا نل و بروز ہے اور اس بروز می اتحاد کی وجہ سے اسے بادشاہ کا نام و مقام حاصل ہو گیا ہے (لہذا شاہی مہلات اور حشم و خدام اب اس کے زیر تصرف ہیں اور ملک کا تمام قلم و نسق اب بادشاہ کے بجائے اس کے سپرد ہے ظاہر ہے کہ ایسا شخص واقعہ بادشاہ کا مٹھب و عاشق نہیں کہلاتیگا، بلکہ اسے سرکش، غدار اور باغی

کے بعد نبوت کی ضرورت ہی ختم ہو چکی، کیونکہ یہاں شریعت خود اوج کمال تک پہنچ چکی ہے
 (چنانچہ اعلان فرما دیا گیا: اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاللَّهُ رَاضٍ عَنِ الَّذِي كُنْتُمْ تُعْبَدُونَ اور شریعت کی بقا و حفاظت
 کی کفالت خود حضرت حق جل شانہ نے اپنے دمرے رکھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اِنَّا
 فَخَرْنَا نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَخَائِفُونَ (الحجر: ۹) لہذا اب نہ تشریح کے لیے
 اجرائے نبوت کی ضرورت رہی، نہ شریعت کی حفاظت کے لیے۔ چنانچہ تم دیکھتے
 ہو کہ واقعہ میں بھی وہ محفوظ ہے۔ (رہی سیاست امت و تودہ خلفاء کے سپرد ہو چکی ہے)
 اللہ کیل نفسی کا شعبہ وہ بیٹ (جواد یا۔ امت کے سپرد کیا جا چکا۔ الفرض انحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے بعد کوئی منصب ایسا باقی نہ رہا جس کے لیے کسی نے نبی کی ضرورت ہو۔)
 ۳۱۔۔۔۔۔ اور شاید لفظ 'ختم' کا استعمال عرف لغت میں اشخاص کے ساتھ زیادہ مناسب
 ہے اور لفظ 'انقطاع'، وصف رسالت و نبوت کے ساتھ انسب ہے، نہ کہ اشخاص کے
 ساتھ۔ لفظ 'ختم' ماقبل کے امتداد کو چاہتا ہے اور یہ امر 'انقطاع' کے مفہوم میں معتبر
 نہیں۔ پس قرآن نے فرمایا کہ (وہ) اشخاص (جنہیں نبی کہا جاتا ہے) ختم ہو لیے (اور ان
 کی فہرست مکمل ہو گئی) اور حدیث نے بتلایا کہ یہ عہدہ ہی باقی نہیں رہا، یا یوں کہہ دے
 منصب بند کر دیا گیا (چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ بیشک رسالت و نبوت منقطع ہو چکی،
 فَلَمْ يَمْسُؤْلٌ بَعْدِي وَكَذَلِكَ نَبِيٌّ (ترمذی) پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا نہ نبی)

۳۲۔۔۔۔۔ عالم کی موجودہ صورت ذکر ابتداء ہی سے کمال پیدا کی گئی ہے اور نہ تخیل اور
 دلائل سے ظہور پذیر ہوتی بلکہ بطور تربیت تمہید سے مقصود کی جانب ترقی ہوتی رہی جیسا
 کہ جواہر و اعجاز، نہات و اشجار اور حیوانات و انسان میں مشاہد ہے۔ چونکہ مخلوق کا آغاز
 نفس واحد سے کیا گیا اور پھر اسے عروج و کمال تک پہنچایا گیا، تو اس سے معلوم ہوا
 ہوا کہ کمال ترین ذات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال ترین وعدہ ہی میں لایا
 جاتے گا، نہ کہ اس کے برعکس۔ اور جس طرح کہ عالم کی ابتداء آدم صوری و زمانی سے ہوئی
 ہے نہ کہ کسی اعتباری و اضافی سے۔ اسی طرح انتہاء بھی ایسے خاتم پر ہونی چاہیے جو

صورتہ و معنی دونوں طرح کا خاتم ہو۔ یعنی اس کے بعد اصل نبوت اور کمال نبوت دونوں کا انقطاع ہو جائے، ذکر وہ فقط اضافی و معنوی خاتم ہو۔ اور یہی مدعا ہے حدیث عراض بن ساریہ کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت آدمؑ بنور آب دُکلی میں تھے۔“ مراد یہ کہ آغاز کار ہی سے یہ امر ملحوظ تھا کہ سلسلہ نبوت کا اختتام مجھ پر ہوگا، زمانہ کے اعتبار سے بھی اور کمال کے اعتبار سے بھی۔ اب اگر آپؐ کی خاتمت کو حقیقی نہیں بلکہ اضافی فرض کریں تو آدم علیہ السلام سے تعالیٰ فوت ہرجاتا ہے، اور حدیث بے ربط ہو جاتی ہے اور یہ مضمون احادیث میں بار بار آیا ہے۔

۳۳۔ اور مفتی ذرہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تمام دائرہ کو اور اس کے مقام و مسافت کو اول سے آخر تک طے فرمایا ہے۔ اور اسی بناء پر اول و آخر میں بطور فرمایا، اور آپؐ اس تمام دورہ پر حاوی ہوئے۔ اندر میں صورت کسی شخص کا آپؐ کے بعد آنا۔ اگرچہ آپؐ سے استفادہ کے ذریعہ آئے۔ آپؐ کے حق میں ایک نقص ہے، گریا آپؐ بذات خود اس مرحلہ کو طے نہیں کر سکے۔ اس نکتہ کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ غبی شقی قادیانی اس سے محروم رہا ہے۔

۳۴۔ اور فتوحات کے باب ۳۸۷ میں اس نوعیت کے خواتم اور فواتح پر کچھ بحث کی ہے، اور ان خواتم کے زیر سیادت سابقہ کو رکھا ہے، نہ کہ بعد میں ان سے استفادہ کرنے والوں کو، کیونکہ اس صورت میں ختم علی الاطلاق صادق نہیں رہتا۔

۳۵۔ اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ختمائے کمال اگر باعتبار اہل کے مبداء ہے تو باعتبار ان کے مرتب اور مستند ہے، جو کہ متوخر ہوتا ہے اور شاید قوس نزولی و عروجی میں، جو صوفیائے کرام کے یہاں مقرر ہے اور غالباً آیت کریمہ **يَتَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ فِيهَا** میں اور پھر **اللَّهُ فِي الْمَعَابِجِ** میں اسی کی جانب اشارہ ہے، اس طرح ہوتا ہوگا۔ اور شاید اس قسم کے خواتم میں ختم معنوی یعنی ختم کالات کی ظاہری صورت سنت اللہ میں یہی ختم زمانی ہوگی، کیونکہ ہر معنی کے لیے ایک مصدب مناسب ہوتی ہے، اس طرح

ہر مرتبہ و منزلت بھی کسی مناسب صورت میں ہی جلد گر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چکر فاتح اور خاتم بنا، منظور تھا تو اس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ آپ کو باقبائلم کے مبادا قرار دیا جاتے اور باقبائرن کے سب سے آخر میں رکھا جائے۔ مشہور اشتراقی فلسفی شیخ شہاب الدین مقتول، تقدم و تاخر کی تمام اقسام کا مرجع تقدم و تاخر زمانی کو قرار دیتا ہے۔ ۳۶۔ اور یہ امر بھی سمجھ لینا چاہیے کہ لفظ 'ختم' کے مدلول کا تعلق ماقبل سے ہے، نہ کہ مابعد سے۔ پس مدلول آیت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تعلق انبیاء کرام سے ہے، وہ تمام تر خاتمت کا تعلق ہے، اور یہ تعلق انبیاء سابقین سے ہے، نہ کہ بعد میں آنے والے نبیوں سے۔ اور انبیاء سابقین کو آپ کی زیریادت رکھا گیا کیونکہ کسی پیشرو کا بعد میں آنے کی اتباع کرنا، مؤخر الذکر کی سیادت و کمال کو زیادہ واضح کرتا ہے بہ نسبت اس کے برعکس (کہ بعد میں آنے والے اپنے پیشرو کی اتباع کیا ہی کرتے ہیں، الغرض انبیاء سابقین بمنزلہ رعیت کے ہیں اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ سلطان الانبیاء کے ہیں) اور قاعدے کی بات ہے کہ رعیت کے پہلے سے موجود ہوتی ہے، تب سلطان ان کے بعد آتا ہے۔ جیسا کہ شب معراج میں انبیاء کرام، بیت المقدس میں جمع ہونے کے بعد غار کے لیے امام کے منظر تھے۔ غرضیکہ جو چیز اجتماع کا مقتضا ہو وہ اجتماع کے بعد ہوتی ہے، نہ کہ اس سے قبل۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے قہر میں بھی یہی ہوا کہ سامان پہلے سے مہیا کیا گیا، اور خلیفہ بعد میں لایا گیا۔

۳۷۔ اور کسی شخصیت پر کمال کا ختم ہو جانا اور مقصد کا اس پر پورا ہو جانا بذاتِ خود لہ قادیانی یہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ساز ہونا آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے اور ختم نبوت کو تسلیم کرنے سے یہ فضیلت فوت ہو جاتی ہے۔ آگے دور تک اسی مغالطہ پر بحث چلی گئی ہے کہ اول تو 'نبی ساز' کا افسانہ محض سخن سازی اور طبع کاری ہے۔ قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں، پھر آپ کی خاتمت جو اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے، اس کے معارض ہے، اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو آپ کا

اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے، جو نبی سائے ہونے کے مغالطہ کے معارض ہے۔ پس اگر ان دونوں فضیلتوں کو جمع کرنا ہو تو اس کی بس یہی صورت ہے کہ انبیاء سابقین کو آپ کے زیرِ سیادت رکھا جائے اور آپ کو ختم کنندہ کمالی یقین کیا جائے، کیونکہ آپ کے بعد بھی اگر نئے نبیوں کی آمد باقی ہو تو اس سے تو یہ ثابت ہو گا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بھی) مقصد نبوت جنوز پورا نہیں ہو سکا۔ بلکہ تشنہ تکمیل ہے (اس سے ہر نفیم سمجھ سکتا ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کا جاری رہنا آپ کی فضیلت و منقبت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس سے آپ کی تنقیص ہوتی ہے کہ سب سے اعلیٰ و افضل ہونے کے باوجود آپ مقاصد نبوت کی تکمیل نہیں کر سکے، تبھی تو مزید انبیاء کے بھیجنے کی ضرورت لاحق ہوتی۔)

۳۸۔ مختصر یہ کہ انبیاء سابقین کے دور میں زمانہ چونکہ ممتد تھا۔ اس لیے انبیاء کرام کو تکمیل کار کے لیے یکے بعد دیگرے لایا جاتا رہا۔ اور جب عالم کی بالاولیٰٹ دیکھنے کا ارادہ فرمایا گیا تو نبوت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور چونکہ آپ کی آمد سے مقاصد نبوت کی تکمیل ہو گئی اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی، اس لیے اس سلسلہ کو ختم فرما دیا اب یہ شبہ کرنا کہ (اگر آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو تو آپ کی) نبوت نبی سائے نہیں رہے گی، محض شیطانی دوسوہ اور سو قیاس و افتقار قیاس آرائی ہے، اور براہ راست صاحب اختیار مالک الملک کے ساتھ مزاحمت ہے۔

۳۹۔ اور اس کٹ جھتی کا آغاز سب سے پہلے ابلیس کیا تھا جس کی وراثت وہ اپنی ذریت کے لیے چھوڑ گیا ہے۔ حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کے ختم کرنے والا بنایا ہے، اور یہ شقی (مرزا) کہتا ہے کہ آپ نبی تراشنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ سے ایسا مزاج متبادل و منافق ابلیس نے کیا تھا جس کی وراثت اس شقی کو لانی ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) نبی سائے ہر انبیاء سابقین کے اعتبار سے ہے، اس میں دونوں

باتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

۴۰۔ اور یہ شتی نبوت کو ثبوت ملے پر، جو ابقائے نوع کے لیے ہوتی ہے اور جو انواع متناہ میں پائی جاتی ہے، تھاکر کرتا ہے۔ جبکہ حق تعالیٰ عمدۂ نبوت ہی کے ختم ہونے کا اعلان فرماتے ہیں، اور اس نوع ہی کو ختم کر رہے ہیں۔ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل۔

۴۱۔ پس حق تعالیٰ نے مجموعہ شخص اکبر میں اک مجموعہ عالم ہے، ایک خاص نظام ملحوظ رکھا ہے، اور کمال عالم کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا ہے۔ ”کسی شے کا مقصد ذہن میں سب سے اول ہوتا ہے اور وجود میں وہ سب کے بعد آتا ہے“ احقر نے ایک نعت میں کہا ہے: ”اے ختم رسل! آپ کی امت سب سے بتر امت تھی، اس لیے سب کے بعد وجود میں آئی، جس طرح کہ درخت کا ثمرہ اصل مقصود ہوتا ہے اور فصل کے آخر میں وجود پذیر ہوتا ہے“

۴۲۔ اور جانتے ہو کہ جو کثرت کو وحدت کی طرف راجع اور اس کے رشتہ میں منسلک نہ ہو۔ وہ شیرازہ منتشر کی طرح ہے، جو رفتہ رفتہ فنا ہو جاتا ہے۔ اور جس چیز میں جس قدر وحدت قوی تر ہوگی۔ وہ اسی قدر زیادہ معزز ہوگی اور اس کی صورت نوعیت سب سے افضل تر ہوگی۔ انسان کی روح، پھر اس کے جسم، پھر دیگر کائنات و موالید میں درجہ بدرجہ غور کرو۔ کہ یہ بکھرے ہوئے سامان کی طرح نہیں ہیں اور نہ عناصر کی مانند ہیں، جو کہ مادہ ہے۔ اسی وجہ سے فلاسفہ کہتے ہیں کہ مادہ سے کثرت ہے اور صورت سے وحدت۔

۴۳۔ (حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کتاب نبوت کی تمت تمام ہو چکی اور سلسلہ نبوت ایک خاص نظام کے مطابق پانچ تکمیل کو پہنچ چکا، اس کے بعد مرزا قادیانی کی یہ کجی سمیٹ کہ وہ دین، لعنتی دین ہے جو نبی ساز نہ ہو (فصل خداوندی پر اعتراض ہے، اگر یہی منطبق ہے تو نعوذ باللہ) گذشتہ ائمہوں کو بھی اپنے نبیوں کے مقابلے میں یہ کہنے کا حق حاصل تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تمہی لوگوں کو نبوت کے لیے مخصوص و منتخب کیا گیا؟ اور یہی معارضۃ ابلیس یعنی نے اللہ تعالیٰ سے

سے کیا تھا کہ امر خلافت کا مدار آپ کے انتخاب و اجتباب پر کیوں ہے و یہی کی بجٹی بطور وراثت، اہلبیس سے اس مدعی (قادیانی) کو پہنچی ہے۔

اور حقیقۃ الامر یہ ہے کہ جس طرح کہ پہلی اُمتیں انبیاء سابقین کے زیر سایہ زندگی بسر کرتی تھیں اور مشیت الہیہ کے مطابق نبوت کے علاوہ دیگر مراتب قرب حاصل کرتی تھیں اور اُمت کے کسی فرد کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ انبیاء کرام سے مقابلہ آرائی کرے اور نہ وہ اس معاملہ میں کٹ جھٹ کر سکتا تھا (اسی طرح اُمت محمدیہ بھی قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نقلی رحمت میں زندگی بسر کرے گا اور نبوت کے علاوہ جس قدر مراتب قرب کسی کے حق میں اللہ تعالیٰ کو منظور ہیں انھیں حاصل کریگا) لیکن اس کٹ جھٹ کا کسی کو حق حاصل نہیں کہ کسی اُمتی کو مقام نبوت کیوں نہیں عطا کیا جاتا؟ پس جیسا کہ اُس نبی کی نسبت اُس زمانہ میں اپنی اُمت کے ساتھ تھی اسی طرح اب مشیت الہیہ یہ ہے کہ وہی نسبت واحدہ و آخر زمانہ تک قائم رہے اور یہ تعلق پوری اُمت کے ساتھ ختم عالم تک باقی رہے۔

۴۴۔۔۔ اور ترمذی کی حدیث نے ہر غم و فکر سے اہل ایمان کو شفاءِ صدر عطا کر دی ہے (اور قادیانی ملاحدہ کے تمام وسوسوں کا جواب شافی دے دیا ہے) آپ نے فرمایا کہ ”رسالت و نبوت بند جو پکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی“۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ خبر لوگوں کو شاق گذری کہ رسالت و نبوت تو ایک رحمت تھی اس کا انقطاع، اُمت کے لیے موجبِ حرمان ہوگا) آپ نے فرمایا: ”لیکن بشارات باقی ہیں“ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بشارات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”مومن کا خواب! اور یہ اجزاء نبوت میں سے ایک جز ہے“۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث نے اسی تعلق کا ازالہ کیا ہے (جو آج قادیانی ملاحدہ کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے) اور صاحبِ فتوحات نے بھی باب ۲۲۳ میں اس سلسلہ میں کچھ تحریر فرمایا ہے۔

۴۵۔۔۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سیادت تمام انبیاء سابقین

اور محشر میں تمام انبیاء کرام آپ ہی کے جھنڈے تلے ہوں گے، اور نیز چھڑک آپ نبی الانبیاء ہیں، جیسا کہ علماء عارلین نے تفریح کی ہے۔ اس لیے انبیاء سابقین نے آپ کی ماتحتی میں آکر اس باب میں، بعد میں آنے والے نبیوں سے مستغنی کر دیا ہے، اور اب مزید انبیاء کی حاجت نہیں رہی اور یہ بات صادق آئی کہ آپ ایسے نبی ہیں کہ اپنے ماتحت انبیاء رکھتے ہیں، مگر وہ انبیاء سابقین ہیں، نہ کہ آپ کے بعد میں آنے والے ظہامی فرماتے ہیں: ”آپ ایسے نبی ہیں کہ سب سے آگے نکل گئے۔ حق تعالیٰ نے ختم نبوت کا منصب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا۔“

۴۶۔۔۔ اور یہی مدعا ہے حدیث ”نَحْنُ الْأَخْدُذُ السَّالِفُونَ“ کا۔ یعنی ہم سب کے بعد آئے اور سب سے آگے نکل گئے۔ اور یہی مفہوم ہے اس حدیث کا کہ آپ نے فرمایا: ”میں تخلیق میں سب نبیوں سے پہلے تھا۔ اور بعثت میں سب سے آخر میں آیا۔“ یہ حدیث ابن ابی شیبہ اور ابن سعد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اور اس کی تفسیر ایک دوسری حدیث میں آئی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ”خاتم النبیین“ رکھا ہوا تھا۔ رآنحی لیکہ آدم علیہ السلام ہنوز آب و گل میں تھے۔“ اس کے بغوی نے شرح السنہ میں اور امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، جیسا کہ ”مشکوٰۃ“ میں ہے اور ”کھا ہوا ہونے“ سے مراد محض نبوت کا مقدر ہونا نہیں، کیونکہ یہ چیز تو تمام انبیاء کرام میں مشترک ہے۔ بلکہ اس سے خلعت نبوت اور اختصاص الہی کے ساتھ مشرف ہونا مراد ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت محض علیہ ربانی ہے۔ محنت و ریاضت سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اول اس خلعت کے ساتھ مشرف کیا گیا، گویا عالم و جرد میں آپ جس وقت بھی چاہیں اس تشریف و تکریم کے ساتھ گراستہ اور اس منصب پر فائز ہوں۔

اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بیشک اللہ تعالیٰ نے

۱۱۹ بحوالہ بخاری و مسلم ۵۱۳ مشکوٰۃ ص ۲۳

آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھیں اور الذکر میں تحریر فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یہ حدیث 'مواہب لدنیہ' میں صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کی ہے، مگر صحیح مسلم کے موجودہ نسخہ میں یہ پوری حدیث ان الفاظ میں مجھے نہیں ملی۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شائق میں مروی ہے کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور آپ خاتم النبیین تھے۔ (شائق ترمذی)

خاتم یعنی جس چیز سے کسی چیز پر مہر کی جاتے وہ لگاتے وقت تو سب سے آخر میں ہوتی ہے، لیکن نظر ثانی میں وہ سب سے اول واقع ہوتی ہے، اور سب سے پہلے اسی کو کھولا جاتا ہے۔ مسند طرابلس ص ۳۵۳ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی مضمون کی جانب اشارہ ہوا ہے کہ

لے مسند طرابلس کی جس حدیث کا حضرت مصنف فراتر مقدمہ نے حوالہ دیا ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کے لیے مل اترتے ہیں حضرت آدم حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ (علیہم السلام) کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ یہ کہہ کر فصد کر دیں گے کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنایا گیا۔ اس کے ساتھ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیتے ہوئے فرمائیں گے۔

ولكن ارايتم لوان متاعاً
في دعاء قد ختم عليه اكان
يوصل الى ما فيه حق
بفضل الخاتم؟
فيقولون لا - فيقول: فان
محمداً صلى الله عليه وسلم
يكنى به باؤد اگر کچھ سامان کئی ایسے
برتن ہیں جو جہر سر بہر کر دیا گیا ہو تو
جب تک اس مہر کو نہ کھولا جاسکے
کیا اس برتن کے اندر کی چیز تک
رسائی ممکن ہے؟ حاضرین اس کا جواب
نفی میں دیں گے تو آپ فرمائیں گے کہ

۴۴۔ اس کے بعد یہ شبہ کرنا کہ توین کامل وہ ہے جو نبی ساز ہو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر حصول نبوت کا مدار طہارت و طہارہ اور ایجاب ذاتی پر ہے۔ جیسا کہ ابلیس نے بحث کی تھی، اور یہی کٹ جاتی بطور وراثت اس کی اولاد (مرزا) قادر مانی وغیرہ) کو نصیب ہوئی۔ تو یہ ایک ایسا امر ہے جو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی دن تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر نبوت کا حصول اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ پر موقوف ہے تو ہم کہیں گے کہ نبوت، شرف و اختصاص کی وہ خلعتِ فاخرہ ہے جو ہر کسی کی قامت پر راست نہیں آتی۔

اور یہاں معاملہ کی نوعیت کچھ اور ہے وہ یہ کہ سلسلہ نبوت کو اس کے کمال کی آخری حد تک پہنچا کر ختم فرمادیا گیا اور نہیں چاہا گیا کہ اسے انحطاط پر ختم کریں۔ اور نبوت کا یہ اختتام اس وقت ہوا جبکہ کار نبوت ختم ہو گیا۔ مقصد نبوت پایہ تکمیل تک پہنچ گیا، اور عالم کے خاتمہ کا وقت قریب آپہنچا۔ نیز حکمتِ خداوندی نے نہ چاہا کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتِ مرحومہ کا تعلق واسطہ در واسطہ ہو، بلکہ یہ چاہا گیا کہ ایک ہی تعلق اول سے آخر تک پوری امت کو شامل و محیط ہو۔ نیز یہ نہیں چاہا گیا کہ امتِ مرحومہ کے لیے جن امور پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں ماثیہ منور گذشتہ

قد حضر الیوم الحدیث پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج بیان موجود
(مذیلیہ ص ۲۵۴ مطبوعہ آباد دکن) ہیں۔ ان کی خدمت میں جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس تشبیہ سے مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، لہذا جب تک نبیوں کا مہر کو نہ کھولا جائے اور آپ شفاعت کا آغاز نہ فرمائیں تب تک انبیاء علیہم السلام کی شفاعت کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔ اور نہ کسی نبی کی شفاعت کا حصول ممکن ہے، لہذا تم لوگ سب سے پہلے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، پہلے نبیوں کی مہر کو کھولو۔ آپ سے شفاعت کا آغاز کرو، تب کسی اور نبی کی شفاعت ممکن ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

سے کوئی جز باقی رہ جائے، کہ آئندہ کسی مدعی نبوت کے انکار سے وہ کافر ٹھہریں۔
بلکہ یہ چاہا گیا کہ ان کا ایمان تمام انبیاء سابقین کے پسے سلسلہ کر عادی ہو، کیونکہ
حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تمام الٰہیہ سابقین (علیہم السلام) پر ایمان
لانے کو متضمن ہے، اور خاتم الانبیاء پر ایمان لانے کے بعد اس سلسلہ کا کوئی جزو
ایمان باقی نہیں رہ جاتا۔

۳۸۔۔۔ موضع القرآن میں سورہ اعراف کی آیت وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا
يُؤْمِنُونَ کے ذیل میں اس مضمون کی جانب اشارہ ہوا ہے اور سورہ حج میں بھی
اور یہی مدعا ہے اس آیت کریمہ کا: (الْيَوْمَ أَكُنْتُ بِكُمْ وَدِيْعًا)
وَأَقَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَحْمَتِي لَكُمْ الْوَسْلَامَ وَدِيْعًا
حافظ ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”یہ اس اُمت پر حق تعالیٰ شانہ کا سب سے بڑا انعام ہے کہ ان کے لیے
ان کے دین کو کامل کر دیا۔ اس لیے وہ اپنے دین کے سوا کسی اور دین کے اور اپنے
لے سورہ اعراف کی آیت کے ذیل میں حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ”شاید حضرت
موسے علیہ السلام نے اپنی اُمت کے حق میں دنیا اور آخرت کی نیکی کی جو دعا مانگی
مراد اس سے یہ تھی کہ سب اُمتوں پر مقدم رہیں۔ فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی
فرقہ پر مخصوص نہیں۔ سو عذاب تو اسی پر جس کو اللہ چاہے اور رحمت سب کو شامل ہے،
لیکن وہ خاص رحمت کبھی ہے ان کے نصیب میں جو اللہ کی ساری باتیں یقین کریں، یعنی
آخری اُمت کو سب کتابوں پر ایمان لا دیں گے۔ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں
جو کوئی آخری کتاب پر یقین لا دے وہ پہنچے اس نعمت کو، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
دعا ان کو ملے۔“

اور سورہ حج کی آخری آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: ”یعنی پسند کیا تم کو اس واسطے
کہ تم اور اُمتوں کو سکھادے، اور رسول تم کو سکھادے اور یہ اُمت جو سب سے پیچھے آئی سب
کی غلطی اس پر معلوم ہوئی، سب کو راہ صحیح بتاتی ہے۔“ لے المائدہ: ۴

نبی (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کے سوا کسی اور نبی کے محتاج نہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا، اور تمام جن دانسن کی طرف مبعوث فرمایا (تفسیر ابن کثیر)

پس اہل حق نے سلسلہ نبوت کے اختتام کو نعمت و رحمت شمار کیا ہے (جب کہ قادیانی کے نزدیک یہ نعمت معاذ اللہ لعنت ہے) اور یہی مصداق ہے ارشاد خداوندی: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنی ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۴۹۔ اور حق تعالیٰ آیات کریمہ میں تمام امتوں کو ایک طرف اور اس امتِ محمدیہ کو دوسری طرف رکھتے ہیں، اور پوری امت کو ازل سے آخر تک ایک ہی امت شمار کرتے ہیں اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰)
 ۲۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا تُكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ: ۱۴۳)
 ۳۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النسا: ۴)
 ۴۔ لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (الحج: ۶۸)

۵۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ (الزمر: ۸۹)

اور حق تعالیٰ شانہ خاتم الانبیاء کی بعثت کو قیامت کے متصل رکھتے ہوئے آپ کے قیامت کے درمیان کوئی امت نہیں رکھتے پس جب تمام اہم سابقہ کو ایک طرف اور امتِ محمدیہ کو دوسری طرف دکھا گیا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے متصل مبعوث فرما کر امتِ محمدیہ کا دامن قیامت تک وسیع کر دیا گیا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ آخری نبی

ہیں۔ اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں۔ بلکہ قیامت تک امت مرحومہ پر آپ ہی کا سایہ نبوت و رحمت محیط رہے گا۔ (الحمد للہ)

۵۰۔۔۔ اور قادیانی لحد کا یہ کتنا کہ توہ دینی لعنتی رہیں ہے جس میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہو۔ اس کے جواب میں بطور معارضہ کہا جائے کہ وہ دین، دینی رحمت نہیں جن کے تمام اجزاء پر آدمی ایمان لائے، مگر باوجود اس کے بعض کسی شقی کی نبوت کے انکار سے کافر ٹھہرے۔ نیز قادیانی سے یہ سوال کیا جائے کہ آیا دین کے بارے میں بھی یہی مطلق جاری ہوگی کہ وہ دین، دین رحمت نہیں جو نئے دین کو پیدا نہ کر سکے۔ نیز یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ اس شقی کی نبوت، جس نے اب تک کوئی نبی پیدا نہیں کیا، اور نہ اس پر وہ راضی ہے۔ اس پر بھی لعنت ہے یا کیا ہے؟

۵۱۔۔۔ اور گزشتہ بحث سے آپ نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطۃ العقد (بار کے درمیان موقی) کی حیثیت سے عالم و جرم میں نہیں لایا گیا کہ آپ کا تعلق سابقین سے کچھ اور نوعیت کا ہوتا اور لاحقین سے کسی دوسری نوعیت کا نہیں بلکہ آپ کو صدر جلسہ کی حیثیت سے لایا گیا ہے کہ ساری تمہید پہلے ہوا کرتی ہے، اور صدر جلسہ کی آمد کے بعد جلسہ کا اختتام ہو جاتا ہے اور مقصد ختم ہو جانے کے بعد سوائے کوچ کا تقارہ بجانے کے اور کوئی کام باقی نہیں رہ جاتا، ورنہ لازم آئے گا کہ مقصد ابھی تک پورا نہیں ہوا۔

۵۲۔۔۔ (قادیانی نے نبوت کو بادشاہت پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہنشاہ وہی کہلاتا ہے جو اپنے ماتحت بہت سے بادشاہ رکھتا ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال نبوت اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے جب کہ آپ کے فیض نبوت سے بہت سے نبی و جرمین آئیں۔ لیکن اس شقی غبی نے بزعم خود کمال ثابت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعقیص کا التزام کیا ہے۔ کیونکہ شہنشاہ کو اپنے ماتحت بادشاہوں اور جانشینوں کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ مقصد ہنوز نا مکمل ہے، کیونکہ سلطنت کا سلسلہ جاری ہے۔) (اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف

اصول میں کلام تھا، اور اس کی اصل بحث اس امر میں تھی کہ نبوت و رسالت اور دیگر امور الہیہ کا مدار ایجاب بالذات اور طبعی صلاحیت پر ہے یا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارادہ و اختیار اور مشیت پر؟ (ابلیس نستی اول کا قائل تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر کام کی علت کے بارے میں الجھتا ہے اور (اس کے برعکس) آدم اور اولادِ آدم کا ملک یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کسی فیصلہ پر چون دچرا نہیں کرتے کہ یہ تقاضا عہدیت کے خلاف ہے، بلکہ وہ معاملہ کو صاحب معاملہ (حق شانہ) کے سپرد کر کے اطاعت و تسلیم بجالانے ہیں اور اپنی عہدیت پر نظر رکھتے ہیں، اور سچ پوچھو تو آدمیت کی محبوب ترین ادائیہ عہدیت اور تفویض و تسلیم ہے۔ چنانچہ انسانیت کے کل سربراہ اور اولادِ آدم کے مایہ افتخار سینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا وصف یہی بیان کیا گیا ہے کہ عبدہ و رسولہ۔ اور (اس کے مقابلہ میں) شیطان ہوتے دکھائے کہ ابلیس نے فرشتوں سے کہا:

ہوتے دکھائے کہ ابلیس نے فرشتوں سے کہا:

”میں مانتا ہوں کہ باری تعالیٰ میرا اور ساری مخلوق کا معبود ہے، وہ عالم ہے۔ قادر ہے، اس کی قدرت و مشیت پر بحث نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے کلمہ ”کن“ سے وہ فوراً جوڑ میں آجاتی ہے، وہ حکیم بھی ہے، مگر اس کی حکمت پر چند سوالات متروہ ہوتے ہیں، فرشتوں نے پوچھا وہ سوال کیا نہیں صادر کئے ہیں؟ وہ ملعون بولا: سات!“

”اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: اس سے کہو کہ تو اپنے پہلے اقرار میں کہ میں تیرا اور ساری مخلوق کا معبود ہوں، صادق اور مخلص نہیں۔ کیونکہ اگر تو واقعی تصدیق کرتا کہ میں الہ العالمین ہوں تو یہ کیوں؟ اور وہ کیوں؟ کی مخلوق کے ساتھ مجھ پر حکم چلانے کی کوشش نہ کرتا؟“

(دیکھئے الملل والنحل بعاشیہ کتاب الفصل لابن حزم مثلاً تا م) حرم

اور اس قصہ (آدم و ابلیس) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان میں خلل قابل برداشت نہیں
ہاں اعمال میں تقصیر اور کوتاہی ہو تو قابل مغفرت ہے۔

۵۵۔۔۔ اور جب قرآن کریم نے اعلان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشخاص
انبیاء کے خاتم ہیں تو (اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ انبیاء کرام کی جو تعداد علم
الہی میں طے شدہ تھی آپ پر اس کا اختتام ہو چکا۔ آپ سلسلہ انبیاء کے
آخری فرد تھے۔ آپ کے بعد اب کوئی ایسی شخصیت باقی نہیں رہی جس کا نام انبیاء کی
فہرست میں درج ہو۔ لہذا آپ کے بعد حصول نبوت کا دروازہ بالکلیہ بند ہو چکا ،
اور اب (مجاز اتحاد) یا نقل و بروز وغیرہ کا دعویٰ بھی نبوت کے اجراء و بقا کے لیے
سودمند نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ یہ امر قطعی و بدیہی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی شخصیت
کے اعتبار سے الگ الگ اشخاص ہیں (ان کے اسی شخصی تغایر کے لحاظ سے ان کی
ایک قطعی تعداد علم الہی میں معین ہے جس میں کی بیشی نہیں ہو سکتی) اور نص قرآن اسی
تغایر اشخاص پر مبنی تعداد کو ختم کرنے کے لیے وارد ہوئی ہے نہ کہ وساطت و عدم وساطت
پر (مدار رکھنے کے لیے۔ لہذا یہ کہنا کہ (خاتم النبیین کے بعد بلا واسطہ نبوت کا
دروازہ تو بند ہے، مگر بلا واسطہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے) یہ قرآن کی تحریف اور اس
کے مقصود کو باطل ٹھہرانا ہے جس کا منشاء محض شیطانی فریب اور خواہش نفس کی
پیروی ہے۔ اس لیے کہ اگر بالفرض نبوت بلا واسطہ بھی (کسی شخص کو حاصل) ہوتی تب
بھی تعدد اشخاص سے تو الگ نہیں ہو سکتی تھی، (بلکہ لامحالہ ایسے شخص کی نبوت
بھی فہرست انبیاء میں ایک نئے نبی کا اضافہ کرتی) حالانکہ قرآن نے اس قصہ ہی کو ختم
کر دیا، اور تمام نبیوں کا ان کے اشخاص کی مجموعی تعداد کے اعتبار سے احاطہ کیا ہے،
نہ کہ نبوت کو کسی خاص قسم کے اعتبار سے (پس قرآن یہ نہیں بتاتا کہ نبوت کی فلاں فلاں
قسمیں ختم ہو چکی ہیں اور فلاں قسم ابھی باقی ہے۔ نہیں! بلکہ وہ تو یہ اعلان کرتا ہے کہ
(حاشیہ ص ۱۸۷ گزشتہ) اور ہر گنگا دریا پر اس کا اطلاقی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب سے
بڑھی ہوئی ہے۔ نیز اس میں انبیاء کرام کے تمام مملوک سے افضل ہونے کا مسئلہ ہے۔ نیز
ایجاب و اختیار کا مسئلہ بھی ہے۔ نہ

نبیوں کی نکل تعداد، جو عند اللہ مقرر تھی۔ وہ ایک ایک کر کے پوری ہو چکی ہے۔ لہذا نبوت کی تقسیم کرنا اور بالواسطہ، بلا واسطہ مستقل غیر مستقل کی رٹ لگانا قرآن کی نظر میں سراسر لغو و باریک بینی سے ہے۔

۵۶۔۔۔ علاوہ ازیں اتحاد مجاز، دلورہ عاشقانہ، فنا و محویت اور اس طرح کی دیگر اصطلاحات کا اطلاق، باب عشق میں ہونا آیا ہے، اور یہ کسی قدر درجہ تسمیہ بھی پیدا کر سکتی ہیں۔ لیکن سب کچھ حقیقت و اقیہہ پر محمول نہیں، بلکہ احوال اور خیال آفرینی کے قبیل سے ہیں، چنانچہ مشہور ہے کہ ”فقر خیال بندی کا نام ہے“ اور اگر کسی از خود فتنہ عاشق نے ”من تو شدم، تو من شدی، من جان شدم تو تن شدی۔“ کس نگاہ سے بعد ازیں من و دیگر، تو دیگر“ کا نعرہ لگایا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ بیچ بیچ عاشق و معشوق کی ذات متحد ہو گئی اور اب ان کی دونوں شخصیتوں کے الگ الگ احکام باقی نہیں رہے بلکہ یہ تصورات کی دنیا میں عاشق و معشوق کو نقطہ نظر میں ایک سمجھنے اور اس سلسلہ میں تیز نگاہی کا مظاہرہ کرنے کے باب سے ہے، یہ نہیں کہ (ان خیالی تصورات سے) حقائق بدل جائیں اور احکام میں تغیر و تبدل ہو جائے (کہ نعوذ باللہ بندہ پر خدا کے یا خدا پر بندہ کے احکام جاری ہونے لگیں یا کوئی خدائی رسول کا مدعی واقعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۵۷۔۔۔ اور عالم خیال اپنے دائرے میں ایک وسیع مملکت رکھتا ہے، اور یہ تمام کا تمام احوال و صورت کے قبیل سے ہے، نہ کہ حقیقت و اقیہہ کے باب سے۔ اور اس کے آثار و احکام اس جہان میں مشاہد و معلوم نہیں ہیں۔ لہذا ان فدویانہ الفاظ اور از خود رفتہ لوگوں کے اقوال کی بناء پر شریعت سادہ اور قانون الہی کے احکام کو بدل ڈالنا اکاد و زندقہ ہے۔

ان احوال و اقوال کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی اصلاح و ترمیم کی جائے اور ان کے قائلین کی گمراہی کی صورت پیدا کی جائے یہ نہیں کہ ان کے ذریعہ دوسروں کی گردن ناپی جائے۔ اور جو کچھ کہ اس لمحہ نے حقیقتہً الٰہی ص ۶۷ میں کہا ہے۔ مع قل یا عبادہ کی تفسیر باطل کے یہ قرآن کا

شیرہ نہیں ہے نہ

اور فرق ظاہر جس میں مرتبہ نفس الامر بھی شامل ہے۔ اس کو لغو قرار دینے کا راستہ باطنیہ اور حلویہ ہمیشہ سے ہمارا کرتے آئے ہیں۔ اور قرآن کریم انہی تحریفات کی اصلاح کے لیے نازل ہوا ہے جو مختلف ادیان میں (اس قسم کے لوگوں کی کج فہمی سے) پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلاً یہود میں عقیدہ رجعت، اور نصاریٰ و ہندو میں عقیدہ حلول۔ (اب انہی تحریفات کو قرآن میں ٹھونسنا بدترین ظلم و انکار ہے۔)

۵۸۔۔۔ اور معلوم رہے کہ علماء ظاہر، ظاہر شریعت سے باطن کی طرف جا کر اور خود کو فرماں الہی و نبوی کی صورت میں مقید کر کے سلامتی میں رہے ہیں۔ خواہ حقیقت دہشتی تک بلا کم و کاست پہنچے ہوں یا صرف اطاعت فرمان میں کوشاں رہے ہوں۔ جیسا کہ علمائے باطن، باطن سے ظاہر کی طرف آتے ہوئے پوشیدہ اسرار و رموز کے اظہار میں کبھی کبھی ٹھیک نشانے پر اپنا تیر نہیں لگا سکے اور یہیں سے اختلاف دوغما ہوا۔ یہی سبب ہے کہ بسا اوقات انھوں نے ایسی چیزیں بیان فرمائی جو دوسروں کے فہم تک نہ پہنچی سکیں، باوجودیکہ انھوں نے بسوط اور ضمیمہ کتابیں لکھی تھیں۔ اور ایک صاحب فن عالم یہ سمجھتا ہو گا کہ اس قدر توضیح و تشریح کے بعد اب کوئی بات لوگوں کی استعداد سے بالاتر رہی ہوگی، مگر واقعہ یہ نہیں، بلکہ سیکڑوں اور ہزاروں امور اب بھی فہم سے بالاتر رہ گئے ہیں۔ اور خود صوفیاء کرام نے وصیت فرمائی ہے کہ اجنبی لوگ، جو ہمارے ”حال کا ذوق“ نہیں رکھتے، وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کریں۔ خود انہی کی وصیت کے بعد اور کیا چاہتے ہو؟ ابن خلدون نے مقدمہ میں اس لئے اس مقام میں مرزا کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ فنا و محویت کی حالت میں نبیوں پر بطور استعارہ ”خدا“ اور ”خدا کے بیٹے“ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی بناء پر قل یعباد میں لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ”کہا گیا ہے۔ مترجم۔

۵۹۔ علامہ شعرانیؒ نے اس پر بہت اچھی بحث کی ہے دیکھئے ایضاً ص ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴

مسند میں کچھ لکھا ہے۔

۵۹۔۔۔ اور معلوم رہے کہ ایمان اور کفر کے مابین حد فاصل صرف ایک حرف ہے اور وہ ہے انبیاء کرامؑ پر ایمان لانا اور ان کی تعلیم و ہدایات پر انحصار کرنا۔ یہی چیز ہے جو ایمان و کفر کے درمیان امتیاز کی کلید سمجھتی ہے ورنہ تمام قومیں اثباتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ میں بعض بعض چیزوں کا اعتقاد رکھتی ہیں، لیکن حق تعالیٰ کے دُور کو تسلیم کر لینے بعد وہ اس کی جانب سے آمدہ تعلیم و ہدایات پر انحصار نہیں کرتیں بلکہ حقوقِ عہدیت کی ادائیگی میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتی ہیں۔ بخلاف ادیانِ سادیہ کے کہ ان کا تمام تر انحصار ہدایاتِ ربانی پر ہے۔ جن کی تعلیم انبیاءِ علیہم السلام کے ذریعہ دی گئی ہے اور یہ جو بعض ملاحدہ کا خیال ہے کہ انبیاء کرامؑ کی تعلیم کو صحیح بھی ہو تب بھی ان کی ذات پر ایمان لانے کو کیوں جزوِ ایمان قرار دیا جائے۔ یہ خیال مسیح فطرت کی علامت ہے۔ کیونکہ جب ہم نے خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہدایات پر انحصار کیا تو لامحالہ خدا اور بندوں کے درمیان پیغامبروں کی ضرورت لاحق ہوئی اور ہدایات کا توقع ان کی ذات پر پڑھا۔

۶۰۔۔۔ نیز یہ بھی معلوم رہے کہ حضراتِ انبیاء اور خلفاء کی عبادت محض عہدیت ہے۔ کہ وہ (ہمیشہ) تفویض و تسلیم اور رب العالمین پر توکل کے راستہ (پر گامزن رہتے ہیں، اس کے علاوہ اپنی جانب سے ایک حرف بھی درمیان میں نہیں لاتے، نہ احکامِ خداوندی میں) اپنی عقل کا کوئی دخل دیتے ہیں۔ اس لیے کہ عبد مطلق اپنی ناچیزی و بے بائگی اور تمام معاملات و اختیارات کو آقا کے سپرد کرنے کے سوا اور کوئی مطلع نظر نہیں رکھتا۔ بخلاف صائبین کے، جن میں بُت پرست بھی شامل ہیں، کہ وہ عبادت کا طریقہ اپنی عقل سے تجویز کرتے ہیں اور اعمالِ سفلیہ کے ذریعہ علویات کی تیغ سے رسومِ عبادت بجالاتے ہیں۔ مثلاً ہیکل اور مورتیاں بنانا اور منتر جنتر پڑھنا وغیرہ۔ گویا ان کی عبادت کا حاصل ایک قسم کا جادو اور عملِ تیغ ہے۔ یہ فرق ہے انبیاء اور غیر انبیاء کے دین میں۔

لے مقدمہ ابن خلدون ص ۴۶۴۔ باب ۱، فصل ۱۱

۴۱۔ اس عالم میں عقائد و علماء اور عارفین کے کسی گروہ کے درمیان اختلاف رائے کبھی ختم نہیں ہوا، سوائے انبیاء علیہم السلام کے۔ کہ ان حضرات میں سے کسی ایک نے بھی نہ کبھی دوسرے نبی کی بجوئی، نہ اس کی کسی بات پر رد کیا۔ پس سلامتی اس میں ہے کہ ان کے احکام کی باطنی حکمت کا مطالبہ نہ کیا جائے، بلکہ بغیر چون و چرا اور بحث و مباحثہ کے ان کی اطاعت کی جائے۔

عالم تشریع، جو عالم تکوین کی سطح ہے، اس میں سبب اور مسبب کا باہمی ربط و اسادات (اتنا دقیق ہوتا ہے کہ ارباب نظر کو بھی) نظر نہیں آتا، اطاعت شعار قائل و بالغ کے لیے زیبا نہیں کہ اس سطح کو توڑ کر باطنی ربط و تعلق کے مطالبہ میں اُبھے۔ اور باطنی حکمت اور اندرونی حقیقت کے کھل جانے تک قانون الہی کی تعمیل کو معطل رکھے، شیطان کی ضد اور ہٹ دھرمی درحقیقت یہی تھی کہ جب تک سجدۂ آدم کی حکمت نہ بتائی جائے اس وقت تک فقیر تعمیل حکم سے قاصر ہے۔ بخلاف سنتِ انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کا فوق احکام الہیہ کے بارے میں یہ ہے :

زباں تازہ کردن با قرار تو

نیکیستن ملت از کار تو

۴۲۔ چونکہ حضراتِ صوفیاء کے محاورات و اصطلاحات کا سلسلہ ایک علیحدہ اور مستقل سلسلہ ہے (اس لیے فنِ تصوف کی اصطلاحات کو اگر فقہ و عقائد اور دیگر علوم مظاہری سے گڈمڈ کر دیا جائے تو اس سے احادیث و مذاہب کے سوا اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ چنانچہ) یہ محمد (بھی بھی کرتا ہے کہ) فنِ تصوف کے بعض اجزاء کا سرزد کر کے انہیں علوم ظاہری کے بعض اجزاء جوڑ دیتا ہے اور اس طرح و برید سے الحاد کا یہ منکال لیتا ہے جو یا تو کلام اور مومن کا شیعہ نہیں ہے۔

سادہ لوح، سادہ فتن یا محروم القسمت لوگ اس کے اس دعویٰ کو دیکھ کر کہ

”میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مرتبہ نبوت پایا ہے“ نقد یا ان اس کے ہاتھ فردخت کر دیتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے خدا کاروں میں سے ہوگا ، لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس نے آیت (ختم نبوت) کی تاویل و تخریج یہی تو کی ہے (کہ جو شخص قالی الرسول ہو ، اسی کو نبوت ملتی ہے) اور اسی زندہ کے ذریعہ اس نے نبوت کا دروازہ کھلا ہے ، اس لیے اس کو (اپنی مطلب برآری کے لیے) اس دعویٰ (فنائیت) کے اصرار و تکرار کے بغیر چارہ نہیں۔ اور (یہ صرف اسی دجال پر منحصر نہیں ، بلکہ) سب دجالوں نے یہی کیا ہے (کہ محویت و فنائیت ایسے بلند بانگ دعویٰ سے مخلوق خدا کی آنکھوں میں خاک ڈالی) یہاں تک کہ دجال اکبر بھی شروع شروع میں اپنی نیکی و پارسائی کا مظاہرہ کرے گا ، جیسا کہ فیج الباری میں روایت نقل کی ہے۔ بعد ازاں تدریجاً دعویٰ خلائی تک پہنچے گا۔ ورنہ اگر وہ ابتداء میں پارسائی و پرہیزگاری کی نمائش نہ کرتا تو اس کی دعوت کو فروغ اور مقبولیت حاصل نہ ہو سکتی۔ اسی طرح یہ دجال (قادیان) بھی دعویٰ اتباع (محض اپنی مطلب برآری کے لیے کرتا ہے ، جس) میں وہ متفرق نہیں ہے۔

۶۳۔۔۔ اور (مرزا قادیانی ایک طرف تو بڑی شد و مد سے کہتا ہے کہ حصول نبوت کے لیے ”سیرت صدیقی کی کھڑکی“ کھلی ہے ، اور اتباع نبوی کی وساطت سے اس امت میں بھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن) اسی کے ساتھ اجراتے نبوت سے جو اصل غرض تھی ، (یعنی اپنے تئیں نبی بلکہ آخری نبی ثابت کرنا) اس کو بھی اپنے ہمراہ رکھا کہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک) نہ اگلوں میں سے کوئی شخص اس مرتبہ (نبوت) تک پہنچا ، بعد میں آنے والوں میں سے (کسی کو یہ مرتبہ نصیب ہوگا)۔ کسی بندہ خدا کو یہ ہدایت نہ ہوتی کہ (اس نئے نبی پر ایمان لانے سے پہلے اس سے کم از کم اتنا ہی پوچھ لیتا کہ حضرت!) جب نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو پھر (آپ کے سوا کسی دوسرے کے لیے یہ شجرہ ممنوعہ کیوں ہے ؟ آخر دوسروں کے حق میں) یہ رکاوٹ کہاں سے نکل آئی ؟ گویا (مرزا نے) سارے اصول ، دوسروں پر نبوت کا دروازہ بند کرنے اور اپنے لیے کھولنے کے واسطے وضع کیے ہیں۔ دوسروں

پر نبوت کے بند ہونے کے ثبوت میں ختم نبوت کو پیش کرتا ہے اور اپنے لیے نبوت کا دروازہ کھول لیتا ہے۔ دیکھئے رسالہ ترکِ مرانیت ص ۲۶، ۲۹ - نیز مصباح العالیہ ص ۱۹۔

۶۴۔ — مرزا کہتا ہے کہ ”پہلے انبیاء جو بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے دین کی تائید کے لیے آئے، ان کی نبوت اتباع کا ثمرہ نہ تھی، بخلاف اس امت کے“ لہٰذا اس سلسلہ میں وہ اگر کچھ کہہ سکتا ہے تو یہی کہہ سکتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت میں موسیٰ علیہ السلام کی ذات کا دخل نہیں تھا۔ لیکن یہ بات اس کے کلام سے غیر شعوری طور پر اس دین میں بھی لازم آتی ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ دین لعنتی دین ہے جس میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہوگا۔ پس اس نے اجرائے نبوت کو دین کا لہٰذا اس سلسلہ میں رسالہ ”مراق مرزا“ ص ۱۱ سے مرزا کا تناقض بھی ملاحظہ فرمائیے، حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۹۷ میں کہتا ہے :

”اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے، مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ وہ نبوتیں براہِ راست خدا کی جانب سے ایک موحیت تھیں موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا“

اس کے برعکس اخبار الحکم مؤرخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ص ۲ میں کہتا ہے کہ :

”حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے“

اور مثل مشہور ”دروغ گور“ حافظہ نباشد کے مطابق اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ دین موسوی میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے ہزاروں نبی ہوئے اور دین متین (محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں صرف یہی ایک شتی ہوا، اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ایجاد کرے کہ ”دور سابق میں اتباع مشط نہیں تھی اور اب شرط ہے“

تو یہ بجا اطل ہے۔ کیونکہ ہر نبی قبل از نبوت کسی دین حق پر ضرور عمل پیرا تھا۔ اور حضرت خاتمِ ارسلان صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل الامم سے عبادت کرتے تھے۔ منہ۔

لہٰذا حقیقۃ النہدۃ ص ۱۶۲ غیر مرزا

خاصہ لازمہ قرار دیا، ذات نبوی درمیان سے نکل گئی۔ دیکھئے عشرہ کاملہ ص ۵۷، اشد العذاب ص ۳۲، ضرورۃ الامام ص ۲۰ اور رسالہ ترکِ مزاہبت ص ۲۰۴ میں اس سے بھی واضح تر عبارات سے۔

۶۵۔۔۔ یہاں مزا نے ”قافی الرسول“ کی شرط کو بھی ملحوظ نہیں رکھا، جیسا کہ (اشد العذاب کے) ص ۳۴ میں اس کا دعویٰ نقل کیا ہے، اور نہ ختمِ نبوت کی اس کے سوا کوئی تاویل و تحریف کہ وہ شریعتِ جدیدہ نہیں رکھتا، اور اسی طرح (اشد العذاب کے) ص ۳۹ میں مرث یہ تاویل کی ہے کہ (اس کی شریعت) شریعتِ جدیدہ نہیں۔

پس آیت ختمِ نبوت کی تحریف، ان عبارتوں میں، جو کہ آخری دور کی عبارتیں ہیں، دوسری تحریف کی جانب منتقل ہو گئی، اور ”قافی الرسول“ کی شرط بھی ضروری نہ رہی، پس جب تک کہ اجرائے نبوت کے لیے ”قافی الرسول“ کی شرط تھی۔ تب تک تو شریعت بھی تجویز ہو سکتی تھی۔ گو شریعتِ جدیدہ نہ سہی، اور جب شریعتِ جدیدہ نہ ہونے کی شرط ملے نظر ٹھہری تو شرطِ اوّل درمیان سے جاتی رہی اور اس کی ضرورت نہ رہی۔ اسی طرح ان خیالی ”اللمات“ میں بھی۔ جن کو وہ ادھر ادھر سے لے کر جوڑتا اور ان کا نام ”دجی“ رکھ لیتا ہے۔ جیسا کہ حقیقتۃ الوحی ص ۱۰۰ وغیرہ میں ہے۔ نبی و رسول کا لقب اپنے لیے بغیر کسی قید کے گاتا ہے اور اس کے ناخلف (مولا محمود) نے تصریح کی ہے کہ اس کے باوا کی ”دجی“ میں نبوت کے ساتھ خلقی، برداری اور انعکاسی وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے، یہ تمام الفاظ اس کے باپ نے محض تواضع کے طور پر لکھے ہیں۔

۶۶۔۔۔ اور آیت ختمِ نبوت کی تیسری تحریف قادیانی نے حقیقتۃ الوحی ص ۹۷، ۹۸ میں ایجاد کی ہے کہ خاتمِ نبوت، نبوت کو بند کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اسے جاری کرنے کے لیے ہے (چنانچہ صفحہ ۲۸ پر لکھتا ہے: ”اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں، ایک وہی ہے جس کی مر سے ایسی نبوت بھی حاصل ہو سکتی ہے“ اور صفحہ ۹۷ پر لکھتا ہے:

لے اشد العذاب ص ۳۷ بحوالہ اخبار الحکم ۲۱ اپریل سنہ ۱۳۵۱ھ

”اللہ جل شانہ“ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا۔
 یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی،
 اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ
 نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی ”نبی تراشش“ ہے، اور یہ
 وقت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی

حالانکہ محاوراتِ لغت میں لفظ خاتم، خواہ تاکہ کسرہ کے ساتھ ہو جس کے معنی
 ختم کنندہ کے ہیں، یا تاکہ فتح کے ساتھ ہو، جس کے معنی ہیں ”وہ چیز جس سے کسی
 چیز کو ختم کیا جائے“ بہر دو صورت ”خاتم القوم“ کی ترکیب ہیں (یعنی جبکہ یہ لفظ
 کسی جماعت کی طرف مضاف ہو) ”آخری فرد“ کے سوا کسی اور معنی کے لیے نہیں آتا،
 اور علمائے لغت نے تصریح کر دی ہے کہ جب یہ لفظ کسی قوم کی جانب مضاف
 ہو تو خواہ فتح کے ساتھ ہو یا کسرہ کے ساتھ، اس وقت اس کے ایک ہی معنی ہوتے
 ہیں یعنی ”اس قوم کا آخری فرد“

اور اصل لغت یہ ہے کہ ”خاتم“ بالکسر کے معنی ہیں ”انجام و اختتام تک پہنچانے والا“
 کیونکہ اسم فاعل صیغہ صفت ہے، اور ”خاتم“ بالفتح کے معنی ہیں: ”وہ شخص یا چیز جس
 کے ذریعہ کسی شے کو انجام و اختتام تک پہنچایا جائے“ کیونکہ یہ اسم ہے نہ کہ صفت،
 جیسا کہ علمائے صرف پر مخفی نہیں (آیت میں فتح اور کسرہ کی دونوں قرائتیں متواتر ہیں -
 خاتم بھی، اور خاتم بھی-) اور حاصل دونوں قرائتوں کا ایک ہی ہے یعنی ”آخری نبی“ یا
 ”انبیاء کرام کی جماعت کا آخری فرد“ اور بس۔ اس کے علاوہ باقی سب تعبیرات فروعی ہیں۔
 پس اصل معنی کا ترک کر دینا ناروا ہے، اور فروعی تعبیرات کی ذکر فی اہمیت ہے، نہ ان کا
 کوئی ضرر ہے۔ الایہ کہ حق تعالیٰ نے (مرزا قادیانی کی طرح) کسی شخص کو ہدایت سے
 محروم دے بے توفیق کر دیا ہو۔ اور (یہ جو ہم نے کہا کہ دونوں قرائتوں کا ایک ہی حاصل ہے) یہی
 مطلب ہے اس قول کا جو بعض مفسرین نے امام لغت ابو عبیدہؒ سے نقل کیا ہے کہ ”خاتم
 بالکسر اصل ہے“۔ یعنی اس مقام میں مرجع مراد، اور ملک علام کے کلام کا حقیقی مقصد و

مَدْعَاہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کنندہ ہیں۔ اور ابو عبیدہ کا یہ قول "کیونکہ آیت کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے ان کو ختم کر دیا۔ لہذا آپ ان کے خاتم ہیں۔" (یہاں تاویل کے لفظ سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ "تاویل کے معنی اہل لغت کی اصطلاح میں ظاہر سے ہٹانے کے نہیں، بلکہ تخریج وجہ اور مآل مراد کے بیان کرنے کے ہیں۔ فی الجملہ ابو عبیدہ" کی مراد یہ ہے کہ دونوں قراتیں اشتقاقی اور مدلول کے لحاظ سے مشترک ہیں۔ معالم التنزیل میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھا ہے :

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ نبوت کو ختم کر دیا، امام عاصم کی قراءت میں خاتم بفتح تا بطور اسم ہے۔ یعنی "آخری نبی" اور دوسروں کی قراءت میں خاتم بکسر تا، صیغہ اسم فاعل ہے کیونکہ آپ نے نبیوں (کی تعداد) کو ختم کر دیا۔ لہذا آپ ان کے ختم کنندہ ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر مجھے آپ کے ساتھ نبیوں (کے سلسلہ) کو ختم نہ کر دینا ہوتا تو میں آپ کو ایسا بیٹا عطا کرتا جو آپ کے بعد نبی ہوتا۔"

یہی مضمون عامۃ تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے، حتیٰ کہ جلالین جیسے مختصر تفسیر میں بھی۔

۶۶۔۔۔ اور چونکہ آیت میں لفظ خاتم (بفتح تا) بمعنی پایتخت یا اشیٰی ہے (یعنی جس کے ذریعہ کسی چیز کو ختم کیا جاسے) اس لیے اگر کسی نے خاتم کے معنی مَہر کے لیے تو چنداں خلاف تحقیق نہیں کیا (کیونکہ مہر لگا کر بھی کسی چیز کو ختم کیا جاتا ہے) پھر قرآن کریم کی عبارت میں یہ تو نہیں کہ آپ مہر نبوت ہیں (بلکہ یہ ہے کہ آپ نبیوں پر مہر ہیں) اور یہ بھی نہیں کہ آپ صاحب مہر ہیں، جو کہ مہر لگانے والا ہوتا ہے۔ (بلکہ آیت میں تو یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی خود مہر ہے جو دوسروں پر۔ اور وہ انبیاء سابقین ہیں۔ لگا دی گئی۔) (سپس صاحب مہر آپ نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سلسلۃ انبیاء پر مہر لگا کر اسے ختم کر دیا) بہر حال اس کے اصل معنی ہیں "انجام تک پہنچا دینا" اور اس کے تمام فروعی معنی اس حقیقت سے معرا نہیں۔

۶۸۔۔۔ مرزا کرامات الصادقین ص ۱۹ میں لکھتا ہے :

ہے جو کوئی نتیجہ نہیں رکھتی۔ پس ان حضرات کے مقابلہ میں اس کا دعویٰ شریعت کے شریعتِ جدیدہ کے دعویٰ کو مستلزم ہے۔ (علامہ فرماتے تھے کہ نئی شریعت نازل نہیں ہو سکتی، مرزا نے کہا مجھ پر نازل ہوئی ہے، بنائیے یہ شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ ہوا یا نہیں یہ علاوہ ازیں یہ ملحد کہتا ہے کہ جہاد میرے آنے سے منسوخ ہو گیا، اور آئندہ حج قادیان کی طرف ہوا کرے گا۔ اور جو شخص قادیان کا چندہ ادا نہ کرے وہ اس کی بیعت سے خارج ہے، جو اس کے نزدیک خروج عن الاسلام کے مترادف ہے، پس زکوٰۃ سب چندہ قادیان میں منحصر ہو گئی۔ دیکھئے کا دیہ ص ۹۹، (بتائیے نئی شریعت اور کہہ کر کہتے ہیں؟)

۷۲۔۔۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ محدثین کی تجدید کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ کھڑکی لارہ اللہ سے ایمان کی تجدید کی جاتی ہے۔ یعنی دین کی مٹی ہوئی باتوں کو از سر نو تازہ کر دینا۔ یہ نہیں کہ وہ دینِ متین میں کوئی اضافہ کرتے ہوں۔ (اس کے برعکس مرزا نے ارکانِ ایمان میں اپنی نبوت و مسیحیت اور وحیِ قطعی پر ایمان لانے کا اضافہ کر دیا، اور دین کے بیسیوں اعمال و عقائد میں ترمیم و تفسیح کر ڈالی۔ ظاہر ہے کہ اس کو تجدید نہیں کہہ سکتے، بلکہ یہ تو نئی شریعت اور نیا دین ہوا۔)

۷۳۔۔۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ شریعت کا جدید ہونا یا نہ ہونا یہ دو قسمیں تو قابلِ فہم تھیں، لیکن اس محمد نے ایک تیسری قسم ایجاد کی ہے کہ وہ صاحبِ شریعت ہے، لیکن وہ شریعت بطور تجدید ہے نہ کہ جدید۔ (شریعت کی ایک نئی قسم شریعتِ تجدید ایجاد کر کے) اور اس کا نام بھی شریعت رکھ کر اس نے صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اس نئی قسم کی شریعت کا فترتی یہ ہے کہ جب تک کہ اس محمد کی اتباع کا واسطہ نہ ہو (دینِ اسلام کی پیروی) موجبِ نجات نہیں ہے، بلکہ آدمی کا فر رہتا ہے۔ پس جبکہ اس نئی قسم کی شریعت کا حکم بھی وہی ہے جو شریعتِ جدیدہ کا ہے تو شریعتِ تجدید اور شریعتِ جدید کا فرق یکسر درہم برہم ہو گیا، اور (مرزا کا یہ کہنا کہ میں نے شریعت کے ایک شوشے کو بھی منسوخ نہیں کیا، یہ) منسوخ کرنے کے بات سب بے معنی

ہوتی (کیونکہ جب مرزا کی شریعت تجدید نے یہ اصول طے کر دیا کہ شریعت محمدیہ کی اتباع موجب نجات نہیں، بلکہ مرزا کی شریعت تہدیک کی اتباع میں نجات منحصر ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو شریعت محمدیہ کا عدم اور معطل ٹھہری اس کے باوجود مرزا کا یہ کہنا کہ میں نے شریعت محمدیہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ اس کے کسی حکم کو منسوخ کیا۔ محض اہل فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟)

اور جس طرح کہ وہ عموماً اپنے کلام کے نتیجہ و مال کو نہیں سمجھتا بلکہ اندھوں کی طرح چلتا ہے۔ اسی طرح اس نے یہاں بھی ایک حرف تک نہیں سمجھا۔ (بس یونہی اندھا دھند شریعت بطور تجدید کا دعویٰ (ٹک دیا) اور تقدیر مبرم نافذ ہے کہ فہم اس سے سلب ہو چکا ہے اور اس کی تعلیم میں کوئی چیز ایسی نہیں پائی جاتی جس میں خط و غلط اور تناقض و تہافت نہ ہو، جو کہ کسی صحیح الدماغ سے وقوع پذیر نہیں ہو سکتا، پس اس کے الہام و دعاوی سے ہی نہیں بلکہ اس کی لیاقت و قابلیت سے بھی ہاتھ دھو لیجئے۔ واللہ العالی۔

۴۔ اور حقیقتہً الومی ص ۶۷ میں دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ ساری نعمت شکم وادری میں وصول کر لی تھی۔ گویا اتباع وغیرہ محض کہنے کی بات ہے نہ کرنے کی۔ اور تتمہ حقیقتہً الومی ص ۳۹ اور تریاق القلوب ص ۱۹۲ میں اور ہی نمر الاپنا ہے۔

۵۔ پس آیت : مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ختم انبیاء اور ختم نبوت کے اعلان کے لئے نازل ہوئی ہے اور اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ اب آپ کے بعد کسی اور نبی کا انتظار نہیں ہے، جیسا کہ قبل ازیں انبیاء سابقین میں سے ہر پہلا نبی اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دیتا رہا ہے (اب بھائے اس کے ختم نبوت کا اعلان کر کے بتا دیا گیا کہ آئندہ کسی نئے نبی کی آمد منتظر نہیں ہے) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے ساتھ امت کا تعلق نہیں رکھتے، بلکہ اس کے بھائے رسالت و ختم نبوت کا علاقہ رکھتے ہیں کہ یہ تعلق دائمی ہے۔ اور یہ کلام بذات خود مربوط ہے، اس کا ربط ابوت بمعنیہ کے اثبات پر موقوف نہیں، جیسا کہ قرأت شاذہ میں (دھواب لھص) آیا ہے۔ کیونکہ کسی شاذ پر مدار نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور شاید مردوں کی تخصیص اس امر کے پیش نظر ہے کہ بچوں

۷۷۔ اور ارشاد خداوندی: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ آدَمَ** (پس جس انضامیاتی کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں دو احتمال ہیں) یا تو اس سے رسولوں کے حق میں انبیاء کرام سے اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لینا مراد ہے کہ یہ امر بہت ہی اہم اور مستم بالشان ہے اور یا (اس سے مراد) انبیاء بنی اسرائیل سے بنو اسماعیل کے تمام انبیاء کے حق میں عہد لینا اور انہیں اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ نبوت بنو اسرائیل سے بنو اسماعیل کی جانب منتقل ہو جائے گی، کہ یہ امر بھی نہایت اہم ہے۔ یہ انضر عہد اس واقعہ کے مشابہ ہے کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی پیشگی اطلاع دے کر انہیں اطاعت کا حکم دیا گیا۔ لیکن ان دونوں احتمالوں میں سے مؤخر الذکر تفسیر زیادہ راجح ہے، کیوں کہ لفظ "النبیین" کو جمع اور، لفظ "رسول" کو مفرد لانا۔ نہ کہ بلفظ جمع "رسل" مفرد یا مکملہ موصوفہ اور ثمرہ جاء کہ میں اس رسول کی آمد کو کلمہ تراخی "ثُمَّ" سے ذکر کرنا تفسیر ثانی کا موید ہے۔

ظاہر آیت نے تمام نبیوں کو ایک طرف رکھا ہے اور ان سب کے بعد آنے والے رسول کو دوسری طرف۔ اور لفظ "ثُمَّ" سے معلوم ہوا کہ "وہ رسول" تمام انبیاء کرام کے بعد آئے گا، یہ نہیں کہ یہاں انبیاء کرام کے درمیان وقتاً فوقتاً آنے والے رسولوں کا تذکرہ ہو۔ اور لفظ "مصدق" سے معلوم ہوا "وہ رسول" انبیاء کی جانب مبعوث نہیں ہوگا، بلکہ اپنے تمام پیشرو انبیاء کرام کی تعلیم کی تصدیق کرنے والا ہوگا، انبیاء کرام سے جو عہد و قرار لیا گیا اس سے اصل مقصود ان کی امتوں کو بتانا اور آگاہ کرنا ہے کہ اس عظیم شان رسول کی آمد کے وقت ضائع نہ ہو جائیں، اور (ان کو لازم ہے کہ) قومی امور و معاہدات میں بعض کو قائم مقام کل کے تصور کریں، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے زمانہ کو) پالینا (اور بعد از نزول آپ کی تصدیق و اتباع کرنا تمام انبیاء علیہم السلام کی نیابت سے بیسے کافی ہے۔ اور شاید تو اور رسول لاحق کا رسول و نبی سابق پر زبانی اکمل النبیین کے ہوں تو گویا مراد یہی نہیں کہ معاذ اللہ آپ کے بعد نیابتی آسکتا ہے بلکہ نہ شریعت بھی آڑ سکتی ہے۔ نہی امت بھی بن سکتی ہے اور نیادی بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔

معنی کہ رسول مآخِر کی آمد مقدم کی حیات میں ہوتی برادر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی ہو۔ ایسا توازن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور جگہ نہیں جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے شاید اسی مقصد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔ تاکہ وہ آخری زمانہ میں نازل ہو کر تمام انبیاء کرام کی جانب سے آنحضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں اور مہتاف النبیین میں جس ایمان و نفرت کا انبیاء علیہم السلام سے عموماً قرار لیا گیا تھا وہ اپنی ظاہری شکل میں بھی پورا ہو جائے۔ ہر چند کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اپنے ساتھ اس قدر داخلی دلائل و شواہد رکھتی ہے کہ ان کے بعد کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں رہ جاتی، ہم یہ چاہا گیا کہ آپ کی تصدیق خارج سے بھی ہو، کیونکہ جو تصدیق کہ خارج سے ہو وہ (بدیہی) اولیٰ و انسب ہے بہ نسبت تصدیق داخلی کے۔ (چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مصدق بن کر ان سب کے لیے تصدیق خارجی مہیا کی، اور ان سب حضرات کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی تصدیق کر کے تصدیق از خارج مہیا کر دی۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کے مصدق بھی ہیں اور مصدق بھی) اور (چونکہ) یہ وصف مُصَدِّقِیَّتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا شہرہ و صفہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے (اس سے واضح ہے کہ ثَرَجَاءُ کُھُرِ سُولِ مُصَدِّقِ لِّمَا مَعَكُم کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے، اور آپ ہی کے حق میں تمام انبیاء کرام سے ایمان لانے اور نفرت کرنے کا عہد لیا گیا) اور یہی تفسیر قبہار ہے اس آیت کی دوسری قرائت: **وَ اخذ الله ميثاق الذين** او قوا الکتاب سے کہ تمام اہل کتاب کو ایک جانب رکھا اور اس رسول کو دوسری جانب۔ (خلاصہ یہ کہ آیت میں دو قراءتیں ہیں، ایک قرائت ميثاق النبیین کی ہے) اور دوسری قرائت میں **وَ اخذ الله ميثاق الذين** او قوا الکتاب آیا ہے اور جانتے ہو کہ تعدد قرائت، بلاغت کے مختلفہ اعجازی نکات کے سبب ہوتا ہے، کیونکہ وہ تمام نکات ایک عبارت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ پس ان کے تعدد کی

وجہ سے تعدد قراءت روفا ہو جاتا ہے۔

پس (جب یہ ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی "آخری نبی" کے ہیں تو) آفریقا وجہ ہے کہ ہم آیت کے ظاہری اور کھلے کھلے معنی سے ہٹ کر، دلیل و دلیل کا رخ کریں ؟ ظاہری معنی کے چھوڑنے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہوئی ہے ؟ نفاذی خواہش کے مترادف خیال پر ایمان رکھنا مومن کا کام نہیں ہے۔

۷۸۔۔۔ اور (خاتم النبیین کی ترکیب) "يُوسُفُ احْسَنُ الْاُخُوَّةِ" اور "فَوْنُ اَعْلَمُ بَعْدَادَ" کی ترکیب جیسی بھی نہیں جس میں مضاف الیہ بمعنی مفعول بہ نہیں ہوتا ، اور حُسْن و علم بھی مطلق ہیں (بغلاف اس کے خاتم النبیین میں مضاف الیہ مفعول بہ کے معنی میں ہے۔ اور لفظ "خاتم النبیین" سے جس مضمون کو ادا کیا گیا ہے) ایسے موقعوں پر اصل اور معروف کلام یوں تھا کہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت منقطع اور نبوت دائم ہے۔ مگر دوام نبوت کو لفظ ختم سے تعبیر فرمایا گیا (تاکہ دوام نبوت کی دلیل بھی ساتھ ساتھ ہمیشہ کر دی جائے ، کیونکہ آپ کی نبوت کے تا قیامت دائم رہنے کی علت یہی تو ہے کہ آپ پر نبوت ختم اور سلسلہ انبیاء کا اختتام ہو چکا۔ پس یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس نے آپ کی نبوت کے دوام اور اس کی علت دونوں کو ایک لفظ "خاتم النبیین" میں بیاہ فرما دیا) پس خود اسی لفظ میں بغیر پیدا کرنا فہم مقصود سے کوسوں دور ہے ، ورنہ (اگر لفظ "خاتم النبیین" سے آپ کی نبوت کے دوام کا بیان کرنا، منظور ہوتا، صرف ایک فضیلت و منقبت کا اظہار مقصود ہوتا تو) جس طرح کہ اصل رسالت کا ذکر کیا تھا۔ اسی طرح اصل نبوت کو ذکر کرتے اور مثلاً اس قسم کے الفاظ فرماتے: وَلَکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَنَبِیًّا مِنْ الْمَقْرَمِیْنِ ، جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ابن مسعودؓ کی قراءت وَلَکِنْ نَبِیًّا خَتَمَ النَّبِیِّیْنَ نقل کی ہے۔

۷۹۔۔۔ اور کسی خاص فرد کے لحاظ سے نہیں بلکہ مجموعی اُمت کے اعتبار سے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ابوت معنویہ کا لحاظ کرتے ہوئے باپ کہا جاتا تو اس کی گنجائش ہر جگہ تھی۔ جیسا کہ ازواج مطہرات کے لیے اُم المؤمنین کا محاورہ رائج ہے۔ مگر یہ محاورہ بھی

چونکہ صورتہ خلاف مقصود کا وہم دلانا تھا، اس لیے رائج نہیں ہو سکا۔ چنانچہ عقیدۃ الاسلام (صفحہ ۲۰۴) میں اکیلے سے منع نقل کیا ہے۔

۸۰۔۔۔۔۔ آیت کی مراد یہ ہے کہ جس طرح آپؐ بیٹا نہیں چھوڑیں گے، اسی طرح دوسرا بیٹا بھی نہیں آئے گا، اور جس طرح آپؐ خلف چھوڑ کر نہیں جائیں گے، اسی طرح دوسرا پیغمبر بھی نہیں آئے گا جو آپؐ کا خلیفہ ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور رکبیت "کسی مرد کے باپ" نہیں، بلکہ آپؐ بطور لقب رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے یہ نہیں فرمایا: "ولکن رسول اللہ ونبیاً خاتم النبیین" کیونکہ یہ پورا عنوان "لقب نہیں تھا، گویا قرآن مجید نے اصحابِ مجمل کی طرح لقب ارشاد فرمایا ہے۔

اور یہ لقب محض تاخیر زمانی کی بناء پر اتفاقی نہیں ہے، بلکہ کسی اہم خصوصیت کا آئینہ دار ہے۔ یعنی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ میں تشریف لائے، محض اس تاخیر زمانی کو بتانے کے لیے یہ لقب نہیں ہے، بلکہ مراد الہی یہ ہے کہ ہم نے سلسلہ نبوت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا۔ اور سلسلہ انبیاء کی آخری حد آپؐ کی ذات کو ٹھہرانا محض اتفاقی نہیں، جو مفضل کے لیے بھی ہو سکتی تھی، بلکہ یہ کسی اہم ترین خصوصیت کی بناء پر ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں پائی جاتی ہے۔

۸۱۔۔۔۔۔ اور واضح رہے کہ رسول اور نبی کے درمیان منقطع فرق وہی ہے جو اکثر علمائے بیان فرمایا ہے، اور جو پہلے گزر چکا ہے، اور حق لغت کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ رسول کے معنی میں "فرستادہ اور پیغام لے جانے والا" اور ظاہر ہے کہ فرستادہ خداوندی کے کتب یا احکام شرعیہ کے سوا اور کیا چیز دے کر بھیجا جائے گا؟ اور "نبی" کے معنی میں خبر دہندہ، جو دینی قطعے کے ذریعہ خبر دیتا ہو، اگرچہ جدید شریعت نہ رکھتا ہو، اور اس کا وظیفہ امت کی سیاست و نگہداشت ہے۔ چنانچہ حدیث میں انبیاء بنی اسرائیل کا ان کی سیاست و نگہداشت کرنا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث میں آتے ہیں کہ ایک نبی گذرا تو اس کے ساتھ ایک ہی دو آدمی تھے۔ اور ایک نبی گذرا تو اس کے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں تھا۔ یہ

حدیث بھی اس مضمون پر دلالت رکھتی ہے کہ نبی کا وظیفہ اور اس کا تعلق اپنی اُمت کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

۸۲۔۔۔ اور یہ مقولہ ”حضرت شاہ عبدالعزیز خاتم المحدثین تھے“ (اس پر قیاس کرتے ہوئے قادیانیوں نے کہا ہے کہ جس طرح شاہ عبدالعزیز کے خاتم المحدثین ہونے کے بعد کوئی محدث نہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کا جواب ہے کہ اس مقولہ میں بھی خاتم المحدثین بمعنی ”آخری محدث“ ہی کے ہے مگر اس اطلاق اور محاورے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص خصائص اور کمالات مخصوصہ کا ختم کنندہ ہوتا ہے، پس اس خاص کمالات کے ختم کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر خاتم کا اطلاق کر دیتے ہیں، پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اطلاق کنندہ کو نہ زمانہ مستقبل کے حال کی تحقیق ہوتی ہے، نہ مستقبل کا علم ہوتا ہے، نہ اسے غیب کا علم ہے، نہ پردہ غیب میں جو کچھ پوشیدہ

ہے اور ”فتوحات“ میں جو کچھ لکھا ہے وہ منتشر اور غیر منسق کلام ہے، اکثر جگہ تو انھوں نے یہ کہا ہے کہ نبی بھی شریعت رکھتا ہے، مگر وہ اس کی ذات سے مختص ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ہارون کے حق میں اتنی بات بھی تسلیم نہیں کی۔ اور ایک جگہ کہا ہے کہ ”نبی کی شریعت دوسروں کے حق میں واجب نہیں، بلکہ ان کے اختیار پر ہے۔“ اور نوٹج سے قبل کے انبیاء کو کسی رسول کے ماتحت نہیں رکھا۔ اور اس انتشار کلام کا سبب یہ ہے کہ شریعت نہ ہونے کی صورت میں شیخ کو نبی کی کوئی خدمت نظر نہیں آتی۔ اور اسی وجہ سے انھوں نے نبوت کی ایک نئی قسم ”نبوت غیر تشریعی“ بمعنی ”ولایت“ نکالی۔ حالانکہ نبی کی جو خدمت حق میں ذکر کی گئی ہے وہ ایک عظیم خدمت اور جلیل القدر وظیفہ ہے، اور علماء جو نبی کے لیے غیر تشریعی نبوت کے قائل ہیں، وہ اس قسم کے ٹکڑے اور اس کو ولایت کے معنی میں لینے سے مستغنی ہیں، اور کتب ساویہ کے عرف سے اور انبیاء بنی اسرائیل۔ جو شریعت موسوی کے پیرو تھے اور وحی کے ذریعہ اُمت کی سیاست اور اخبار کرتے تھے۔ ان کے حالات سے بھی یہی بات مفہوم ہوتی ہے۔ پس اس کو خوب یاد رکھو اور دعائیں بھی نہ بھولو۔

ہے، اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، بلکہ وہ صرف اپنی معلومات اور وقتی علم کے اعتبار سے بطور مسامحت و سہل انگاری کے، اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ اس کا مخاطب اس کی مراد کو سمجھ جائے گا یہ فقرہ استعمال کرتا ہے اور بشر کبھی ناقص بات بھی کہہ دیتا ہے اور تمام قیود و شرائط کا احاطہ نہیں کرتا۔ چونکہ اظہار خصوصیت کی حاجت تھی اس لیے محاورہ بنایا تاکہ اس خصوصیت کو ختم زمانی کے بغیر بھی ادا کر سکیں۔

۸۳۔۔۔ نیز یہ کہنا تو معقول ہے کہ فلاں عالم فلاں کے مقابلہ میں لائق شمار اور قابل اعتبار نہیں، مگر یہ کہنا کہ ”فلاں نبی، فلاں کی بہ نسبت کوئی اعتبار نہیں رکھتا“ یہ تو معقول ہے، نہ رائج ہے (کیونکہ اس محاورہ کے معنی یہ ہیں کہ فاضل کے مقابلہ میں مغضول کا عدم ہے اور وہ کسی گنتی میں نہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی نبی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ناقص ہے، یا اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یا اس کا وجود و عدم برابر ہیں، نہ صرف مرتع گستاخی ہے بلکہ کفر ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی: لا تخیروا بین الانبیاء۔

کے ذیل میں ملاسنے تصریح فرمائی ہے۔ اور پھر) جس طرح کہ لا الہ الا اللہ میں (یہ تاویل نہیں) ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور خدا تو ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیونکہ یہ تاویل نہ صرف شرک ہے بلکہ اس میں منصب الوہیت کی بھی توہین ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین میں، جس کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے، یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ آپ کے بعد نبی تو ہیں، مگر وہ اس قدر بونے اور پستہ قد ہیں کہ آپ کے مقابلہ میں ان کا وجود و عدم برابر ہے۔ کیونکہ مسئلہ الوہیت کی طرح یہاں بھی اوّل تو ختم نبوت کا انکار ہے جو مرتع کفر ہے، دوم منصب نبوت کی اہانت ہے اور یہ بجائے خود کفر ہے، بخلاف اس فقرہ کے کہ شاہ صاحب خاتم النبیین تھے۔ یہاں تاویل صحیح ہے، کیونکہ یہ کہنا بجائے کہ شاہ صاحب کے مقابلہ میں بعد کے تمام محدثین طفل مکتب ہیں اور بوقت مقابلہ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک فقرہ ایک جگہ استعمال کیا جائے تو صحیح ہے اور اسی نوعیت کا فقرہ دوسری جگہ استعمال کیا جائے تو غلط ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ

اس قسم کے امور میں اصل مدار محاورہ کے جاری ہونے پر ہے، محض قیاس پر نہیں اگرچہ (کسی محاورہ کے صحیح ہونے کے لیے) جزئی علاقہ کا ثبوت ضروری نہیں، لیکن نوعِ علاقہ کا ثبوت بھی کافی نہیں۔ بلکہ اصل مدارِ فوق اور استقرار پر ہے۔

۸۳۔ ”ہر سخن دقتِ دہرِ حکمتِ مکار نے دارد“ یہ ہے توجیہ اور تخریج اس محاورہ کی۔

۸۴۔ اور پھر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص محدثی ختم کر گیا۔ اب اس جیسا کوئی دوسرا محدث نہیں آئے گا، مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شخص نبوت ختم کر گیا، اب اس جیسا کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ پہلی چیز فضائلِ کسبیہ میں سے ہے اور اس میں اشتراکِ بشریت ہے، خود مدوح کے زمانہ بھی بہت سے لوگ اس کے ساتھ اس نصیبت میں شریک ہوں گے، پس لوگ فرقِ مراتب پر نظر رکھتے ہیں اور مثال کو تو خاتمیت کے منافی سمجھتے ہیں مگر کم مرتبہ لوگوں کے وجود کو اس کے منافی نہیں سمجھتے، اور اس سلسلہ میں اُنکل اور تخمین سے بات کرنا ردِ سمجھتے ہیں۔ بخلاف بابِ نبوت کے کہ وہ کمالاتِ دہلیہ میں سے ہے، اس میں ظن و تخمین کے ساتھ بات نہیں کرتے، بلکہ کعب لسان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اخبار بالغیب کا باب ہے، اس میں اطلاعِ الہی کا منتظر رہنا چاہیے، اور محض اندازوں اور تخمینوں پر اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ پھر یہ (خاتمِ المحدثین والا) محاورہ بھی نزولِ قرآن کے زمانہ میں رائج نہ تھا۔ بلکہ بعد میں پیدا ہوا، جیسا کہ فاتحِ المحدثین کا محاورہ اختیار نہیں کیا گیا۔ پس قرآن کریم کو زمانہ مابعد کے پیدا شدہ محاوروں پر نہیں ڈھالنا چاہیے۔

۸۵۔ اور کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص جرد و سخاوت کو ختم کر گیا، مگر یہ نہیں کہتے کہ ویت و کرامت کو ختم کر گیا۔ کیونکہ یہ رجم بالغیب ہے۔ پس یہ ہے سبیل ان محاورات کی، نہ کہ محض قیاسات و تعلیقات۔ گویا اس نوعیت کے حکم میں حکم کنندہ کے مقام و مرتبہ اور مبلغِ علم و فہم کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

۸۶۔ اور معلوم رہے کہ اہلِ عرف ’فاتح‘ اور خاتم‘ دونوں کو نہیں جانتے پہچانتے، لہٰذا کہ اُنکل دوڑائیں اور تھیند لگائیں، یا پھر انہیں بعد از قوع اس کا علم ہوتا ہے، مثلاً

لوگوں نے دیکھا ایک بادشاہ نے سلطنت قائم کی، اسے قوی اقتدار اور اعلیٰ درجہ کی حکمرانی حاصل ہوئی، بعد ازاں اس کے جانشین آئے اور انھوں نے اس کی قائم مقامی کی (اور اس کی قائم کردہ سلطنت کا سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا) اب اہل عرف نے دیکھا کہ یہ منصب بادشاہ، سب سے پہلے سلطان اول نے کھولا تھا، اس لیے اس کو فاتح کہنے لگے اور فاتح کا یہ علم انہیں بعد از وقوع حاصل ہوا اور مثلاً انھوں نے کسی شخصیت کو ظن و تخمین سے قائم کمالات سمجھا تو اسے قائم کہہ دیا، ورنہ بجز شاذ و نادر صورتوں کے انھیں خاقانیت حقیقی کا مشاہدہ نہیں ہوتا، پس لفظ قائم کا اطلاق اکثر و بیشتر اٹکل اور تخمینے کے طور پر کرتے ہیں، بخلاف اطلاق فاتح کے، کہ بسا اوقات اس کا مشاہدہ بھی رکھتے ہیں۔ نیز اہل عرف کی نظر اس نظام کلی پر نہیں ہوتی جو مجموعہ کائنات میں جاری و ساری ہے، بلکہ صرف منتشر جزئیات تک محدود ہوتی ہے، کیونکہ انہیں نظام کلی کا علم نہیں، جو حق تعالیٰ نے اس مجموعہ عالم میں ودیعت رکھا ہے۔

تم جانتے ہو گے کہ اہل معقول نے کثرت کے چار مرتبے قرار دیئے ہیں۔ کل واحد کثرت محض جس میں ہئیت اجتماعی ملحوظ نہ ہو، وہ کثرت جسمی ہئیت اجتماعی بطور عرض ملحوظ ہو، وہ کثرت جس میں ہئیت اجتماعی بطور دخول ملحوظ ہو۔ جو کثرت کہ ایک سلسلہ میں منسلک ہو کہ وحدت تالیفی رکھتی ہو اہل عرف کو اس کے مبداء و مہتابا کا اکثر و بیشتر ٹھیک ٹھیک ادراک نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ انہیں تجربہ ہو جائے ورنہ اکثر وہ اٹکل اور تخمین ہی سے کام لیتے ہیں اس نوعیت کے کثیر منتظم میں قائم سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ مثلاً معمار چونکہ تعمیر کے پورے سلسلہ سے واقف ہے کہ اس کا آغاز فلاں جگہ سے ہو گا، اور انتہا فلاں جگہ پر ہو گا۔ اس لیے وہ تعمیر میں اس کی رعایت رکھتا ہے۔ بخلاف دیگر امور کے کہ لوگ ان کے نظام کو نہیں جانتے (اس لیے اس کی کما حقہ قطعی رعایت بھی نہیں رکھ سکتے، بلکہ ظن و تخمین سے کام لینے پر مجبور ہیں) اور نظامات الہیہ میں فاتح و خاتم اس طرح واقع ہوئے ہیں، کہ خاتم، خاتم کمال ہوتا ہے

سے قاصر ہے۔ اٹکل بازی (مجازف) نہ کرے تو کیا کرے؟ یہ اس کے بس کی بات نہیں کر
عمی طرح کم و بیش نہ کرے، اور کسی چیز کی حقیقت واقعہ کو ٹھیک ناپ تول کر بیا
کر دے، اور تقریب و تخمین سے کام نہ لے۔

۸۹۔ پھر قرآن کریم کی مراد کی تعیین میں اگر اہل اجماع پر، جو کہ اہل عقل و عقد
ہیں۔ اعتقاد نہ کیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ کفر و اسلام کی تمیز ہی اٹھ جائے، حق تعالیٰ
کا ارشاد ہے: ”اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا۔ بعد اس کے کہ اس پر
امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے رستے ہو لیا تو ہم
اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت
ہی بُری جگہ ہے جائے گی“۔ لے نبیل المؤمنین سے مراد اہل ایمان کا اتفاق و اجماع ہے۔
اور ضروریات دین میں تاویل بھی مسکوع نہیں، شیخ اکبر فتوحات مہ ۲۵۴ باب ۲۸۹ میں فرماتے ہیں۔
”تاویل فاسد کفر کی مانند ہے“

۹۰۔ اور سب سے پہلا اجماع جو اس امت میں منعقد ہوا وہ میلہ کذاب
کے قتل پر اجماع تھا، جس کا سبب صرف اس کا دعویٰ نبوت تھا، اس کی دیگر گھناؤنی
حرکات کا علم صحابہ کرام کو اس کے قتل کے بعد ہوا تھا جیسا کہ ابن خلدون نے نقل کیا ہے
اس کے بعد قرآن بعد قرین مدعی نبوت کے کفر و ارتداد پر ہمیشہ اجماع بلا فصل رہا ہے،
اور نبوت تشریعیہ یا غیر تشریعیہ کی کوئی تفصیل کبھی زیر بحث نہیں آئی۔

اور شاید میلہ کذاب نے اپنا مطلب: ”وَأَشْرِكُوا فِي أُمُورِي“ سے نکالا
ہو گا کہ نبوت میں بھی شرکت ہو سکتی ہے۔ یہی میلہ کذاب کا دعویٰ تھا اور یہی غلام احمد
قادیانی کا دعویٰ ہے (۱) ہمارے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی محل تصدیق تو احادیث

لے ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی ”سورۃ النساء آیت ۱۵“ ملے تاریخ ابن خلدون ص ۸۸۱ ج ۲۔

۳ میلہ کذاب کتا تھا کہ مجھے محمد کی نبوت میں شریک کر دیا گیا ہے۔ اور کذاب قادیان نے
کہا کہ تمام کمالات محمدیہ مع نبوت کے میرے آئینہ خلیفیت میں منعکس ہیں۔ اس لیے میں بعینہ
وہی خاتم الانبیاء ہوں گو نقلی طور پر سہی (ایک غلطی کا ازالہ)۔ مترجم۔

شریف ہیں و جمال سے بھی آتی ہے۔ لیکن محض اتنی بات اس کفر کو دفع نہیں کرتی بہت سے کافر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ہمارے دین کی محل تصدیق کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی کہتے ہیں کہ ہمارا دین بھی سچا ہے (اسی طرح قادیانی کا ہمارے دین کی تصدیق کرنا بھی دافع کفر نہیں)

۹۱۔ حاصل یہ کہ ختم کلمات کو لفظ خاتمیت کے ساتھ تعبیر کرنا قرآن کریم کا عرف ہرگز نہیں، قرآن کریم کا عرف اس باب میں یعنی باہمی تفاضل کے بیان میں وہ ہے جو آیت کریمہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ آیت میں اختیار کیا گیا ہے یہی طریق مستقیم ہے اور یہی سادہ اور فطری طرز کلام ہے۔ اور (اس کے برعکس) ختم کلمات کو بغیر کسی قید لگائے 'خاتم' کہنا تاویل و تخریج (کے تکلف) کا محتاج بناتا ہے اور (مزید برآں یہ کہ یہ زمانہ نزول قرآن کا عرف نہیں بلکہ زمانہ مابعد کا عرف جدید ہے کہ سوائے محاورہ رائج ہونے کے اس کا استعمال بھی مستحسن نہیں تھا، چہ جائیکہ وہ قرآن مجید میں مراد ہوتا کہ اس سے مغالطہ اندازی کا وہم ہوتا ہے چنانچہ پوری اُمت نے 'خاتم' سے ختم زمانی سمجھا ہے نہ کہ صرف ختم کلمات۔ (اب اگر خدا تعالیٰ کی مراد فقط ختم کلمات ہوتی، جیسا کہ قادیانی ملاحظہ کرتے ہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ تیرہ سو سال تک 'خاتم النبیین' کا صحیح مفہوم معاذ اللہ معنی قول درہلن قائل کا "مصدق رہا")

۹۲۔ اور معلوم رہے کہ (جو امور) اصطفا و اجتناب (کے باب سے ہوں ان) میں قرآن کریم کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں حق تعالیٰ شانہ کی ذات کی جانب منسوب کیا جاتا ہے (اور خاتمیت بھی چونکہ اسی باب سے ہے) اس لیے (بظاہر طریقہ قرآن کے) حاکم یہ تھا کہ وجعلناہ خاتم النبیین فرمایا جاتا (یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا) لیکن (یہاں) مقصود (چونکہ) یہ تھا کہ خاتم النبیین کا لفظ بطور لقب بعدوں کی زبان پر جاری ہو (اس لیے صرف رسول اللہ و خاتم النبیین کو بحیثیت لقب کے ذکر فرمایا)

۹۳۔ خاتم المحدثین وغیرہ کا عرف جدید اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لوگوں نے دیکھا

کہ کمالات کا رخ دن بدن انحطاط کی جانب ہے (اس لیے انھوں نے کسی نابغہ کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ آئندہ دور زوال میں ایسا بلند پایہ شخص کہاں پیدا ہو سکتا ہے، پس مستقبل میں نا اُمیدی کے پیش نظر انھوں نے اس بالکال کو اس فن کا خاتم قرار دے دیا) مگر یہ نظر اور اعتبار حق تعالیٰ کے حق میں مفقود ہے۔ اس کی بارگاہ عالی کے لیے زیبا نہیں کہ وہ مایوسانہ انداز میں یوں کہے کہ ”افسوس! فلاں پیغمبر کمالات کو ختم کر گیا، اب اس جیسا کوئی دوسرا پیغمبر کہاں آ سکتا ہے؟“ البتہ اس قسم کا کلام کہ ہم نے فلاں پیغمبر پر کمالات ختم کر دیے۔ لہذا اب اس جیسا کوئی دوسرا پیغمبر ہم نہیں لائیں گے؟ اگرچہ اس کی بارگاہ کے مناسب ہے، مگر قرآن کریم کی عبارت میں یہ مضمون نہیں۔ اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ فلاں پیغمبر آخری ہے، بالکل سیحی صاف اور واضح بات ہے (جس میں بے سرو پا تاویلات کی گنجائش نہیں اور نہ اس کے مقصد و مدعا کے سمجھنے میں کوئی الجھن ہے)

۹۴۔ اور تحقیق یہ ہے کہ خاتم المحدثین کا لفظ ختم کمالات مخصوصہ کے اعتبار سے نہیں بولا جاتا، بلکہ ”انقص کالمعذور“ کے اصول پر ناقصوں کو کالعدم اور ناقابل اعتبار فرض کر کے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

یہ ہے اس لفظ کی تخریج من حیث الدلائل۔ جیسا کہ لاریب فیہ میں علامہ نے کہا ہے، (باقی اس سے بحث نہیں کہ جس موقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے وہاں واقعہ ناقص کو بمنزلہ معدوم کے ٹھہرانا صحیح بھی ہے یا نہیں) مصداق جیسا کچھ بھی ہو ہوا کرے صحیح ہوا غلط! کیونکہ یہ آدمی کا مجاز فہ اور تخمینہ ہے، بادشاہِ عالم الغیوب کی تحقیق نہیں۔ بہر حال یہ ترکیب کبھی شئی کی انتہاء کو بیان کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے، جس سے اس شئی کا ختم اور منقطع ہو جانا قطعی طور پر لازم ہے۔ اب خواہ یہ اعلان انقطاع بطور مسامتہ اور حق مقام کی پوری رعایت کیے بغیر حرف زنی کے باب سے ہو، جیسا کہ اداسا انسان کا محاورہ ہے یا برسبیل تحقیق ہو، جیسا کہ علام الغیوب کے کلام میں واقع ہوا ہے، اور (یہ نکتہ کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ) ناقص کو کالعدم اور ناقابل اعتبار تصور کرنے کا اصول انبیاء کرامؑ کے باب میں رائج نہیں ہے، بلکہ یہ شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی سورت

اسماء حسنیٰ اور متعلقات حضرت ربو بیت کے مراتب میں بھی یہ طرز نامر واسطہ (کیونکہ ان امور میں سے کسی ایک کو ناقص اور لایعبار یہ قرار دینا بدترین گستاخی ہے، بلاشبہ انبیاء کرام میں بعض حضرات بعض سے افضل ہیں مگر ان حضرات کی ایک دوسرے سے) فضیلت کے بیان میں قرآن حکیم کا طریقہ (یہ نہیں کہ مفضل کو ناقابل اعتبار اور لایعبار فرض کر کے کالعدم قرار دے لیا جائے۔ بلکہ اس کا طریقہ) وہی ہے جس کی مثال اوپر گزر چکی، (یعنی تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ) مختصر یہ کہ علم اور فضائل کسبیبہ کا باب چونکہ بشر کے دائرۂ اختیار میں ہے اس لیے ان امور میں اس کو عمل دخل ہے کہ کسی چیز قابل اعتبار ہے کو کسی نہیں، اور کس چیز میں ناقص کو، منزہ معدوم کے قرار دے کر اس کے ناقابل اعتبار جوئے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے) بخلاف متعلقات نبوت کے کہ حضرت رب العزت کے سوا کسی کو ان میں اعتبارات پیدا کرنے کا اختیار نہیں۔

۹۵۔۔۔ اور ضرورت دونوں قسم کے افادوں کی پیش آتی ہے، کبھی کہتے ہیں کہ فلاں عہدہ اور منصب باقی نہیں رہا۔ اب کوئی شخص اس عہدے پر (تعیینات ہو کر) نہیں آئے گا، اور مراد ہوتا ہے اس عہدہ کا بالکل ختم اور بند کر دیا جانا۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ آئندہ اس پائے کا آدمی پیدا ہونا مشکل ہے، یا اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگ قابل شمار و اعتبار نہیں۔ اور اس قید کو ذکر نہیں کرتے، مواقع استعمال سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کبھی کلام اصل شیئی (کے ختم ہونے) میں ہے، اور کبھی (امٹی) مراتب (کے ختم ہونے) میں۔ علماء کے باہمی تفاہل میں یہی مؤخر الذکر معنی مراد ہوتے ہیں، نہ کہ اول۔ کیونکہ یہ لوگ اس میں نہ تو صاحب اختیار ہیں اور نہ حکم کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

۹۶۔۔۔ اور مخفی نہ رہے کہ اہل عرف خود بھی ان محاورات میں اپنے تسامع سے مطلع ہیں، اور ان کا تعامل ان کے مطلع ہونے کی خبر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک زمانہ میں ایک شخص کو 'خاتم المحدثین' کے لقب سے یاد کرتے ہیں، لیکن جب اس کے بعد کوئی دوسرا کامل کھڑا ہو جائے تو اس کو بھی یہی لقب دے دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی مراد ختم کمال کے کھلا سے بھی آخریت حقیقہ نہیں ہوتی، بلکہ اپنے زمانے کے اعتبار

سے آخریت مراد ہوتی ہے۔ بلکہ ایک ہی زمانہ میں متعدد اشخاص کو بھی خاتم کہہ دیتے ہیں، اور مقصد دوسروں سے کمال کی نفی کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے مخصوص دائرۂ ذہن اور ساری دقتی کے لحاظ سے بات کرتے ہیں، تمام زمانوں اور تمام اشخاص کے لحاظ سے نہیں۔ کیونکہ بات کبھی ان کے گوشۂ ذہن میں بھی نہیں آتی۔ کلام کا مفہوم عرفِ متکلم کے دائرہ اور عرفِ عام کے اعتبار سے لینا چاہیے۔ نہ کہ ایسا معلوم جو متکلم کا مقصود ہی نہ ہو۔ جیسا کہ گفتِ لوگ لفظی مواخذات کر کے ایسے مناقشات کیا کرتے ہیں جو متکلم کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گذرے ہوں۔ اس کے باوجود اہل عرف کا استعمال معنی آخریت کے لحاظ سے یکسر خالی بھی نہیں ہوتا، وزن مبالغہ، جو ان کا اصل مقصود ہے نزلت ہو جائے گا۔ مبالغہ اسی حالت میں باقی رہتا ہے کہ چونکہ اس سلسلہ کی حقیقی آخریت انھیں معلوم نہیں اس لیے کمال کا لحاظ کرتے ہوئے مدوح کہ آخر کہہ دیتے ہیں۔

یہ تو ہے اہل عرف کا اطلاق باعتبار اذنِ منہ و اشخاص کے۔ اب دوسری طرف اللہ جل شانہ کے طرز کو دیکھو کہ اس نے ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو 'ناتم النبیین' کا لقب نہیں دیا، نہ ایک زمانہ میں، نہ متعدد زمانوں میں۔ نہ کسی دوسرے پر اس لفظ کا اطلاق کیا، نہ اس کی اجازت دی یہ قادیانی اشقیاء کسی لفظ کے مجازی اور تسامی معنی دیکھ لیتے ہیں تو لفظ کو اسی کے لیے موضوع ٹھہرا لیتے ہیں، گویا اب وہ معنی حقیقی میں استعمال کے لائق نہیں رہا۔ اور اس سے بالکل غلط ہو گیا، اور لفظ کی گویا جدید وضع پیدا ہو گئی کہ اب اسے حقیقی معنی میں استعمال کرنا بھی جائز نہیں رہا اور یہ غایت جمل و شقاوت ہے کہ عرفِ قرآن اور عرفِ عامیاء میں امتیاز نہیں کرتے، اور ذرا احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے، بلکہ جو کچھ سامنے آ جائے بلا خطر تراشے اور بانکتے رہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دیدہ دلیری اور ڈھٹائی اس شخص کا کام ہے جو دراصل قرآن پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو، بلکہ اپنے فہم سقیم اور طبع منحرف پر ایمان رکھتا ہو۔

مغنی نہ رہے کہ حق تعالیٰ کے ارشاد ”وَلَكِنْ تَرَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ کو حوام الناس کے قول ”ہاں خاتمِ محققین ہے“ پر قیاس کرنا انتہائی جہالت و نادانی کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ اول تو یہ مقولہ ایک عامی محاورہ ہے جو تحقیق پر مبنی نہیں، بہت سے محاورات مقاماتِ خطابیہ میں استعمال ہوتے ہیں جنکا مدار تحقیق پر نہیں ہوتا، بخلاف ارشادِ خداوندی کے کہ وہ سراسر تحقیق ہے اور حقیقتِ واقعہ سے سرمو متجاوز نہیں۔ بلکہ قرآنِ کریم کے وجودِ اعجاز میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ایک کلمہ کی جگہ مخلوق و دوسرا کلمہ نہیں دے سکتی، کیونکہ اس مقام کے حق اور حقیقتِ غرض کی گہرائی کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے۔

۹۸۔ سوم: یہ کہ اس فقرہ کے قائل نے خود بھی تحقیق کا ارادہ نہیں کیا۔ کیونکہ ذوقِ غیب کا علم ہے اور نہ وہ پردہِ مستقبل میں چھپی ہوئی چیزوں سے باخبر ہے، کہ دوام کی رعایت رکھ کر بات کہتا۔ بخلاف باری تعالیٰ کے (کہ اس کے لیے ماضی و مستقبل یکساں ہیں)

۹۹۔ سوم: یہ کہ یہ فقرہ ہر شخص اپنے گمان کے موافق کہتا ہے، ایک ہی زمانے میں متعدد لوگ کہتے ہیں، اور انہیں ایک دوسرے کے قول کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک شخص اس اطلاع کے باوجود کہ اس زمانے میں دیگر اصحابِ کمال بھی موجود ہیں، اس لفظ کا اطلاق کرتا۔ اور قطعی قرینہ پر اعتماد کرتا ہے کہ دوسرے لوگ خود مشاہدہ کرنے والے ہیں اس لیے میرے سامعین ایک ایسی چیز کے بارے میں، جسے وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے کانوں سے سنتے ہیں، میرے کلام کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونگے۔

۱۰۰۔ چہارم: یہ کہ ہر شخص کی مراد بس اس کے اپنے زمانے تک محدود ہوتی ہے مستقبل سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

۱۰۱۔ پنجم: یہ کہ اس قادیانی و جمال کے خیال کے مطابق نعوذ باللہ آئندہ کئیوا لے ہر نبی پر ایک اقتدار سے خاتم کا اطلاق کر سکتے ہیں، اندریں حالتِ آیت کے مضمون کا کوئی حاصل اور نتیجہ ہی نہیں نکلتا۔

۱۰۲۔ ششم : یہ کہ جس صورت میں کہ (دجال قادیان کے بقول) 'خاتم' کے معنی مہر لگانے والا کے لیے جاتیں تو اس صورت میں اگر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تمام انبیاء کرام سے مقدم ہوتا، جب بھی آپ خاتم بالمعنی المذكور ہوتے حالانکہ یہ قطعاً بے معنی بات ہے۔ ایسی حالت میں مقدم المحققین ہوتے ہیں، نہ کہ خاتم المحققین۔

۱۰۳۔ ہفتم : یہ کہ اس تقدیر پر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمتِ مہر کے ساتھ کوئی زائد خصوصی تعلق باقی نہیں رہ جاتا۔ حالانکہ آیت کا سیاق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے ساتھ اہوت کے بجائے ختم نبوت کا علاقہ ہے، اور شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد اسی واسطے نہیں رہی تاکہ آپ کے بعد نبوت کی طبع بجلی منقطع ہو جائے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے علاقہ اہوت مست تلاش کرو، بلکہ اس کی جگہ علاقہ نبوت ڈھونڈو۔ اور وہ بھی ختم نبوت کا علاقہ۔ اور آپ کی نرینہ اولاد کے زندہ نہ رہنے میں یہ اشارہ تھا کہ آپ کے بعد سلسلہ نبوت باقی نہیں رہے گا۔ جیسا کہ بعض صحابہ مثلاً عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور ابن عباس کے الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔ دیکھئے شرح مواہب جلد ثالث، ذکر ابراہیمؑ۔ اور در اثب نبوت کے لیے جامع البیان وائل سورۃ مریم مع حاشیہ، اور مواہب لدنیہ میں خصائص کی بحث دیکھئے۔ شرح مواہب جلد ۱۱ میں ہے کہ شاید آیت کی مراد بندِ نبی تہنّی اہوت کی نفی اور علاقہ رسالت و نبوت کا اثبات ہے، اور دجال کی قید اس لیے لگائی گئی کہ صورت لفظ سے اولادِ صلی کے حق میں بھی اہوت کی نفی مراد ہو۔ اور روح المعانی میں اس پر سیر حاصل کلام کیا ہے، عرفیکہ محاورہ عامیہ، تحقیقی کلام نہیں، بلکہ تساہل اور تسامح پر مبنی ہے۔ اور اس کے نظائر احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ کے باب آفات لسان میں ملاحظہ کیے جاتیں، نیز جو کلام انھوں نے فزیۃ القاب۔ مثلاً شاہنشاہ پر کیا ہے اسے بھی ملاحظہ کیا جائے۔ اور محمدین کے زبور و ان کی تعریف و توصیف کی مائعت معلوم ہی ہے، پس یہ محاورات و تحقیقی

لہ فقرات میں بھی بھی سمجھا ہے نہ

ہیں، اور دشمنی ہیں (اس نوعیت کے غیر ذمہ دارانہ انقباض و محاورات تو کیا شرعی ہوتے) چنانچہ شارع علیہ السلام نے بڑے نام کو بھی پسند نہیں فرمایا (کہ اس میں تزکیہ و تصیف کی جھلک تھی)۔

۱۰۴۔ ہشتم یہ کہ لفظ 'ختم' کا مدلول یہ ہے کہ خاتم کا حکم و تعلق اس کے ماقبل پر جاری ہوتا ہے، اور سابقین اس کی سیادت و قیادت کے ماتحت ہوتے ہیں جس طرح کہ بادشاہ موجودین کا قائد ہوتا ہے، نہ کہ ان لوگوں کا جو ہنوز پردہ عدم میں ہوں اور اسکی سیادت کا ظہور اور اس کے عمل کا آغاز رعایا کے جمع ہونے کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ اس سے پہلے۔ گویا اجتماع کے بعد کسی قوم کا کسی کی آمد کے لیے منتظر اور چشم بڑا ہونا اس امر کا اظہار ہے کہ معلل اس کی ذات پر موقوف ہے۔ بخلاف اسکی برعکس صورت کے کہ (قائد آئے اور چلا جائے اور ماتحت علما اس کے بعد آئے، اس صورت میں کسی قرینے سے اس امر کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پیشرو کی برتری اور سیادت کا تصور) محض ایک معنوی اور ذہنی چیز ہے (جسکا خارج میں کوئی اثر و نشان نہیں ہوتا) اس پر کوئی دلیل و برہان ہے۔ یہی وجہ کہ عاقب، حاشہ اور متقی جو سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ہیں مابعد کے لحاظ سے نہیں (بلکہ ماقبل کے لحاظ سے ہیں) جیسا کہ ان کے معانی پر غور کر لے سے باطنی تاہل معلوم ہو سکتا ہے) اور (خاقیت سے یہ مراد لینا کہ چونکہ آپ کی نبوت بالذات ہے اور دوسروں کی نبوت بالعرض۔ لہذا آپ سے استفادہ کے ذریعہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے۔ خاقیت کا یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ بالذات اور بالعرض کا ارادہ فلسفہ کی اصطلاح ہے، نہ تو یہ قرآن کریم کا عرف ہے، نہ زبان عرب ہی اس سے آشنا ہے، اور نہ قرآن کریم کی عبارت میں اس کی جانب کسی قسم کا اشارہ یا دلالت موجود ہے۔ پس اس آیت میں استفادہ نبوت کا اضافی مضمون داخل کرنا محض خود غرضی اور مطلب براری کیلئے قرآن پر زیادتی ہے۔ البتہ سنت اللہ یہی واقعہ ہوتی ہے کہ ختم زمانی کا منصب عالی اسی شخصیت کے لیے تجویز فرمایا گیا جو قطع طور پر امتیازی کمال میں سب سے فائق تھی اور تمام سابقین کو اس کی سیادت و قیادت کے ماتحت رکھا گیا۔

دوسرا جزء اکتسابی ہے (اور وہ ہے ولایت) اور یہاں ولایت نبیؐ کی بحث عارفین کے کلام میں دیکھ لی جاتے۔

غرضیکہ نبوت ایک ظاہر و باہر منصب ہے، جو اللہ تعالیٰ شانہ کے کسی بندے کو، خلیفہ مقرر کرنے اور (پھر اس کے لیے) اُمتوں سے عہد و میثاق اور بیعت لینے کے ذریعہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جیسا کہ شریعت کی رُو سے منصب خلافت عقد بیعت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، بذریعہ وراثت حاصل نہیں ہوتا، اور نہ بطور سرایت۔ نیز نبوت فضائل لازمہ سے ہے، کمالات متعدیہ سے نہیں، جیسا کہ ولایت ایک متعدی کمال ہے جو توجہ باطنی اور مرفہ ہمت سے متعدی ہو جاتا ہے اور جیسا کہ معجزہ و کرامت کے مابین فرق ہے کہ اولیٰ المفکر نبیؐ کی عقد ہمت کے بغیر ہوتا ہے، اور مؤخر الذکر میں دلہ کہ عقد ہمت ضروری ہے، اسی طرح زیر بحث مسئلہ کو سمجھنا چاہیے (کہ حصول نبوت میں نبی کی سعی و محنت کو دخل نہیں ہوتا۔ جب کہ حصول ولایت کے لیے کسب و سعی درکار ہے)

۱۰۴۔ اور اجزاء نبوت میں سے جو چیز قابل تعدیہ تھی۔ اور وہ ہے جزء ولایت۔ جو نبوت کے تحت مندرج ہے۔ وہ تو متعدی و ساری ہوتی، اور جو چیز قابل تعدیہ نہیں وہ لازمہ رہی۔ اور وہ ہے خود نبوت جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلافت بخشی و نامزدگی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور اُمتوں سے عہد و میثاق لینے اور منقہ شہود پر منصب رسالت کے لیے کھڑا کرنے سے تمام پذیر ہوتی ہے۔ اور اُمت کی تکمیل ظاہر اسی منصب نبوت سے وابستہ ہے۔ تکمیل ظاہر سے میری مراد محض ظاہری و سطحی تکمیل نہیں، بلکہ ایسی ظاہر و باہر تکمیل مراد ہے جس میں کوئی خفا نہ ہو، بلکہ وہ علی سبیل الاشہار ہو پس حقہ نبوت پوری اُمت کی علی الاعلان تکمیل کے لیے ہے، اور حصہ ولایت خواص کی تکمیل کے لیے۔ اور وہ باطن ہے، نہ کہ ظاہر۔ اور اُمت میں ساری و متعدی ہے۔ پس نبوت کا جزء اخیر (جس پر نبوت کا تحقق موقوف ہے) جس طرح کہ ولایت نامہ کے جزء اخیر پر حلول کا تحقق موقوف ہوا کرتا ہے، وہ یہی استغلافِ تولیت ہے، جو

محض فعل الہی ہے اور بس۔ اب اگر تم نے اس نکتہ کو سمجھ کر اس کا صحیح وزن کیا تو تمام (قادری) و سادس سے ہمیشہ کے لیے نجات پا لو گے (کیونکہ قادیانی کی جعلی نبوت کی ساری عمارت اس ستون پر قائم ہے کہ اسے فیضانِ محمدی سے نبوت حاصل ہوئی۔ اور گذشتہ بلا تحقیق سے ثابت ہوا کہ نبوت ایسا متعدی کمال ہی نہیں جو فیضان کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔ یہ تو من جانب اللہ نامزدگی ہے، جس میں نہ کسی کے کسب و ریاضت کو دخل ہے، نہ افاضہ و فیضان سے یہ حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ بطور وراثت و میراث سے۔ اس لیے فیضانِ محمدی سے نبوت پانے کا دعویٰ کرنا ہی مدعی کی غلط بیانی اور حقیقتِ نبوت سے اس کی ناآشنائی کی دلیل ہے)

اور اگر خارج میں اس کی مثال چاہو تو تحصیلِ کمالاتِ امارت پر نظر کرو کہ عمدہ و لاہ و گورنری کے لیے جن کمالات کی ضرورت ہے ان کا حصول تو کبھی ہے، لیکن کوئی شخص حاکم اور گورنر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بادشاہ کی جانب سے اس کی تقرری نہ ہو جائے (بلا تشبیہ اسی پر منصبِ نبوت کو قیاس کر لیا جائے کہ محض نفسِ استعداد کی بنا پر آدمی ایک چپراسی بھی نہیں بن سکتا۔ تاہم تنبیہ حاکمِ محاز کی جانب سے اس منصب پر معین نہ کر دیا جائے، تو محض ادعائے کمالات کی وجہ سے کوئی شخص نبی کیونکر بن سکتا ہے، جب تک کہ حق تعالیٰ کی جانب سے اس کی تقرری کا اعلان نہ ہو) اور یہ خیال نہ ہو کہ جب کمالاتِ نبوت (انبیاء علیہم السلام میں) سب کے سب پہلے ہی سے موجود تھے تو پھر یہ استخلاف اور تولیت الہی تو محض ایک بلائی (اور زائد سی) بات ہوئی، اور چنداں لائقِ قدر و منزلت نہ ٹھہری کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں تو اس استخلاف سے کوئی اضافہ نہ ہوا۔ یہ خیال سراسر غلط ہے، کیونکہ بارگاہِ خداوندی سے کسی شخصیت کو بحیثیتِ خلیفہ کے چن لیا جانا بذاتِ خود ایک ایسا امتیازی شرف ہے جو تمام کمالات و فضائل سے بلند و بالا ہے اور اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے، اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے۔

۱۰۶۔۔۔ اور معلوم رہے کہ نبوت و رسالت کے درمیان مفہوم کے اعتبار سے تغایر ہے

کہ دونوں کا مفہوم الگ ہے، اور مصداق کے لحاظ سے دونوں کا ایک ہی محل میں اجتماع ہے۔ دونوں کے درمیان کُل اور جُز کی نسبت نہیں اور صدق کے اعتبار سے عموم و خصوص ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص، المنزلہ آیت اِنَّهُ كَانَ صَدِيقًا نَبِيًّا کے لئے پس دراصل یہ دو الگ الگ وصف ہیں جو ایک محل میں جمع ہو سکتے ہیں، یا ان دونوں کے درمیان استلزام ہے کہ رسالت، نبوت کو مستلزم ہے پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تو ہیں مگر خاتم الرسل نہیں، کیونکہ رسالت نبوت کے بغیر نہیں پائی جاسکتی، پس جب آپ خاتم النبیین ہوئے اور آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہوا تو اس سے از خود یہ لازم آیا کہ آپ خاتم الرسل بھی ہیں اور آیت میں عام بمقابلہ خاص کے واقع نہیں ہوا، بلکہ اس نکتہ کی وجہ سے جو پہلے گزر چکا ہے نظم کلام کو خصوص سے عموم کی طرف بدل دیا گیا۔ اور اس قسم کی تبدیلی یا عموم اشخاص کے احاطہ کے لیے ہوتی ہے، یا کسی جُز حقیقت کے استیفاء کے لیے۔

اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ان نبیوں کے تو خاتم ہیں جو خدا سے خبر پاتے ہیں، مگر ان رسولوں کے خاتم نہیں جن کو بھیجا جاتا ہے۔ کیونکہ جس کو بھیجا جائے گا اسے خبرینے کے بغیر تو نہیں بھیجا جائے گا۔ آج کل کے عرف عام میں نبی کا اخص رسول کے مقابلہ میں شائع ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ میں ایک قراءت شاذہ ولا محدث کی زیادتی کے ساتھ آتی ہے اس سے ان تینوں کا تعاقب مفہوم ہوتا ہے، اور صدر کلام میں جو وما ارسلنا واقع ہے اس سے یہ بھی لازم نہیں کہ معطوف ذی اور محدث پر مرسل کا اطلاق کیا جائے کیونکہ توابع میں بہت سی (ایسی) چیزیں قابل تسامح ہوتی ہیں (جو اصول میں نہیں روا ہوتیں) خلاصہ آیت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دائما رسول ہیں، اور باعتبار مستقبل کے (قیامت تک کے لیے) علی الاطلاق رسول ہیں۔ اور انبیاء گذشتہ کے اعتبار سے آپ خاتم اور آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف غیر منقطع ہے۔

۱۰۸۔۔۔ اس شق (قادیانی) نے قرآن کے مساوی مرتبہ کی دجی کا دعویٰ کیا (اندریں صورت)

اگرچہ اس نے نبوت کا دعویٰ (مراحتہ) نہ بھی کیا ہوتا (تب بھی اس کے مدعی نبوت ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا، کیونکہ قرآن کی مثل قطعی وحی کسی نبی پر ہی نازل ہو سکتی ہے، چہ جائیکہ اس نے کھل کر) نبوت و رسالت کا بھی دعویٰ کیا اور (پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر) انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی، تمام اُمتِ حاضرہ کی تکفیر کی، بہت سے ضروریاتِ دین کو رد کیا، شریعت لانے کا دعویٰ کیا انبیاء علیہم السلام کے خصائص کا اِدعا کیا۔ انبیاء کرام کی نقالی کی، دین کے متواترات میں تعریف کی، اور شریعت کے بعض متواتر عقائد و مسائل کا مذاق اڑایا۔ اور یہ تمام امور باجماعِ اُمت، کفر و الحاد اور زندق کی صورتیں ہیں۔

۱۰۹۔۔۔ اور وہ کبھی انعکاس کو غیر تشریعی نبوت کے مغائر بھی کہتا تھا۔ چنانچہ کاویہ ص ۱۰۹ میں اخبار بدر (قادیان، مورخہ، مارچ اپریل) ۱۹۰۳ء سے (قادیانی کا یہ قول) نقل کیا ہے (کوٹھی الدین بن عربی کہتے ہیں کہ نبوت غیر تشریعی جاری ہے، مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ یہ نبوت بھی مسدود ہے صرف انعکاس نبوت جاری ہے) پھر اس کے باوجود نہ صرف غیر تشریعی نبوت کا، بلکہ تفریح و تہمتی کے ساتھ صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اور اگرچہ اس نے شریعتِ جدیدہ کا لفظ نہیں بولا، مگر اس کے افعال و اقوال کو وہ بھی لازم ہے۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس نے صاحبِ شریعت کی ایک تیسری قسم اختراع کر کے اپنے آپ کو اس قسم کا صاحبِ شریعت قرار دیا ہے جیسا کہ اربعین ص ۱ (دھک) کے متن و حاشیہ میں اپنے صاحبِ شریعت ہونے کا چیلنج دیا ہے اور اپنی اُمت بنائی، اور اس نئی قسم کی شریعت کے ذریعہ نجات کو اپنی اتباع میں منحصر ٹھہرایا، اور اپنے منکودوں کو علی الاعلان کا فر کہا۔

۱۱۰۔۔۔ عقائدِ مرزا ص ۱، مرقعِ قادیانی ص ۵۵، عجائبِ مرزا ص ۱: پس میں وہی منظر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے مت مو۔ از حقیقۃ الوحی ص ۱۱۱ و عشرۃ کلام ص ۵۵ از خطِ قادیانی و ترکِ مرزائیت ص ۵۲: جو مجھے نہیں مانتا خواہ وہ زبان سے میرے حق میں کوئی بُرا لفظ نہ کہتا ہو، کافر ہے۔ تحقیقِ لاثانی: بیکونہ تعالیٰ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۱۰۔ ”بروز“ اہل تناسخ کی اصطلاح ہے جیسا کہ مزدک اور لائان نے دعویٰ کیا تھا، ادیانِ سادی، شریعتِ مطہرہ اور تحقیقاتِ علماءِ اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور ظلمیت ہی دینِ اسلام کے محاورہ میں آئی ہے اور جب تک (قرآن و حدیث میں کسی لفظ کا) محاورہ جاری نہ ہو تب تک (اس لفظ کو مدار بنا کر) نصوص میں تحریف کرنا زندہ و انحداد ہے، اور محاورہ میں قیاس مسموع نہیں، جیسا کہ کوئی شخص فارسیوں کے محاورہ پر قیاس کر کے عربی میں ”یا اقلی السراج“ کہنے لگے اور نہ پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہی اس (ظنی و بردزی) حقیقت کو تسلیم فرمایا چنانچہ (حضرت علیؓ) فرمایا: تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو بارون کو موٹی سے تھی، مگر یہ کہ میرے لئے کوئی نئی نہیں۔ (اگر کسی ظنی و بردزی نبوت کی گنجائش ہوتی تو آپ اس کو مستثنیٰ فرماتے) اور تیس و چاروں والی حدیث میں بھی آپ نے ظنی و بردزی کا اشتناک کے بغیر ہر مدعی نبوت کو دجال و کذاب قرار دیا، اور نہ قہرِ نبوت میں کسی اینٹ کی جگہ باقی چھوڑی گئی (کہ ظنی و بردزی نبوت کو وہاں رکھ دیتے) اور حدیث و جالین میں مدارِ حکم بس دعویٰ نبوت ہے، نہ کہ کسی خاص تعداد کا شمار۔

۱۱۱۔ اور آیت: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ إِلَى قَوْلِهِ - وَأَخْبَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۗ لَهُ فِي الْعَمَلِ قَادِرَانِ نے یہ نکتہ ایجاد پیدا کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبار مبعوث ہونا مقدر تھا۔ ایک دفعہ عرب کے اُمیوں میں اور دوسری دفعہ آخرین منہم میں۔ چنانچہ آپ پہلی دفعہ بشکل محمدؐ مکہ میں مبعوث ہوئے اور دوسری بار نعوذ باللہ مرزا غلام احمد کی بردازی شکل میں (حاشیہ صفحہ گذشتہ) نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں“ کا دیا فی کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خاں۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول بھی نہیں مانتا“ حقیقۃً الوحی ص ۳۴۳ اور اس کی عبارت عشر کلام ص ۱۴۱ میں دیکھ لی جاتے جس میں اس نے اپنی تحقیق کے مطابق حضرت مریم صدیقہؑ کی طرف زنا کی نسبت کی ہے۔ والعیاذ باللہ منہ

قادیان میں پیدا ہوئے۔ اس لیے مرزا غلام احمد، عین محمد ہے، وہی خاتم النبیین ہے، اور مرزا غلام احمد کی بروزی بعثت، اپنی روحانیت میں محمدی بعثت سے بڑھ کر اتنی اور اکمل اور اشد ہے (دیکھو خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱) اس الحاد کے صاف معنی یہ ہیں کہ تیرھویں صدی کے خاتمہ پر مکہ والی محمدی بعثت کا دور ختم ہو گیا، پہلی بعثت مندرجہ گئی، اور چودھویں صدی سے قادیانی بعثت کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ فعوذ باللہ من الغاۃ والغواہ۔ حالانکہ جس آیت کریمہ پر اس کفر و الحاد کی یہ ساری عمارت کھڑی کی گئی ہے اس کو آنحضرتؐ کی دو بعثتوں سے، جو اس مسوخ الفطرت محمدؐ نے ایجاد کی ہیں۔ ذرا بھی متنبہ نہیں۔ تعدد نفس فعل میں نہیں بلکہ اس کے محل اور متعلق میں ہے (پس آیت کا مفہوم یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح پہلی بار اُمیوں میں تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح آخر میں دوبارہ آئیں گے۔ بلکہ آیت کا تہمایہ ہے کہ آپؐ کی یہی بعثت جو اُمیوں میں ہوئی ہے وہ صرف عرب کے اُمیوں تک محدود نہیں۔ بلکہ اس کا دامن قیامت تک بعد میں آنے والے عجمیوں پر بھی محیط ہے) اور آیت کا مضمون اس فقرہ کی مانند ہے: المبعوث الی الاسود والاحمر والمبعوث الی العرب والبعجم۔ (کیا کوئی معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی اس کے یہ معنی کرے گا کہ آپؐ کی دو بعثتیں ہیں، ایک کالوں کی طرف اور دوسری گوروں کی طرف۔ ایک عرب میں اور دوسری عجم میں؟) اور یہاں تو اس قاعدے کی بھی حاجت نہیں جو نحویوں نے بیان کیا ہے کہ تزیاع میں ان امور کو لاتی مسامحہ سمجھا جاتا ہے جن کو اصول اور مقبوعات میں نہیں سمجھا جاتا۔ اس قاعدے کی ضرورت شاید آیت احقاف: وَ اذْکُرْ اَخَا عَادٍ اِذَا نَذَرَ قَوْلَهُ بِالْاَحْقَافِ، وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ میں پیش آئے۔ فقہانے اس سلسلہ میں بڑی موٹگافیاں کی ہیں کہ کہاں قسم ایک ہوتی ہے اور کہاں متعدد؟ (مگر آیت زیر بحث میں تعدد بعثت کا الحادی نکتہ محمد قادیان کے سوا کسی فقیہ کو نہیں سوجھا) اور یہ محمد، آیت هُوَ سَمَّاكَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَ فِي هَذَا میں کیا کہے گا؟ (کیا یہاں بھی تعدد تسمیہ کا قائل ہو گا؟) اور میں

نے عجبات مرزا میں دیکھا کہ اس نے و آخرین منہم میں تقدیر عبارت
و فی آخرین رسولہ منہم بھی اور دو بعثتیں پیدا کر لیں۔ اور یہ مسخ فطرت
ہے جو کسی ایسے شخص کو، جسے عربیت سے ادنیٰ امت بھی ہو، پیش نہیں آ سکتی۔
کیونکہ زیر بحث آیت میں رسول کو آخرین میں سے نہیں فرمایا، بلکہ خود آخرین کو
(جن کا مصداق اول اہل فارس ہیں) اُمیوں میں سے فرمایا ہے (اور انہیں اتنی اس
لیے کہا گیا ہے) کہ یہ اہل عجم (نجی عربوں کی طرح) اہل کتاب نہیں تھے۔ پس فہم عبارت
میں ایسی رُسواکن غلطیوں کے باوجود اس سے کیا توقع رکھتے ہو؟ (تُبوت یا میسائی
کی؟ استغفر اللہ) اتنا اس کے دین و فہم سے یکسر اٹھا لو۔ و لا حول و لا قوۃ
الا باللہ العلیٰ العظیم۔

۱۱۲۔۔۔ اور (مرزا قادیانی بروز و ظلیت کے دعویٰ میں متفرد نہیں بلکہ) بہت سے
زمنہ بقی ہمیشہ یہی کرتے آئے ہیں کہ کسی مشہور شخصیت کے بعد جس کا شہرہ چارواگ
عالم میں تھا، یا تو اس کے حوالہ بروز دعویٰ کر دیا، جیسا کہ (علی محمد) باب نے (منظر نمہ
ہونے کا دعویٰ) کیا تھا اور یا بہاء اللہ کی طرح اپنے استقلال اور شریعت سابقہ
کے نسخ کا دعویٰ کیا، (اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنے دو بعثتی نظریے میں ان
دونوں طریقوں کو جمع کر لیا، اپنی آمد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزی آمد قرار دینے
میں باب کے نقش قدم کا تتبع کیا، اور آپ کی پہلی بعثت کے منسوخ ہونے کا اعلان
کرنے میں بہاء اللہ کی پیروی کی، بہر حال) یہ اپنی اغراض مشنومہ کی بجائے آوری کا ایک ڈھنگ
ہے جو شیطان وقتاً فوقتاً بر قسمت ادبے ترفیق لوگوں کو تلقین کرتا آیا ہے۔

۱۱۳۔۔۔ البتہ ظل اللہ ایک محاورہ ہے۔۔۔ (چنانچہ حدیث میں
ہے: السلطان ظل اللہ فی الارض) یعنی تامل بادشاہ زمین پر خدا کا سایہ
ہے۔ اور بادشاہ کو خدا کا سایہ کہنا) یا تو سایہ و رحمت کے ساتھ تشبیہ دینے کے اعتبار
سے ہے کہ (جن طرح و رحمت کے سائے میں لوگ آرام کرتے اور تنگ بار کر پناہ لیتے

ہیں۔ اسی طرح اس کے سامنے میں پناہ دیتے اور آرام کھڑتے ہیں۔ یا یہ اضافت تشریف اور بیان بزرگی کے لیے ہے، بطرح 'خدا کا گھر' وغیرہ (کما فاضل اعظم شریف کیلئے بولے جاتے ہیں)۔

۱۴۱۔ (مرنا کو ظلی نبوت کا دعویٰ ہے، سوال یہ ہے کہ یہ ظلی نبوت، واقعہ نبوت ہے یا نہیں؟) اس ظلیت میں اگر نبوت واقعہ حاصل ہے تو "مہر نبوت" ٹوٹ گئی، کیونکہ مہر نبوت کا مقصد تو یہ تھا کہ نبوت کسی حاصل ہو، یہ مقصد تو نہیں تھا کہ ظاہری صورت کے اعتبار مہر ٹوٹنے سے محفوظ رہے خواہ سزا منہ صندوق کے اندر کی ساری چیز چرائی جاتے، اور اگر نبوت واقعہ حاصل نہیں تو نبوت کا دعویٰ کرنا اور اس کے منکروں کو کافر کہنا بجا ہے خود کفر ہے۔

اور خیال ہے کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ اس مقل صندوق کرنے کھونا اور وہ کھو بیفر سالم صندوق ہی چرائے جائے، یا یہ کہا جائے کہ اس صندوق کرنے چرائنا اور وہ صندوق کو چھوڑ کر اس کے اندر سے سارا مال نکال لے جائے۔ جس طرح کسی خانصا کی قباحت ہے (تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے حکم کی تعمیل کی ہے اور قائل کے منشاء کے مطابق عمل کیا ہے؟ اور اگر اس کے باوجود وہ امر کر کے کہ میں نے تو حکم کی تعمیل کی ہے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ شخص، قائل کا مذاق اڑاتا ہے۔ ٹھیک یہی مثال مرزا قادیانی کی ظلی نبوت کی ہے۔ قرآن کریم نے اعلان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ انبیاء کے آخری فرد ہیں آپ کے بعد خوات نبوت سزا منہ کر دیا۔ آئندہ کوئی شخص اس مہر کو توڑنے کی جرأت نہ کرے۔ غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں نے سیرت صدیقی کی کھڑکی سے گزر کر نبوت پائی ہے اور مجھ پر ظلی طور پر نبوت محمدی کی چادر چڑھائی گئی ہے، لہذا میرے دعوئے نبوت سے ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹی۔ دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ "از مرزا غلام احمد قادیانی" اور یہ درحقیقت قرآن و شریعت کے ساتھ تسخیر اور قائل (یعنی اللہ تعالیٰ) کی تحقیق ہے۔ والیاء باللہ العظیم۔ (اس سے معلوم ہوا کہ ظلیت بروز آمد سیرت صدیقی وغیرہ الفاظ محض دعوئے نبوت کی پردہ داری کے لیے تاویل اور سخن سازی ہے۔) اور اس قسم کی تاویلیں اور سخن سازیوں بے ایمانوں کا رومہ ہمیشہ

کہتا آیا ہے (اسلام کی تیرہ چودہ سو سال تاریخ میں جن لوگوں نے بھی نبوت، مسیحیت یا مہدویت کا دعویٰ کیا انہوں نے کوئی نہ کوئی تاویل ضرور گھڑی، یہی حال دجال قادیان کا ہے۔)

۱۱۵۔ اور (جس طرح مرزا نے ظلیت و بروز کی تاویلات سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اسی طرح) اگر کوئی شخص چاہے تو الوہیت میں بھی بروز و ظلیت کا دعویٰ کر کے (نعمۃ اللہ علیٰ خدا بن سکتا اور) کفر کی طرح زوال سکتا ہے۔ اور شاید اس لعین قادیان نے بروز الوہیت کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا یہ الہام گاتا ہے (جس میں خدا اس سے کہتا ہے) کہ: ”اے مرزا! تو مجھ سے منزہ میرے بروز کے ہے“ اور اس سے واضح تر حقیقتہ الوحی ص ۱۵۳ کی مندرجہ ذیل عبارت ہے:

”میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے، اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی نہیں دکھائے، گویا خدا زمین پر خود اترے گا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: یوم یأتی ربک فی غلغل الغمام، یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا، یعنی انسانی منظر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھائے گا“ (از علم کلام مرزا ص ۴۷)

اور اس پر طرہ یہ کہ (خدا کی بروز کے شوق میں) آیت بھی محرف بھی نقل کی، اور مزید طرہ یہ کہ اسم احمد پر قبضہ کرنے کے لیے وہ اپنے تئیں جالی رنگ میں پیش کیا کرتا ہے، مگر یہاں اگر اس کے شیطان نے اسے (فلسفہ جمال، فراموشی کرا دیا، اور جلال کا دعویٰ کر ڈالا۔ اور اس سے بھی واضح تر عبادت کا وہ جس میں دیکھئے۔

۱۱۶۔ (مضمون کلام کا) مابہا اختلاف یہ ہے یا علل و اغراض؟ (یہ ایک بہت ہی نازک اور دقیق بحث ہے) اور دونوں کے موقع محل کی تمیز کرنا (کہ کس جگہ الفاظ پر مدار ہے اور کہاں اغراض و مقاصد پر؟) یہ علم و ایمان کا کام ہے۔ اتحاد و تفرق کا کام نہیں۔ اور یہ اسود کاذب (خاتم احمد قادیانی ایمان و علم دونوں سے محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ایک

غلطی، ازالہ میں آیت ختم نبوت کی جو تقریر کی ہے وہ منشاء سے منظم، نصوص قطعیہ، اصول شرعیہ اور اجماع امت کے خلاف اور سرسراکاہ و زندقہ ہے۔ اور ستم بالائے یہ کہ وہ اسی تقریر میں، اپنی نبوت کو حقیقتہً کہتا ہے اور محمدیت کو ظلیٰ کہتا ہے۔ مذہبیوں کی طرح عوام کو فریب دہی اور ملمع کاری کے سوا اور کوئی وظیفہ نہیں رکھتا۔ جہاں میں ہمیشہ یابی ہوتا آیا ہے۔

۱۱۶۔۔۔ اور (لعین) قادیان لے کر حصول نبوت کے لیے قادیان الرسول کو شرط قرار دیا ہے لیکن کوئی دوسرا شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے، کہ اس منصب کے حصول کے لیے 'قادیان الرسول' بھی شرط نہیں، بس خالی ایمان کافی ہے، کیوں کہ فنا (صرف یہ کہ) واجب نہیں، بلکہ منجملہ ان اصطلاحات کے ہے جو خیر القرون کے بعد اختراع کی گئیں، اور خلاف ظاہر بھی ہے، بخلاف ایمان کے کہ وہ حق تعالیٰ کی جانب سے واجب اور مامور ہے۔

۱۱۸۔۔۔ اور معلوم رہے کہ اس مخدول کے اتباع و اذنا اب اس کی رہی ہو کس پر ہی کرنے کے لیے نئی نئی تحریفات تراشتے رہتے ہیں۔ اس کی تعریف تو یہی تھی جو ابھی گزری (کہ حصول نبوت کے لیے قادیان الرسول اور ظلیت کا دروازہ کھلا ہے) یا یہ کہ تشریحی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ غیر تشریحی کا بند نہیں۔ یا یہ کہ شریعت جدیدہ کا آنا ممنوع ہے، مطلق شریعت ممنوع نہیں۔ مگر اس کے ماضی اور تحریفیں کرتے ہیں، (مثلاً ایک تو) محاورہ عامیہ (خاتم المحدثین) پر قیاس کرنا ہے (اس کی بحث گزری چکی) اسی طرح (دوسری تحریف) یہ کہ خاتم النبیین (کے معنی یہ ہیں کہ آپ) دوسروں کی نبوت کے لیے مہر اعتبار ہیں (پس آئندہ وہی نبوت معتبر ہوگی جس پر آپ کی مہر ہوگی) اور یہ معنی بھی (خدا و رسول سے) سمجھ رہے ہیں کہ مہر اعتبار اگر لگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ لگاتے ہیں (نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اب اگر خاتم النبیین کے معنی ہیں) نبیوں کی نبوت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا، تو یہ خدا تعالیٰ کی صفت ہوتی اندر میں صورت خدا تعالیٰ کو خاتم النبیین کہنا چاہیے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

نیز 'خاتم' اس جگہ بدون 'تقدیر علی' واقع ہے جو مٹر لگانے کے معنی کے لیے زیبا نہیں کیونکہ 'خاتم النبیین' کی ترکیب اضافی میں، مضاف الیہ مفعول پہ کے معنی میں ہے نیز اس صورت میں 'لکن' کے ماقبل و مابعد کے درمیان ربط و اتساق فوت ہو جاتا ہے، جو عربیت میں استعمال 'لکن' کے لیے شرط (قرار دیا گیا) ہے کیونکہ بالغ مردوں میں سے کسی کا باپ ہونے اور اعتبار نبوت کی مٹر ہونے کے درمیان کسی طرح بھی نسبت متبادل نہیں، بلکہ دونوں بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں، اور اس سے وہ ربط و اتساق فوت ہو جاتا ہے، جو 'لکن' کے لیے شرط تھا۔ شرط اتساق کی بحث کتب اصول میں اور قہر قلب کی بحث کتب معانی میں دیکھ لی جائے، اور مغنی ابن ہشام میں تصریح کی ہے کہ لفظ 'لکن' نفی کے بعد ٹھیک 'لی' کے بمنزل ہے۔

۱۱۹۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنَ رَّبِّجَا لَكُمْ كُنْفِي س
سے وہم ہوتا تھا کہ نہ معلوم اور کن کن چیزوں کی نفی ہوگی۔ اس وہم کے ازالہ کے لیے فرمایا "وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ" یعنی یہ مثبت ہے۔ پس استدراک کی شرط پوری ہو گئی۔ اور ابوت اور ختم نبوت کے درمیان تدافع ہے۔ کیونکہ ابوت تو ریث کو متضمن ہے، اور ختم نبوت عدم تو ریث کو متضمن ہے، پس قہر قلب کی شرط پوری ہو گئی۔

۱۲۰۔ البتہ (قہر قلب میں اُن دو چیزوں کے درمیان، جن میں سے ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات کیا جاتا ہے، تدافع شرط ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علمائے معانی کی آراء مختلف نظر آتی ہیں۔ چنانچہ صاحب تہفہ تدافع کو شرط قرار دیتے ہیں اور سکاکی کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ شرط نہیں، بہر حال، جن لوگوں نے تدافع کو شرط قرار دیا انہوں نے اُس صورت میں جبکہ مخاطب دو چیزوں میں سے کسی چیز کا بھی معتقد نہ ہو (قہر کی ایک تیسری قسم) قہر تعین کا اضافہ کیا۔ چنانچہ خطیب قرظینی صاحب تہفہ نے یہی کیا ہے اور سکاکی نے تدافع سے سکوت کیا تو قہر تعین سے بھی سکوت کیا۔ اور احقر کے نزدیک (اس بحث میں قول فیصل یہ ہے کہ قہر قلب میں فی الجملہ تدافع ضروری ہے لیکن تدافع میں

بس اسی قدر منافات کافی ہے جو لفظ 'اما' بالکسر (جو اُحد الامرین کے لیے ہوتا ہے) کی تردید میں ہوا کرتی ہے، یعنی (تدافع کلی ضروری نہیں، بلکہ) ایسا تدافع ہونا چاہیے جو بہ کاظم مقام، مکمل و مخاطب کی گفتگو میں منعقد ہوتا ہے، (بہر حال اگرچہ سکا کی نے تدافع کو شرط قرار نہیں دیا، لیکن) اس کے باوجود (تصریح کی تعریف میں سکا کی کا یہ قول کہ 'تثابت کرنا ایک چیز کا، نہ دوسری چیز کا' - یا ثابت کرنا ایک چیز کا بجائے دوسری چیز کے' - باعتبار غرض مکمل اور مقصود عبارت کے اپنی جگہ صادق و مطرب ہے) خارج میں خواہ جیسا حال بھی ہو۔

۱۲۱۔ اور ہماری زیر بحث آیت میں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے، وہ یہ کہ آیت میں ابوت اور ختم نبوت کے درمیان تقابل قائم کر کے ابوت کی نفی اور ختم نبوت کا اثبات کیل گیا ہے، اور بذات خود توریث کو متضمن و مستلزم ہے، پس اگر ختم نبوت بھی توریث کیلئے ہو جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں، تو ابوت اور توریث کے درمیان تقابل قائم (کر کے ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات) کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ اسی طرح آیت کریمہ: **وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** میں (رفع سے رفع درجات مراد لینا غلط ہے کیونکہ کسی نبی کا شہید اور قتل ہو جانا بذات خود (اس کے) رفع درجات کو مستلزم ہے، اور (اس صورت میں قتل اور رفع کے درمیان) مقابلہ صحیح نہیں اور نہ اس رفع سے اُس نزول کی جو حدیث میں وارد ہے، مطابقت صحیح بیٹھتی ہے) (قرآن کریم نے حضرت یسے علیہ السلام سے قتل کی نفی کر کے اُن کے رفع الی السماء کا ذکر کیا ہے اور حدیث متواتر میں ان کے نزول من السماء کا ذکر ہے۔ اب اگر رفع و نزول دونوں جسمانی لیے جائیں، جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے، تب تو رفع و نزول کے درمیان مطابقت صحیح ہے، اور اگر مرزائی عقیدہ کے مطابق رفع سے بلندی درجات مراد لی جائے تو اس کے مقابلہ میں نزول من السماء سے نعوذ باللہ پستی و ذلت مراد لینا ہوگی۔

عہ فائدہ زائدہ: حق تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں دو لفظ جمع کیے ہیں تو فی، یعنی اپنی چیز کو وصول کر لینا، اور رفع^۱ (یعنی اٹھالینا) اور سورہ فاطر اور مادہ میں ان دونوں لفظوں (یعنی اٹھانے والے صنف پر) نے الفشار: ۱۵،

مخلاف مازید بشاعر و لکنتہ کاتب کے کہ یہاں مقابلہ بہ لحاظ خصوصیت مقام کے ہے (کیونکہ مکمل اور مخاطب دونوں اس پر متفق ہیں کہ زید شعرو کتا بت کے دونوں اوصاف سے متصف نہیں، بلکہ صرف ایک وصف اس میں پایا جاتا ہے، لیکن مکمل و مخاطب کا اس میں اختلاف ہے کہ زید میں جو وصف پایا جاتا ہے وہ شاعری ہے یا کتا بت؛ مخاطب کا زعم ہے کہ وہ شاعری ہے کتا بت نہیں، اور مکمل کا دعوٰی یہ ہے کہ وہ شاعری نہیں بلکہ کتا بت ہے۔ اس لیے وہ مخاطب کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو تفسیر کر دیا، چنانچہ سورہ نسا میں ————— لفظ رُفِعَ بمقابلہ قتل کے ذکر ذیلاً اور نامہ میں لفظ تَوَفَّی بمقابلہ مادموت فیہ سے ذکر کیا۔ اس تفسیر و مقابلہ سے ان دونوں لفظوں کا مفہوم بڑے طور پر واضح ہو گیا کہ آل عمران میں تَوَفَّی کے معنی میں "اپنی چیز کو وصول کر لینا اور واپس لے لینا" جو مقابلہ سے ان کے درمیان ہٹنے اور رہنے کے۔ اور رُفِعَ ایک ایسا امر اور ایسی چیز ہے جو قتل کے مقابل ہے۔ اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ تَوَفَّی اور رُفِعَ کا منہ اور مضائقہ الگ الگ ہے) یہ نہیں کہ تَوَفَّی اور رُفِعَ تغایر مفہوم کے باوجود مصداق میں متحد ہوں کہ دونوں سے طبعی موت مراد ہو، کیونکہ (اگر قرآن کریم کا مستند یہ ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے بلکہ طبعی موت سے مرے تو پھر) قتل کے مقابلہ میں ایسا لفظ آنا چاہیے تھا جو خاص طور سے صرف طبعی موت پر ہی دلالت کرتا، نہ کہ کوئی عام اور مبہم سا لفظ (جس سے طبعی موت کے معنی تیرہ چودہ صدی میں کسی ایک عالم نے بھی نہیں سمجھے) کون نہیں جانتا کہ رُفِعَ جہاں کے لیے قریم ایک لفظ رُفِعَ ہے۔ جبکہ موت کے لیے یہ لفظ موضوع نہیں۔ بلکہ اس کے لیے درجہ عریض الفاظ موجود ہیں، کیونکہ اگر رُفِعَ کے معنی "ان کے درمیان اٹھا لینا اور غائب کر دینا" ہو گئے جاتیں تب بھی اس سے خاص موت طبعی کا مفہوم کسی طرح ادا نہیں ہوتا۔

اور اگر رُفِعَ کے معنی طبعی موت لینا اس لیے بھی غلط ہے کہ اس صورت میں لفظ رُفِعَ "نزدل" کے معانی نہیں رہتا۔ حالانکہ حدیث میں نزدل رُفِعَ کے مقابلہ میں بطور صنعت لہاق کے آیا ہے یعنی قرآن کریم تو اعلان کر رہا ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہرگز قتل نہیں کیا۔ بلکہ اسے قتل کرنے کے لیے ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا۔ اور حدیث متواتر آپ (ﷺ) کے حاشیہ الگ صفحہ پر

زعم کر دے کہ اس کے لیے قصر قلب کے طور پر کہتا ہے کہ زید شاعر نہیں، بلکہ وہ کاتب ہے، اس تقریر سے معلوم ہوا کہ یہ لحاظ خصوصیت مقام کے شاعری اور کتابت کے درمیان تدافع اور تبادل فریقین کو مسلم ہے، لہذا مقابلہ صیح ہے) مقرر یہ کہ یہ ترکیب (جس میں 'لکن' سے قبل نفی اور مابعد اثبات ہو) لامحالہ مقابلہ کے لیے ہے، باعتبار دلالت وضع کے بھی، اور باعتبار افادہ عبارت از جانب متکلم کے بھی۔

(حاشیہ مندرگشتہ) نزول من السماء کا اعلان کر رہی ہے اب اس 'رفع' اور 'نزول' کو آنے والے رکھ کر دیکھو تو کون کہہ سکتا ہے کہ آیت میں 'رفع' کے معنی 'طبعی موت' کے ہیں) اور سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کریم دراصل اُس سبب کو بیان کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں پر اصل واقعہ مشتبہ ہو کر رہ گیا (چنانچہ قرآن کریم نے پہلے تو یہودی کا یہ بیہیاد دعویٰ نقل کیا کہ انہوں نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا۔ پھر ان کے اس دعویٰ کو تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے نہ تو آپ کو قتل کیا، نہ صلیب دی، بلکہ انہیں اس معاملہ میں اشتباہ اور دھوکا ہوا، اور اسی اشتباہ کا کرثر ہے کہ جو لوگ اس بارے میں مختلف باتیں بناتے ہیں وہ کھٹکے شہسک کی دایوں میں بھٹک رہے ہیں وہ انہیں حقیقت واقعہ کی کچھ بھی خبر نہیں، وہ محض اٹکل بچہ قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔

اب اس کے بعد مرقہ تھا کہ انہیں کھول کر بتا دیا جائے کہ ان لوگوں کے اشتباہ و حیرانی کا منشا دراصل کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ یعنی لوگوں کے حیرت و اشتباہ میں مبتلا ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ اس کے بجائے انہیں اٹھایا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ طبعی موت کبھی اشتباہ کا موجب نہیں ہوتی (مہر شخص مرے آکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ فلاں شخص مر چکا ہے) اشتباہ کا موجب اگر محاذِ موت سے قبل آپ کا گم پایا جانا ہو سکتا تھا۔ اور (اسی کو قرآن نے بیٹا مر فجعہ اللہ علیہ کہہ کر ذکر فرمایا۔ پس اگر 'رفع' کے معنی 'طبعی موت' کے لیے جائیں تو چونکہ موت سے قبل کی گشتہ گی (جو موجب اشتباہ تھی) یہاں مذکور نہیں (تو اگر باقرآن کریم نے اشتباہ کا اصل (از طریقہ صواب)

۱۲۲۔ پھر کسی کی مہر استعمال کرنا خیانت ہے، مہر کو خود صاحب مہر استعمال کیا کرتا ہے، اور اس کی مہر خاص دوسرے کے لیے جائز نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ کے نقش پر نقش بنانے سے ممانعت آتی ہے۔ اس تقدیر پر کہ مہر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں صاحب مہر حق قتلے شاد ہیں اور مہر نبوت محسوس بھی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر (دونوں شانوں کے درمیان) ثبت تھی، اور ابو داؤد طیالسی کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ 'مہر نبوت'

(حاشیہ منقولہ شدہ) سبب بیان کرنا چاہا، مگر تعویذ باللہ اس کے بیان کرنے سے قاصر رہا کہ (جو چیز موجب اشتباہ تھی اس کو ذکر نہیں فرمایا اور جس کو ذکر فرمایا وہ موجب اشتباہ نہیں) حالانکہ اصل مقصود ترک کر دینا اور اس سے تعرض نہ کرنا اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے مراد ہے اور اصل مقصود کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں کو لے دوڑنا بلاغت نہیں، بلکہ کوتاہ بیانی اور مافی الضمیر کے ٹھیک ٹھیک الفاظ سے مجرور مانگی ہے۔ (تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً) اور (پھر یہاں آیت کریمہ میں تو قتل اور رفع کے درمیان تقابلی نام کر کے اول الذکر کی نفی اور عرض الذکر کا اثبات کیا گیا ہے، حالانکہ قتل کا تقابلی لفظ موت کے ساتھ بھی دائمی نہیں (بلکہ موت کا لفظ قتل پر بھی بولا جاتا ہے) چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے تھے، مگر قرآن کریم نے اسے 'یوہریموت' سے تعبیر کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اگر رفع کے معنی موت لیے جائیں تب بھی قتل اور رفع کے درمیان تقابلی صحیح نہیں لہذا رفع کے معنی موت کسی طرح نہیں ہو سکتے، بلکہ رفع جسمانی کے معنی متعین ہیں، ورنہ قتل کی نفی اور رفع کے اثبات کیا معنی تھے؟ الغرض قرآن کریم نے وجہ اشتباہ کو ذکر فرمایا۔ اور (وجہ اشتباہ تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھا یا جانا) اسی مقصد کے لیے قتل کی نفی کرتے ہوئے یقیناً 'کا لفظ بڑھایا' ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری بیان کرنا قرآن کریم کا مقصد نہیں۔ موت طبعی (موجب اشتباہ نہیں ہو سکتی کیونکہ موت) تو اس وقت تک (قادیانی طاحدہ کے نزدیک بھی واقع نہیں ہوئی تھی) اور زمانہ مابعد کی موت کو (اگر وہ بالفرض واقع ہوئی ہوتی) اس اشتباہ میں کیا دخل تھا؟ (کہ اس کا تذکرہ کیا جاتا) موت دنیا میں سمجھی کو آتی ہے، اس سے آخر کرنا اشتباہ

در اصل اس امر کی علامت تھی کہ نبوت آپ پر ختم ہو چکی۔ یہ نہیں کہ آپ سے بعد والوں کے لیے ہوتی، کیونکہ وہ تو آپ پر لگائی گئی تھی (اور اگر وہ بعد والوں کے لیے ہوتی تو آپ پر نہیں بلکہ ان پر لگائی جاتی)

۲۳۱۔ اور خاتم، بمعنی مہر، مہر شدہ شے کی حفاظت اس میں کسی دوسری چیز کو داخل ہونے سے روکنے کے لیے ہوتی ہے۔ جس کے لازم میں سے ہے اس کا متعارف و مشہور اور واحد بالعدد ہونا۔ اگر کسی کی مہر کسی دوسرے کے پاس برآمد ہو تو وہ خائن اور چور ہے، کیونکہ کسی شخص کی مہر اس کی شخصیت اور نام کے قائم مقام ہوتی ہے۔ خاتم کا لفظ دراصل (مہر کے معنی میں نہیں بلکہ) مہر سے عام معنی کے لیے موضوع ہے یعنی وہ چیز جو مہر کے لیے استعمال کی جائے، مثلاً وہ مٹی جو مہر کے لیے استعمال ہوتی ہے زمانہ قدیم میں رواج تھا کہ لفافے کی پشت پر بیرونی جانب مہر لگاتے تھے نہ کہ اندر (کے کاغذ پر) بعد ازاں یہ رواج تبدیل ہو گیا (اور لفافے کے اندر کی دستاویز پر مہر لگانے لگے)

(حاشیہ منوگذاشتہ) پیدا ہوا ہے؛ اشتباہ کا موجب تو وہ رفع جہانی تھا جو اس وقت وقوع پذیر ہوا خوب سمجھ لو۔

اور چونکہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے درمیان اپنی موجودگی کی بیان فرما رہے ہیں ان سے) مک شام کے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ نہ کہ کسی اور ملک کے لوگ۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں جو فَلَمَّا تَوَقَّيْنِي فرمایا اس تقابلی سے اس کی مراد بھی متعین ہو گئی کہ یہاں تو توئی سے مراد موت نہیں، بلکہ معنی مذکور (یعنی قبض کر لینا اور اپنی چیز کو وصول کر لینا) مراد ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت تو اس لمحہ کے نزدیک ایک طویل مدت کے بعد کسی دوسرے ملک (کشمیر) میں ہوئی، (اب اگر تو توئی سے مراد موت ہوتی تو پھر وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا کے مقابلہ میں فَلَمَّا تَوَقَّيْنِي ونا غلط تھا، اس کے بجائے فَلَمَّا سَرَتْ اِلَیْكَ الشَّمْسُ جیسے الفاظ زمانے تاکہ تقابلی صحیح ہوتا)

مہر لگانے کا یہ عمل مجموعی طور پر اس شے کی حفاظت، اسے سر بھر کرنے اور اس کے تعارف کے لیے تھا اور اس مجرمہ سے اس ملفوظ کا مقبر ہونا لازم آتا تھا، یہ نہیں کہ خاتم کا لفظ موضوع ہی اعتبار کے لیے تھا (جیسا کہ قادیانی ملاحظہ نے سمجھا ہے) اور خاتم بمعنی انگشتی بھی اصل نہیں ہے بلکہ فرع ہے جو (آیت ختم نبوت میں) مناسب مقام نہیں ہے۔

۱۲۴۔ اور لفظ خاتم قرآن مجید میں باعتبار ماضی کے تھا، اس مخدول نے اس کو مستقبل کے لیے رکھا اور درحقیقت (اس کا مصداق فرو واحد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، لیکن اس محمد کی تعریف کے مطابق) یہ جزئی نہ رہا۔ بلکہ جنس ہو گیا۔ کیونکہ اس کے نزدیک انبیاء سابقین کی اتباع سے نبی بھی ہوتے رہے ہیں اور محدث بھی، پس خاتمیت حضرت خاتم الانبیاء کی خصوصیت نہ رہی اور وہ اپنے ہذیان میں خاتم کو کبھی اجراء کے لیے رکھتا ہے۔ اور کبھی انقطاع کے لیے۔ دیکھئے سواتے مرزا ص ۳۲، رسالہ ترک مزائیت ص ۸۰ و ص ۳۸، حقیقۃ الوحی ص ۲۸۔

۱۲۵۔ حاصل کلام یہ کہ تحریف انکسار خارج ہیں کوئی وجود نہیں رکھتی، بلکہ ایک بے معنی لفظ ہے اس کے باوجود اس تحریف کی بنا پر اس محمد کا اپنے منکروں کو کافر کہنا خود اس کے حق میں موجب کفر ہے۔ بتعداد منکروں کے کہ کل اُمت حاضر ہے (چونکہ یہ محمد ایک بے معنی بات کو کفر و ایمان کا مدار ٹھہرا کر کل اُمت حاضر کی تکفیر کرتا ہے۔ اس لیے اُمت کی تعداد کے مطابق اس کی طرف کفر عائد ہوگا)

اور یہ تحریف کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بند ہے، نبوت غیر تشریعی بند نہیں نص قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ خاتم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے لفظ رسول سے لفظ نبیین کی طرف کلام کو جو تبدیل فرمایا۔ اس سے اصل مدعا اور محط فائدہ اسی خصوصیت کا ارادہ تھا کہ صرف صاحب شریعت رسولوں ہی کا نہیں بلکہ عام طور پر تمام نبیوں کا ختم ہونا سمجھا جاتے، خواہ ان کی نبوت تشریعی ہو یا غیر تشریعی، جیسا کہ اس کی تقریر بوضاحت گذر چکی ہے۔

اور خاتم کی یہ تحریف کو آنحضرتؐ اعتبارِ نبوت کی مہر ہیں جس پر آپؐ کی مہر لگی آئندہ وہی نبوتِ معتبر ہوگی۔ یہ ان معذراتِ باطلہ کے ساتھ ساتھ، جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، کلام کے ربط و اتساق کے لیے فوتِ کتندہ ہے۔

اور ظلیت و بروز اور پھر قسم و غیر الفلہ سے مراد اگر انعکاس ہے تو اس کا حال گند چکا کہ یہ ایک بے حقیقت سراب ہے۔ جو سفہاء اور ملاحہ کو راستہ سے ہٹانے والا ہے۔ اور اگر کوئی اور چیز ہے تو محض لقلۃ لسانی اور زبانی جمعِ خرچ ہے کہ محمد بن اس نوعیت کے عادی بیسٹ اور جمل مرکب سے اپنے مریدوں کی راہ مارا کرتے ہیں۔ پس اس شقی کی تمام تحریفات اس کے ہمراہ اس کی قبر میں، کہ باد یہ ہے، دفن ہو کر رہ گئیں۔ **وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ**۔

۱۲۶۔۔۔ بعد ازاں جانا چاہیے کہ عالمِ قدیم بالذات نہیں، جیسا کہ یہ مُلحد (قادیانی) اور اس کا ناخلف (مرزا محمد) نغمہ لاپتے ہیں۔ بلکہ آسمانی دینوں کے عقیدے کے مطابق ماضی و مستقبل دونوں طرف سے محدود ہے۔ کیونکہ مستقبل تمام قوت سے فعل میں آچکا ہے اور مسئلہ تجدّد و اشغال بھی، جو عارفین کے حقائق میں سے ہے صحیح اور درست مسئلہ ہے۔ باقی رہا ماضی؟ پس اگرچہ براہِ ست و ہم حکم کرتی ہے کہ وہ غیر متناہی بالفعل ہے۔ اور فیض کا معطل ہونا نامعقول۔ لیکن حقیقت یوں نہیں بلکہ عالمِ دونوں دونوں جانب سے غیر متناہی یعنی لایعق عند حد ہے، اور بس۔ اس لیے کہ قدم کی وسعت کو غیر متناہی حوادث پھیلا پھیلا کر پُر کر دینا، جیسا کہ فلاسفہ کا مذہب ہے، غیر معقول ہے۔ کیونکہ اس سے دو باتیں لازم آتی ہیں، حادثِ زمانی کا ازل سے پہلے جانا اور قدیم کا حادث سے مقوم ہونا (اور یہ دونوں) ناممکن بھی ہیں اور مقدمہ حقیقت ثابت قدمہ احتنع عدہ کے خلاف بھی۔ حقیقۃ الامریہ ہے کہ جب ہم باری تعالیٰ سے مدد رسا ترکِ موم ۳ (مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ فیضِ محمدی سے دھمپنا، وہ قیامت تک

باقی ہے) ص ۲۱ حقیقۃ الامریہ۔ منہ

زمانہ زور فک کر لیں۔ جو غبار و عقلا کے درمیان متفق علیہ ہے۔ تو حوادث اپنے
موطنِ حدوث میں ایک جانب سے آتے اور دوسری جانب جاتے ہیں۔

”انہیں دروازے و ازیں درخرام“

ہم نے آمد کی جانب کا نام مستقبل اور رفت کی جانب کا نام ماضی رکھ چھوڑا
ہے اور بس، پس ماضی مستقبل دونوں کوئی حقیقت و اقیعہ نہیں رکھتے، بلکہ محض
اعتباری و اضافی ہیں یعنی ہماری بہ نسبت، کہ ہم خود حادث ہیں، جو پہلے گزر چکا وہ
ماضی ہے اور جو ہنوز پردہ غیب میں ہے وہ مستقبل کہلاتا ہے۔ اور زمانہ خود بھی
کوئی حقیقت و اقیعہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک امر انتزاعی ہے جو حوادث کے تجدد اور زوال
پیدا ہونے اور ختم ہونے سے اخذ کیا جاتا ہے اور بس سبحان الذی

یغیر و لا یتغیر۔ اس حالت میں اگر ارادہ ازلیہ کسی حادث کے پیدا کرنے سے
متعلق ہو جائے تو وہ حادث اپنی حقیقت کے متفقہی کے مطابق عالم میں آ موجود ہوگا
تاکہ انقلاب حقائق لازم نہ آئے، جیسا کہ واجب تعالیٰ اگر کسی مخلوق کو پیدا کریں تو
لامحالہ وہ چیز ممکن ہوگی نہ کہ واجب۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ عالم کا ہر فرد تو حادث ہو،
مگر مجموعہ من حیث المجموع قدیم ہو۔ بلکہ یہاں کل افراد کی مجموعی کا حکم یکساں ہے۔
۱۲۶۔ اور جب حکماء نے تصریح کر دی کہ جس چیز کے لیے ہدایت ہے اس کے

لیے نہایت بھی لازم ہے۔ اور دوام مستقبل کا ہم نے جواب دے دیا ہے کہ وہ
صرف تجدد و امثال ہے، تو حدیث نبوی کے مطابق عمارتِ نبوت بھی آغاز و انجام رکھتی
ہے کہ اسے آدم علیہ السلام سے شروع کر کے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
پہنچو اس عمارت کی آخری اینٹ ہیں، ختم کر دیا گیا۔ اور اب تو صرف اس امر کی انتظار
ہے کہ عالم کے کوچ کا نفاذہ بجا دیا جائے۔ گویا نظامِ عالم کی مثال ایک ایسے جلسہ
کی تھی جو مجلس استقبالیہ کے طور پر منعقد ہوا، اور صدر جلسہ کی آمد آمد کا اعلان ہوا،
چنانچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:) ”اور میں خوشخبری سناتا ہوں ایک رسول،
کی، جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام نامی احمد، ہوگا۔“ لہٰذا اور صدر کیبر کی تشریف

۶۔ ایسا یتیم، جو ہر دائرۃ یتیم کا مرکز ہو، مرکز عالم تک آپ کی ذات گرامی ہے
اے بے مثل و بے نظیر۔

۷۔ آپ کی اس اُمت میں کوئی شخص نہیں جو احقر کی طرح کلامنہ اور سفید بال
لے کر آیا ہو۔

۱۲۹۔ میں نے تجھ سے صبح اور سچی بات کہی ہے، تاکہ تو راہ چلنے میں سست
نہ رہے۔

۲۔ اے مخاطب! مجھے میرے درد میں تنہا نہ چھوڑا، کیوں کہ یہ دین میرا اور
تیرا مشترک دین ہے۔

۳۔ اہل حق کے لیے ہمیشہ فتح قریب ہے۔ بس ہمت مردانہ سے کام لینا چاہیے۔

۴۔ میں اور تو تو درمیان میں محض بھانہ ہیں، درنہ اول و آخر سب کچھ وہی ہے۔

۵۔ دیکھو کہ اس دیرانہ دنیا میں پھول اور کانٹے باغ میں یکجا پیدا ہوتے ہیں۔

۶۔ شب تاریک میں مشک تاناری کو کم نہیں کیا اُس شخص نے جس نے (اس
کی) خوشبو کو تلاش کر لیا۔

۷۔ کل باقی نے میرے کان میں کہا کہ یہ دو حرفی بات یاد رکھو۔

۸۔ حق کا جھنڈا بلند ہمیشہ رہے گا۔ عاجز بندو کے ہاتھ میں رہے گا۔

۹۔ جس نے اپنے مقصد میں کامیابی کا ارادہ کیا وہ اگر مقصد کو پہنچا تو راہ سست
ہی سے پہنچا۔

۱۰۔ اے رب! اس بندہ ملامت کو قیامت کے دن بائیں راستے نہ لے جائیو۔

۱۱۔ بطفیل حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابیہ کے ختم کرنے والے
رسول اور نبی ہیں۔

۱۲۔ آپ عالم کے امام بھی ہیں اور خاتم بھی، آپ پر حق تعالیٰ کی جانب سے
بیشمار درود و سلام۔

۱۳۔ تمام جہازوں کے لیے رحمت ہیں، سر تا پا رحمت، پینڈا نشیں میں سب سے اول۔

اور بعثت میں سب سے آخر۔

۱۴۔ محشر میں تمام مخلوق کے سردار، کائنات کے آقا اور تمام مخلوق سے بہتر
۱۵۔ بروز قیامت آپ ہی صاحبِ حمد اور خطیب ہوں گے، آپ کی حمد ہی
سے مقام محمود اور لوا۔ الحمد کی عظمت عیاں ہوگی۔

۱۶۔ آدم علیہ السلام اور ان کے سوا ساری مخلوق بغیر فرق کے آپ ہی
کے جھنڈے تلے ہوگی۔

۱۷۔ نبوت کے فاتح و خاتم آپ ہیں، رفعت و بلندی کا مبداء و منتہا
آپ ہیں۔

۱۸۔ ہر جلسہ کہ اہم امور کے لیے منعقد ہوا وہ صدر جلسہ کا منتظر تھا اور پھر
خاتمہ ہے (یعنی آپ کی آمد کے بعد بس بساطِ عالم پیٹ دینے کا وقت ہے)

۱۹۔ اہل عرف (جو کسی عالم کو خاتم المحدثین کہہ دیتے ہیں وہ) اس ختمیت کو نہیں
سمجھتے، کیونکہ اول سے ہی نظام کو نہیں جانتے۔

۲۰۔ چونکہ آپ مراتبِ جد میں خاتم تھے، وہ بھی وجود کا ایک موطن تھا
۲۱۔ خاتم کمال ہونا بجائے خود ایک اعلیٰ درجہ کا شرف ہے اس کو نقص

کہنا احماد ہے۔

۲۲۔ تمام سابقین کا آپ کی قیادت میں ہونا آپ کی سیادت کے لیے کافی
ہے۔

۲۳۔ ۲۴۔ چونکہ آپ کمالات میں منتہی تھے، اس لیے عالم ظہور میں اس کی یہ علامت
ٹھہری کہ تمام سابقین آپ کے جلو میں ہوں اور آپ کے بعد کوئی آپ کے منصب
کو پانے والا نہ ہو۔

۲۵۔ جب کوئی صاحب اختیار اپنے کام کو ختم کر دے تو کیا یہ اس پر اعتراض ہو
سکتا ہے کہ یہ تو نقص ہے؟

۲۶۔ پہلے جو کچھ تھا بطور تمہید تھا، آخر وہ غایت کمال اور مقصد تخلیق کائنات پہنچا
۸۵

۲۶۔ یہ بدیہی بات ہے کہ ختم کمال بذات خود کمال ہے اس میں سوال و جواب اور چون و چرا کی گنجائش نہیں۔

۲۷۔ یہ کمال اگر (کسی کج فہم کے نزدیک) کسی دوسرے کمال کے معارض ہے (تو ہوتا رہے) متلاشی حق کے نزدیک یہ عیب نہیں بلکہ ہنر ہے۔

۲۸۔ منصب نبوت محض عنایت خداوندی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ تولید سے کہ پریشانی کا موجب ہوتا۔

۲۹۔ حق تعالیٰ کی جانب سے منصب نبوت پر فائز کیا جانا حصول نبوت کی شرط ہے۔ جیسا کہ خلیفہ کا تقرر بیعت سے ہوتا ہے۔

۳۰۔ ۳۱۔ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ "جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے"۔ یعنی خلیفہ کی بیعت کے بغیر وہ احمق جنین کی طرح جاہلیت کی تاریکیوں میں ڈبا ہوا ہے۔

۳۲۔ آپ نے ایسے شخص کے لیے جاہلیت کا عنوان اس لیے اختیار فرمایا کہ ایسا شخص اہل جاہلیت کی طرح ہدایت سے بے بہرہ ہے۔

۳۳۔ اہل جاہلیت کے یہاں ایسی امامت معروف نہ تھی کہ اس کا موصوف تلاش کیا جائے۔

۳۴۔ سلسلہ سلطنت جاری ہو جانیکے بعد غلط فہمیوں کی بنا پر تجھے یہ تشریح بعد از فہم نظر آتی ہے۔

۳۵۔ اس کے سوا اس حدیث سے کوئی باطنی معنی مقصود نہیں، امام سے مراد وہی خلیفہ معہود ہے۔

۳۶۔ نبی سے تھا کماؤ استحقاق کا۔ پس اشکال سے رستگاری حاصل ہوتی۔

۳۷۔ بہت سے برخود غلط فہمی امامت کے جھوٹے دعویدار ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حق شناسی تیرا کام ہے۔

۳۸۔ پھر ہر شخص اپنے ذوق پر نہیں چلا کرتا، اور زمانہ کے اہل عقل و عقد سے

مرتباتی نہیں کیا کرتا۔

۳۰۔ انبیاء کرام کی سیرت، فطرت پر ہوتی ہے، ان کے یہاں فلسفہ آرائی، بناوٹ اور عرص و آرز نہیں ہوتی۔

۳۱۔ مگر اس کو وہی شخص جلنے جو کسی چیز کی تمیز رکھتا ہو اور انبیاء کرام کے علم و عمل کا دوسروں سے امتیاز کر سکے۔

۳۲۔ پس قرآن کریم سے انبیاء کرام کا طریق، جو امتوں کے ساتھ ان کے سوال و جواب میں مذکور ہے، معلوم کر دے تو تمہیں ان کا طریق مبنی بر توکل نظر آئے گا۔

۳۳۔ انہیں نہ سامان دنیا جمع کرنے کی فکر ہوتی ہے، نہ ان کی باتوں میں تناقض ہوتا ہے، نہ لاف و گزاف اور نہ مکر و فریب۔

۳۴۔ ان کا سب کچھ دین کے لیے ہوتا ہے، صبر و اخلاص اور یقین ان کا طریق ہے۔

۳۵۔ خدا کا فضل، سرایت کا مسئلہ نہیں، نبوت بھی بجز عنایت کے حاصل نہیں ہوتی۔

۳۶۔ نبوت بارگاہِ رحمانی کا فضل ہے، جیسا کہ بادشاہ کی جانب سے لقب یا خطاب ملتا ہے۔

۳۷۔ اور وہ لقب چونکہ بذاتِ خود نہایت عالی شان تھا، کمالات سے اور بھی دو بالا ہو گیا۔

۳۸۔ بغیر مادہ کے بلا مثال پیدا کرنا بھی قدرت میں ہے۔ ہمیشہ مادہ و صورت کے ساتھ ہی اشیاء کا وجود وابستہ نہیں۔

۳۹۔ پس حق تعالیٰ کی جانب سے کبھی منصب نبوت پر فائز کرنے سے نبوت ملتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ حق تعالیٰ کے ارشاد کن سے

چیزیں وجود پذیر ہوتی ہیں۔

۵۰۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ نبوت محض لقب دینے کا نام ہے، نہیں! بلکہ میں نے جو کچھ لکھا یہ سب تقریب الی الفہم کے لیے ہے۔

۵۱۔ نبوت اور کمالات نبوت کے درمیان، از روئے تحقیق، نوعی اختلاف ہے۔ اگر نبوت اور کمالات نبوت الگ الگ چیزیں ہیں پس نبوت تو بندہ کے کمال نبوت جاری ہیں) ۵۲۔ اس نے فاتح و خاتم ایک ہی شخصیت کو بنایا۔ تجھے خدا پر ایمان ہے یا کہ

اس سے جنگ ہے؟

۵۳۔ فتح و ختم دونوں اس کی مشیت سے وابستہ ہیں، اے ایمان دوست! اس میں چون و چرا کیسی؟

۵۴۔ مشیت کا تعلق تمام زمانوں کے ساتھ یکساں ہے، پس اس میں زمانوں کا کیا سوال؟ (پس خدا نے جب تک چاہا نبوت کو جاری رکھا، اور جب چاہا بند کر دیا) ۵۵۔ تمام انبیاء سابقین آپ کے جھنڈے تلے ہیں، پس اس سے زیادہ تجھے کیا بحث ہے۔

۵۶۔ نبوت کسی ہے یا کہ دجی، اس فضول بحث سے تیرا کیا مطلب؟ (جبکہ نبوت کا دروازہ ہی بند ہے تو ظاہر ہے کہ نبوت نہ کسب سے حاصل ہو سکتی ہے نہ موبہت سے)

۵۷۔ جا! تو آپ کی سیادت پر ایمان رکھ، خدا کا کام خدا پر چھوڑ دے۔

۵۸۔ خصائص میں شریعت کیسی؟ وہی کمالات سے کبھی کمالات کو کیا مناسبت؟ ۵۹۔ جس نے کہا کہ نبی۔ نبی ساز ہے۔ وہ مشیت الہی میں شریک بننا چاہتا

ہے (کہ خدا کی مشیت کے خلاف وہ نبوت کو جاری رکھنا چاہتا ہے)

۶۰۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے تشریف لاتے ہوتے تو شاید یہ بات درست ہوتی، مگر آخر میں نہیں۔

۱۔ اس شعر کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر اس امت کے اندر دُور اُول میں کوئی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۶۱۔ "تو تبت چونکہ نبوت کا جزا خیر ہے، اس لیے اسے شاہی انتخاب سے بھی برتر سمجھو۔"

۶۲۔ اگر اب بھی تم نے اس مقام کو نہیں سمجھا تو پھر قصۂ آدم و ابلیس پر غور کرو (ابلیس کو یہی اعتراض تھا کہ آپ نے آدم کو کیوں چن لیا، کمالات تو مجھ میں زیادہ ہیں)۔

۶۳۔ ائمہ ولایت جو کہ نبوت کا گریہ ایک شعبہ اور جزو ہے، وہ اُمت کو نصیب ہے (مگر اس جز کے حصول سے آدمی دلی 'تو بن سکتا ہے، مگر نبی تو نہیں بن سکتا)۔
۶۴۔ لیکن نبوت کا خطاب اور لقب جو حق تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوتا ہے اس میں قطعاً شرکت نہیں،

۶۵۔ نبوت کے علاوہ اگر کوئی کمال حاصل ہو تو انکار نہ کرو، کیونکہ وہ خطابات میں سے نہیں، نہ وہ القاب میں سے ہے۔

۶۶۔ قطب الولاية شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ اے انبیاء کرام کی پاکیزہ جماعت! تمہیں لقب دیا گیا ہے۔

۶۷۔ 'فوحات' میں یرمیی نقل کیا ہے اور 'یراقبت' میں ایک لفظ زیادہ کیا ہے۔

۶۸۔ ۶۹۔ اور یہ جو اس کے بعد فرمایا کہ ہمیں وہ چیز دی گئی جو تم کو نہیں دی گئی۔ اس

سے مراد وہ حصہ ہے جو نبوت سے نیچے کی سطح کا ہے۔ یعنی تمہاری تقسیم کے وقت جو کچھ پیچھے رہ گیا تھا، وہ غایت الہی نے ہمیں عطا کر دیا ہے۔

۷۰۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق پر قائم رکھے اور مجھے آنحضرتؐ کی نسبت امتی کی طرح شمار کرے (کہو کہ امتی کہلانے کے بھی لائق نہیں)۔

۷۱۔ آپ کے دین کی شوکت فراوان ہو چوہ، تاکہ بندہ، بندِ غم سے آزاد ہو جائے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) نبی پیدا ہوا جتنا تہ تو واقعی آپؐ کو نبی ساز گناہ درست ہوتا، مگر جب تیرہ سو سال تک اُمت میں کوئی نبی نہیں ہوا تو صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت سے آپؐ کو نبی ساز بن جانا کسی طرح بھی درست نہیں، بلکہ یہ باعث مدعی نبوت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

۱۳۰۔ یہاں پہنچ کر انبیاء کرام کی سیرت مقدسہ کا قرآن کریم اور کتب خصائص و سیر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ قرآن حکیم میں جو کچھ ان کے خطاب (سوال) و جواب کے سلسلہ میں آتا ہے اسے بغور پڑھو تو معلوم ہوگا کہ کس طرح ان حضرات کے معاملہ کی بنیاد امور ذیل پر قائم تھی، یعنی توکل و یقین، صبر و استقامت، اولوالعزمی و بلند ہمتی، وقار و کرامت، انابت و اخلاص، فضل و اختصاص، یقین کی خنکی اور سینے کی ٹھنڈک، سفید صبح کی طرح انشراح و اعتماد، صدق و امانت، مخلوق سے شفقت و رحمت، عفت و صحت، طہارت و لطافت، رجوع الی اللہ، وسائل غیب پر اعتماد، ہر حال میں لذائذ دنیا سے بے رغبتی، سب سے کٹ کر حق تعالیٰ شانہ سے وابستگی، سامان دنیا سے بے اتفاقی، مال و دولت سے بے توجہی، علم و عمل کی وراثت جاری کرنا، اور مال و متاع کی وراثت نہ جاری کرنا۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”ہم دارش نہیں بنایا کرتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ ہے“ ترک فضول اور اس سے زبان کی حفاظت، ہر حالت اور معاملہ میں حق کا ساتھ دینا اور اس کی پیروی کرنا، ظاہر و باطن کی ایسی موافقت کہ اس میں کبھی بھی خلل اور رخ نہ واقع نہ ہو۔ انہیں اتنا مقصد کے لیے باطل مذر، فاسد تاویلات، اور سیلے بہانے تراشنے کی ضرورت نہیں ہوتی (کیونکہ یہ کذابوں کا سرمایہ اور نقد و وقت ہے، چنانچہ لکھا گیا ہے) کہ: ”کسی شخص نے کبھی اپنے دل میں کوئی بات نہیں چھپائی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے رخسار سے اس کے صفحات اور اس کی زبان کی لغزش سے صادر شدہ الفاظ میں اسے ظاہر کر ہی دیا“ اور ان حضرات کے کسی بھی معاملہ میں تناہت و تقاض اور تعارض و تناقض راہ نہیں پایا، بلکہ پردہ غیب اور کینہ کاہ قضا و قدر سے ان کے سامنے حق اس طرح کھل جاتا ہے جس سے پوری طرح شہر صدر ہو جائے۔ انہیں اطلاعات الہیہ اور مواہید ربّ ذوالجلال کے پورا ہونے میں کبھی رجوع اور تبدیلی خیال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (جس طرح مرزا محمد بیگ انجام آتم، ڈاکٹر عبدالحکیم کی موت وغیرہ وغیرہ میں بھٹکنا رہا) ان کے باطن کے پاک اور طبیعت کے پاکیزہ ہونے کی وجہ سے ان کی روش میں ایسی یکسانیت ہوتی ہے کہ

تعارض و تفریق میں کسی حیلے ہمانے کی حاجت نہیں ہوتی، جانبِ خدا کو جانبِ اغراض پر ترجیح دینا، مادی علاقہ اور رشتوں سے بے تعلقی اور اعراض، تمام حوادث و پیش آمدہ حالات میں حمد و شکر، یادِ حق اور ذکرِ الہی میں ہمہ دم مشغول رہنا، ربِّ العالمین کے زیرِ عنایت علم لدنی کے ذریعہ فطرتِ سلیمہ کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کرنا، جس میں کسی قسم کی فلسفہ آرائی، اختراع اور تکلف کا شائبہ نہ ہو۔ تسلیم و تقویٰ، عبودیتِ کاملہ، طاعتِ زائدہ، استقامتِ شاملہ، ان کے دین کا تمام ادیان پر غالب آنا اور ان کے ذریعہ ایمان اور خصائلِ ایمان کا چارواگ عالم میں پھیل جانا، ان حضرات نے دنیا میں رہ کر کبھی چالپوسی کا راستہ نہیں لیا، اور کیا مجال کہ کفار و جبارہ کے مقابلہ میں اپنی ایک بات سے بھی کبھی تنزل فرمایا ہو، یا فرائض کی تخویف و تمذیب اور ان کے هجوم کی بناء پر اپنے راستے سے انحراف کیا ہو یا عرض و طمع اور سامانِ دنیا جمع کرنے کا معمولی وجہ بھی ان کے دامنِ مقدس تک پہنچا ہو، یا عرض و ہوا اور حُسنِ با سوانے کبھی انہیں اپنی طرف کھینچا ہو، اور ممکن نہیں کہ ان کے آپس میں علم و عمل کا اختلاف ہوا ہو، یا ایک دوسرے پر رد و قدح یا ایک دوسرے کی عجو اور کسرِ شان کی ہوا، ممکن ہے کہ انہیں اپنے کمالات پر کبھی ناز اور عجب ہو، یا وہ اپنے تمام حالات میں کبھی بھی لبر و تعلیٰ اور نفس کے ذیوب میں مبتلا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ جو کچھ بھی تھا عطیاتِ ربانیہ سے تھا۔ انسانی کسب و ریاضت کے دائرے میں نہیں تھا۔ ارشادِ خداوندی ہے: ”لَا تُدْرِبُ جَانِبَ جِہَاں رُکْمًا ہُوَ اِسْمُہٗ بِیْنَا“ (نیز ارشاد ہے: ”لیکن اللہ جہاں لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے“)

پہلی آیت میں نبوت و رسالت کو ایک امر ایجابی یعنی علمِ الہی کے حوالے فرمایا۔ اور دوسری آیت میں ایک امر غیہ ایجابی یعنی مشیتِ خداوندی کے حوالے فرمایا۔ بیشتر دیکھا گیا ہے کہ جو امور کہ حق تعالیٰ کی جانب سے تخصیص اور اصطفاء واجباً ہے اسباب سے ہوں، وہ ارالہی کے حوالے کیے جاتے ہیں، جس میں اس امر پر تنبیہ ہوتی

ہے کہ یہ امر کسی نہیں ہیں۔

۱۳۱۔ منہی نہ رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جو اجمالی سیرت اور پرکھی گئی ہے یا کسی دوسرے نے کچھ اور چیزیں لکھی ہیں ان سے یہ نہ بھنکا کہ حقیقت نبوت بس اسی قدر ہے اور یہ کہ جو کچھ علماء نے لکھ دیا ہے وہ حقیقت نبوت کی تفہیم کے لیے کافی ہے۔ اور نبوت کی حقیقت وہ بھی نہیں جس کو یہ فخذول اصرار و بکوار کے ساتھ بیان کرتا ہے اور حقیقت علماء سے سیکھ کر چکی چلتا ہے کہ نبوت عبادت کثرت مکالمہ الہیہ سے ہے۔ بلکہ بنیام امور نبوت کی ادھوری سی علامات ہیں جو راستہ کا پتہ نشان دیتی ہیں، اور کچھ سراغ بتاتی ہیں۔ ورنہ حقیقت واقعہ کو سوائے انبیاء کرام کے، جو خود موصوف بہ نبوت ہیں، کوئی در سر نہیں جانتا، نہ کسی کی مجال اور طاقت ہے کہ اس قسم کے امور الہیہ کی کڑبھک پہنچ سکے اور ان معاملات الہیہ و مقامات ربانیہ تک اس کی رسائی ہو سکے۔ اس مضمون کو فتوحات باب ۳ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ پس نبی کی آنکھ مشاہدہ نبوت کے لیے کھلی ہے، اور ولی کی آنکھ مشاہدہ ولایت کے لیے کھلی ہے اور مشاہدہ نبوت سے بندھاؤ کسی کو خبر نہیں کہ اس دوست کی منزل گاہ کہاں ہے، بس اس قدر ہے کہ گھنٹی کی آواز آتی ہے۔ جس طرح کہ مصلحت البحر (وحی کی حقیقت نہیں بس ایک علامت تھی)

۱۳۲۔ احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ایک ایسی حقیقت ہے جو بہت سے اجزاء رکھتی ہے، مگر ان اجزاء کی تفصیل نہیں بتائی گئی، ہاں ان میں سے بعض اجزاء پر انقطاع کا حکم (حضور) فرمایا ہے، اور بشرات کے قبیل سے کچھ حصہ باقی ہے اور یہ حکم باعتبار جزاء اخیر علت تار کے ہے، ورنہ وہ تمہیدی کلمات کہ نبوت ان کی کرسی پر جلوہ آ رہی ہوتی ہے، یا مانند صورت مادہ پر، یا مثل جود صاف تخی پر منقش ہوتی ہے یا مثل مژدہ سقوف شرط اور توتلیہ پر مرتب ہوتی ہے وہ کلمات جاری و ساری ہیں اور آیت کریمہ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مع آیت کہ فاولئک مع الذین انعم الله علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین

میں جس انعام کا ذکر ہے اسے دیا ہی سمجھنا چاہیے جیسا کہ آیت : **وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتُ عَلَيْهِ** میں مذکور ہے ، اور معیت ایسی سمجھنی چاہیے
جیسے حدیث : **اَنْتَ مَعَ مَنْ اُحْبَبْتَ** میں اور آیت : **اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ** میں مذکور ہے اور خود
آیت بالا میں (مایا ہے) : **وَ حَسْبُ اُولٰٓئِكَ رَبِّقْنًا** اور اس آیت نسا کو موضح القرآن میں
خوب سمجھایا ہے کہ چھوڑ کر بڑوں کے ساتھ رکھنے ہیں ، جس طرح کہ خدام کو امراء کے ساتھ کیونکہ
صدر کلام میں اطاعت مذکور ہے جو اوّل مرتبہ ہے ۔ اور انہی کمالات کی نگرانی ہے جس نے
اس جہول و مخدول (مرزا غلام احمد قادیانی) کو راستہ سے ہٹکا دیا ، اور (ان کے متعدی ہونے
کو اس نے ازراہ حماقت) نہرت کا متعدی ہونا سمجھ لیا۔

۳۳۳۔ اگر کوئی شخص فلسفہ سمجھارتے ہوئے یہ کہے کہ ایک ہی حقیقت جو (انبیاء
کرام میں پائی جاتے تو وہ نبوت کہلاتی ہے اور وہی جب غیر انبیاء میں پائی جاتے تو
ولایت کی طرف تبدیل ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح وحی و الہام ، عصمت و محفوظیت اور
معجزہ و کرامات (کو سمجھنا چاہیے) جس طرح کہ سورج کی روشنی (ضیاء) چاند کے کرہ میں
پہنچ کر نور بن جاتی ہے یا جس طرح کہ اشیاء خارج ہیں اعیان ہیں ۔ ذہن میں موتیں
ہیں اور آئینوں میں عکس ہیں ۔ یا جس طرح کہ ایک ہی نوع کے اشخاص کے وجودات
میں باہمی تفاوت ہے ، جس کے رفع کرنے کی تمنا کرنا جہل ہے ۔ یہ فلسفہ آرائی بھی
چنداں قابل و ثوق دلائل و اعماد نہیں کیونکہ تمام اشیاء مذکورہ مرتبہ قطعیّت سے گر کر
مرتبہ ظنیّت میں آگئی ہیں ، گریا و جوب سے امکان کی طرف پہنچ گئی ہیں ۔ پس (اس قدر
میں تفاوت کے بعد یہ فیصلہ کرنا کہ) یہ اختلاف عوارض کا اختلاف ہے ؟ یا
اختلاف حقیقت ؟ اور ان تمام اشیاء کا تفاوت آیا اسی طرح کا ہے جس طرح
کہ اتحاد حقیقت کے وجود کسی نوع کے اشخاص میں تفاوت برآ کرتا ہے یا کیا
مسموت ہے ؟ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی اصل کٹہ کو مقام الغیب کے سوا کوئی
نہیں جانتا ۔ کیا تم جانتے نہیں کہ ایمان میں کمی بیشی کے مسائل میں آج تک تصفیہ نہیں

والا فرمایا ہے اور یہ امر خود بھی ختم کمال کی فرع ہے، اور اس بات کی علامت ہے کہ ختم زمانی کے ساتھ ختم کمال فرمایا گیا۔ اور اس قسم کی خاتمت عالم تقدیر میں مقرر و ملحوظ بھی ہے اور (خارج ہیں) رائج و معمول بھی یہی ہے کہ ختم صوری کو ختم معنوی کی علامت قرار دیتے ہیں۔ اور یہ امر، واقع میں یا توفیق کے ساتھ ہوتا ہے یا ختم کے ساتھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دروزں کو جمع فرما دیا گیا کہ آپ خارج بھی ہیں اور خاتم بھی چنانچہ خسرو فرماتے ہیں،

شاہ رُئس و شفیع مرسل خورشید پسین و نور اول

اور اس خاتمت کی نظیر پہلوں میں موجود نہیں، پس (اب انصاف فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) امتیازی کمال یہ (خاتمت صوری و معنوی) یا سابق نبیؐ پر ہوتا؟

۱۳۶۔ اگر صاحب اختیار مالک کہے کہ میں فلاں منصب کو فلاں جگہ سے شروع کر کے فلاں کامل ترین فرد پر ختم کر دوں گا (مثلاً منصب نبوتؐ کج آدم علیہ السلام سے شروع کر کے اکمل الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دوں گا) تو آیا یہ امر اہل عرف کے نزدیک بالبداهت کمال نہیں ہے؟ (اگر ہے) اور یقیناً ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ یہ ملاحظہ ایک بدیہی (صاف اور سیدھی سی) بات میں بھی شک اندازی کرتے ہیں (کہ نعتہ بالشریہ تو نقص ہے) اور گذر چکا ہے کہ کسی کو خاتم المحدثین، جو کہا جاتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ شخص محدثین کی جماعت میں سے خاتم کالات ہے، نہیں بلکہ یہ بھی خاتم اشخاص محدثین کے معنی میں ہے، البتہ (کلام الہی اور اس..... محاورہ عامیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ یہ محاورہ، مسامحت اور طعن و تضحیل پر مبنی ہے، جبکہ ملک علام کا کلام اس سے پاک ہے۔ واللہ یبھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

۱۳۷۔ بالآخر آیت کریمہ کے خلاصہ کا دوبارہ اعادہ کرنا مناسب ہے کیونکہ حق جل شانہ کے کلام معجز نظام کے خصائص، اقتضات مناسبہ اور لطائف و نکات کا سمجھنا اہل زمانہ کے لیے نہایت دشوار ہے۔ بلکہ انسانی طاقت سے بعید ہے الہ

مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ۔

۱۳۸۔ پس خود سمجھ لو کہ اس آیت کریمہ میں اہل جاہلیت سے خطاب نہیں کہ یہ آیت مدنی ہے اور نہ یہ اِنَّ شَاۤءَ نَشَاۤءُ نَكْتُبُ کے مدعا پر ہے جو کہ کلی ہے اور اہل جاہلیت کے رد میں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ آیت اس معروف رسم کی اصلاح کے لیے آئی ہے کہ لوگ بتنی (سے پاک بنانے) کو وراثت پانے کے لیے مفید سمجھتے تھے، اور یہ رسم اس زمانہ میں بھی تھوڑی بہت باقی ہے اور نزول آیت کے وقت آپ کا کوئی صاحبزادہ بقید حیات نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم ابھی تولد نہ ہوئے تھے، اور دیگر صاحبزادگان گرامی اس سے پہلے گزر چکے تھے، پس بظاہر بتنی کی رسم کا ابطال اس لفظ سے ہو سکتا تھا کہ بتنی کچھ نہیں اور اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔ مگر اس کے بجائے قرآن کریم میں ایک عام مضمون کی طرف انتقال کیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور نہ آپ پسرے اولاد کے سلسلہ کو جاری کرنے اور صاحبزادوں کے خاندان کو باقی رکھنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ البتہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول اور انبیاء کے ختم کنندہ ہیں۔

۳۹۔ اور سلسلہ کلام میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف جو مناسب مقام ہو یا انحصار سے اعلم کی طرف چلے جاتے ہیں، پس یہ آیت صرف مسند بتنی تک نحمدہ و نصلیٰ ربی، بلکہ خاندانی وراثت کے سلسلہ میں پہنچ گئی۔ جہاں تک خصوصی طور پر شان نزول کے واقعہ کا تعلق ہے اس مسند پر کلام آیت: مَا جَعَلَ اٰذِیْنَآءَ كُفْرًاۤیْنِآءَ كُفْرًاۤیْنِآءَ وَ لٰكِنِّیْ لَا یَكُوْنُ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ حُوْجٌ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَءَوْاْ حُرْحُرًا تھا۔ اس کے بعد سلسلہ کلام مطلق توریث کی طرف آنکلا، جیسا کہ معالم التنزیل میں ابن عباس کا قول گذر چکا ہے۔ الموت اپنے مفہوم میں دو جز رکھتی تھی ایک باپ بیٹا ہونے کا تعلق اس کے بدل میں رسالت کو رکھا گیا، دوم وراثت جاری ہونا، اس کے بدل میں ختم نبوت کو رکھا گیا۔ پس یہ وہ ہے دو لفظ لانے کی۔

۱۔ بیشک تیرا دشمن ہی نسل بریدہ ہے۔ (اکوثر : ۳) ۲۔ الاحزاب : ۴ ۳۔ الاحزاب : ۴۷

۱۴۰۔ اور معلوم ہے کہ آپ کے پیری خاندان کو باقی رکھنا اور پھر ان کے اندر سلسلہ نبوت کو باقی رکھنا ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی عقلی یا شرعی تقاضا نہیں، لیکن اہل عرف اور مجاہدان صادق یہی چاہا کرتے ہیں کہ خاندان میں سلسلہ وراثت باقی رہے۔ اندر میں حالت یہ خیال ذہن میں آسکتا تھا کہ نہ معلوم خاندان نبویؐ میں کونسا سلسلہ رہتا ہے۔ سلسلہ نبوت ؑ یا سلسلہ خلافت دولی عہدی ؑ یا وراثت مال کا سلسلہ ؑ وغیرہ۔ میان کسی قسم کا لزوم نہیں تھا، لیکن تناسب ضرور تھا اور بہت ممکن ہے مجتہدین کی تنہا بھی ہو اور ان کے اذعان میں یہ خیال گزر بھی رہا ہو، جیسا کہ علم میں بھی خاندانی وراثت نہیں، لیکن اگر خاندان میں علم باقی رہے تو اسے خاندانی علم کہا کرتے ہیں، اور یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ باپ کی جگہ بیٹا عالم ہو، اور اسی نہج و طریق پر بے آیت یرشخی و یورث مہب آل یعقوبؑ ملہ اور آل ابراہیمؑ، آل یعقوبؑ، آل عمرانؑ، آل یسینؑ اور آل داؤدؑ کا عنوان بھی اسی کے پیش نظر آیا ہے، مرفع القرآن میں سورۃ اعراف میں منصب خلافت و امامت اور امامت کے خاندان ہارونؑ میں رہنے کے بارے میں کچھ ذکر فرمایا ہے، اور اسی طرح آیت وورث سلیمانؑ داؤدؑ میں وراثت علم و نبوت مراد ہے۔ اور معالم التنزیل میں حضرت عطارؑ سے نقل کیا ہے کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو آپ کو پیری اولاد ہی عطا نہیں فرمائی جو بلوغ کو پہنچتی۔“

۱۴۱۔ پس فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ وہ پیری خاندان کو جاری کرنے اور کسی نوعیت کی وراثت باقی رکھنے کے لیے ہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ ہماری تقدیر میں وہ سلسلہ نبوت کے ختم کرنے کے لیے ہیں، اس لیے پیری خاندان میں ولی عہدی کا سلسلہ نہیں ہوگا، اپنی نبوت کا سلسلہ ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ نہیں ہوگا، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس آیت سے قریش نبوت بالاستفادہ کے سلسلہ کی نفعی بدرجہ اولیٰ ہو جاتی ہے۔ بہ نسبت بلاد اسط

کے، کیونکہ ابوت اولیٰ الذکر صورت میں زیادہ ذخیل ہے۔

۱۴۲۔ حاصل یہ کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ اجرا کے لیے نہیں بلکہ ختم کے لیے ہیں۔ اور آیت کریمہ کسی لزوم پر مبنی نہیں، بلکہ تناسب وقوع پر مبنی ہے، اور وہ بھی اسی درجہ میں جو کہ اذہان میں گذر سکتا تھا۔ اگرچہ یہ خیال گذرنا مسلمانوں ہی کی جانب سے ہو۔ اور محط کلام میں یہ ضروری نہیں کہ ہم صاحبان محمد ابا احد من رجا لکھ میں اول و دوم ہی سے اجرائے سلسلہ نبوت کو محط ٹھہرائیں، بلکہ دوسرے مناسب سلسلوں کی نفی سے یہ بھی بطریق ادلی منفی ہو گیا اور ختم کلام یعنی والکن ترسولی اللہ وخاتعہ التبیین، اس امر کی جانب خصوصی اشارہ کو متضمن ہے کہ صدر کلام میں اس کا ارادہ اراد کیا گیا۔ جیسا کہ تفقازانی نے کہا ہے کہ:

”اگر تم کہو کہ جب قمر قلب میں دو وصفوں کے درمیان تنافی متمقق ہے تو ایک کا اثبات خود بخود دوسرے کی نفی کو مشعر ہوگا، پس بطور حصر ایک وصف کی نفی اور دوسرے کے اثبات سے کیا فائدہ ہوا؟ جواب یہ ہے کہ اس میں فائدہ یہ ہے کہ اس سے مخاطب کی غلطی رفع کرنے پر تنبیہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مخاطب اصل واقعہ کے برعکس کا معتقد تھا۔ چنانچہ ہمارا قول ”زید کھڑا ہے“ اگرچہ نفی قعود پر دلالت کرتا ہے، لیکن اس سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ مخاطب کو اس کے قعود کا اعتقاد ہے اور جب ہم کہیں ”زید بیٹھا نہیں بلکہ کھڑا ہے“ تو اس سے پتہ چلے گا کہ مخاطب زید کو بیٹھا سمجھتا تھا۔ مکمل اس کی غلطی کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔

اور اسی سبب سے تمام طرق قہر کے ساتھ نفی کے اجتماع میں تفصیل پیدا ہوئی۔

۱۴۳۔ اور اگر کہا جائے کہ ”لکن“ ایک دوسری صورت میں بھی تلافی مافات کے لیے ہوتا ہے تو (جواب یہ ہے کہ) وہ بھی یہاں پوری پوری پائی جاتی ہے کہ ادنیٰ علاقہ کے بدلے میں اعلیٰ علاقہ دکھا گیا۔ باقی ذراع سے جنس کی طرف یا جنس الاجناس کی طرف انتقال کرنا یہ تقاضائے مقام پر منحصر ہے، جیسا کہ علمائے استثنائے مفرغ میں تقریر کی ہے خلاصہ یہ کہ صاحبان محمد ابا احد من رجا لکھ والکن ترسولی

اللہ و خاتم النبیین میں دو جہلوں کا جمع کرنا (جن میں سے ایک منہی ہے اور دوسرا مثبت) اس مقصد کے ادا کرنے کے لیے جو گزر چکا۔ ورنہ ان مسائل کا بیان الگ الگ بھی ہو سکتا تھا۔ یہ ہے خلاصہ مراد آیت کریمہ کا کہ عمر میں ختم ہو جاتی ہیں، مگر وہ جلوہ نہیں دکھاتا۔ (ترجمہ شعر) "تیرے حسن کے بارے میں ہر شخص ہر دم نئی بات کرتا ہے۔ اگر تیرے رُخ تاباں کی جلوہ نمائی ہو تو یہ قہقہے نہ رہیں"

خاتمہ

۱۴۴ — جانا چاہیے کہ حق طلبی، حق پسندی اور حق نیروشی کا طریقہ یہ ہے کہ کلام معجز نظام کے قیود، کلام ملکِ عظام سے ہی لیے جائیں، بلکہ ہر ایک حاضر الحواس متکلم کے کلام میں یہی طریقہ ہے، اپنی جانب سے اتباع ہوئی اور اغراض نفس کی خاطر قیدیں لگانا، تقسیمیں لگانا اور پھر کلام معجز نظام کے ٹکڑے کر کے اسے ان پر چسپاں کرنا الحاد و زندق کی اصل بنیاد ہے۔ پس جب حق تعالیٰ نے ایک بار تصریح فرمادی کہ "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں" تو شیعوہ ایمان یہ ہے کہ تمام جیلوں مہانوں کو چھوڑ کر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا ختم کرنے والا یقین کریں اور اسی پر ایمان لائیں۔ کیونکہ اسی عقیدہ کو سکھانے کے لیے تو یہ آیت آئی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ تقسیم و تقبیہ نہیں فرمائی تو ہمیں حق نہیں کہ زبغ و الحاد کے شبہات کی بناء پر آیت کے عموم اور اطلاق کو خیر باد کہ دیں، کیونکہ یہ نص کے مقابلہ میں قیاس کو پیش کرنا ہے اور قیاس سے نص کا مقابلہ و معارضہ سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا۔ پھر اجابح بلا فصل بھی اس عقیدہ پر منعقد ہے اور دورِ نبوت سے آج تک مسلسل یہی عقیدہ چلا آتا ہے، پس یہ عقیدہ ہمیشہ قطعی الثبوت رہا ہے اور یہ آیت اس کے اثبات میں قطعی الدلالت رہی ہے۔

۱۴۵ — اور جو کچھ یہ محد اور اس کے پیلے چائے اس عقیدہ حقه (ختم نبوت) کی مخالفت میں پیش کرتے ہیں وہ سب رسوا کی مغالطے ہیں، یہ لوگ بار بار مناظروں

میں بلا جواب اور ذلیل و رسوا ہوئے، مگر صد حیف کہ انہیں ہدایت نہ ہوئی، بلکہ اپنی انجمن سے مشاہرے لے کر ایمان کے بدلے کفر فریدتے رہے، ان کا طریقہ یہ ہے کہ حکمت و قطعیات کو شبہات و مشابہات کے ذریعہ مکر کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ ایمان سے خارج کر دیتے ہیں، کوئی دلیل عقلی یا سمعی ان کا منہ بند نہیں ہے، بلکہ ان کا کل سرمایہ بس لہذا شبہات ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض تم دیکھ سُن چکے ہو کہ زندگی سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ آیت ان تمام شبہات پر حاوی ہے اور پہلے ہی سے ان کا فیصلہ کر چکی ہے۔

۱۴۶۔ مثلاً وہ سورہ اعراف کی آیت: ^(۳۵) یٰبْنَی اٰدَمُ اِمَّا یَا تٰنِیْکُمْ رُّسُلٌ مِّنْکُمْ یَقْعَمُوْنَ عَلَیْکُمْ اَیَّامَیَ اللّٰہِ میں یہ سخن سازی کرتے ہیں کہ (یٰتٰنِیْنِ اِسْتَقْبَالِ کا معنی ہے اور) استقبال باعتبار زمانہ نزول کے ہے (گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس بہت سے رسول آئیں گے اس سے ثابت ہوا کہ) نبوت جاری ہے۔ حالانکہ (یہ آیت خود قادیانی دعویٰ کے خلاف ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آئندہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے واسطے سے مل کرے گی، نہ کہ مطلقاً جبکہ) اس آیت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کوئی قید نہیں، جو انھوں نے آیت ختم نبوت میں ایجاد کی تھی۔

علاوہ ازیں یہ شبہ غایت غیبات و الحاد سے پیدا ہوا ہے (تحقیق یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا (اور وہی بیان دور تک چلا گیا) اور درمیان میں کوئی کوئی جملہ لفظ قل کے ساتھ اُن امور کے بارے میں جو بعد میں وقوع پذیر ہونے والے تھے، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا، اور کسی ضمنی فائدہ کی جانب راہنمائی اور تنبیہ فرمائی تاکہ دوبارہ از سر نو سلسلہ سخن شروع کرنے کی ضرورت نہ ہو اور معاملہ دست بدست ملے ہو جائے اور چار بار یٰبْنَی اٰدَمُ کے عنوان سے خطاب فرمایا، یہ تمام کلام اعادۃ خطاب اول کے ساتھ اسی عہد سے متعلق ہے۔ (جو عالم اِرداع میں تمام ذریتِ آدم سے لیا گیا تھا) اور استقبال بھی اسی کے اعتبار سے

ہے، اس کے بعد حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت صالح (علیہم السلام) کا قصہ ذکر فرمایا (اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آیت میں استقبال زمانہ نبوی کے اعتبار سے نہیں بلکہ زمانہ عہد کے اعتبار سے ہے)

اس آیت کو جس میں بہت سے رسولوں کے آنے کی اطلاع دی گئی ہے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مابعد کے زمانہ سے متعلق کرنا حضرت حق جل مجدہ کے ساتھ معارضہ و مقابلہ ہے، کیونکہ اس نے ایک بار ختم نبوت کی نص قطعی نازل کر کے اپنی مراد کی تعلیم فرمادی ہے، سورہ بقرہ کی ابتداء میں بھی اسی آیت کے قریب ارشاد ہوا ہے: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَاَمَّا يٰۤاٰدِیْنَ فَاسْتَكْبَرُوْا مِنْۢ بَیِّنٰتٍ مِّنْۢ بَیِّنٰتٍ هٰدِیْۤا اِیْنَ سَوْرۃ لّٰہ میں بھی ۱۷

اسی طرح ذکر فرمایا، اور حضرت خاتم الانبیاء کے حق میں قیامت سے متصل ہونا ذکر فرمایا اور (آپ کے اور قیامت کے) درمیان میں کسی امت کو نہیں رکھا —

حضرت آدم اور ابتدائے آفرینش کے حق میں استقبال مناسب تھا، چنانچہ واقعہ بھی یہی تھا اور آیات کریمہ بھی اسی طرز پر وارد ہوئیں۔ پھر حق تعالیٰ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ زمانہ لاحق میں زمانہ سابق کے بارے میں خطاب فرمائیں، جبکہ حکم اس طرز کے مناسب ہو (بہر حال اس آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا قادیانی ذہنیت کا اعجاز ہے، ورنہ تیرہ صدیوں کی امت کے کسی شخص کا ذہن ان آیات میں (اجرائے نبوت کے) کسی دہم کی طرف نہیں گیا اور نہ ان آیات میں اس دہم کی کوئی ادنیٰ الجائش ہے۔ اس لمحہ کو تعلیم شیطان کی بنا پر جداگانہ نبوت کا دعویٰ کرنا تھا اس لیے شیطان پہلے اسے دعویٰ نبوت تلقین کیا اور) بعد ازاں یہ تمام اُناد سکھائے اور اس کے اذائب و آشباع، علم و عمل اور نیت و صیحو ہر چیز سے عاری ہیں، سوائے کفر و عناد، عداوت حق و اہل حق اور فساد کے۔

۱۴۶ — اور مثلاً یہ کہ آیت وَ اٰتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ میں اکاد کرتے ہیں کہ یہ آیت اس امت پر اتمام نعمت کا اعلان کرتی ہے اور سب سے بڑی نعمت نبوت ہے، جب

اس کو وہ نہ ملی تو نعمت پوری کیونکر ہوئی؟ حالانکہ آیت کی مراد واضح ہے کہ میں نے نعمت کا کوئی جز نہیں چھوڑا جو تم کو رعایت نہیں کر دیا۔ اور یہ منافی ہے اس بات کے کہ نعمت کا کوئی جز وہ جدید اچھی باقی ہو جو رعایت نہ کیا گیا ہو مگر جو نعمت عطا کی جا چکی اس کی بقا کے منافی نہیں۔ بخلاف آیت خاتم النبیین کے کہ وہ اشخاص انبیاء کے ختم ہونے کا اعلان کرتی ہے اور یہ کسی دوسرے شخص کی آمد کے منافی ہے۔ وہی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تا قیامت پوری انسانیت کے لیے نبی ہیں، اور آپ ہی کا دور نبوت باقی ہے۔ جس طرح آپ کی حیات طیبہ میں کوئی دوسرا نبی نہیں تھا (تھا تو میلہ کذاب تھا) اسی طرح آپ کے مابعد کے زمانہ میں بھی کوئی دوسرا نبی نہ ہوگا (اگر ہوگا تو میلہ کذاب کا بجائی ہوگا)

اور جب یہ کہا جائے کہ فلاں شخص پر ہم نے سلطنت کے تمام اجزاء پورے کر دیے تو یہ ایک مضمون جسکی مراد باطل واضح ہے اور جب کہا جائے کہ فلاں شخص کو ہم نے خاتم سلاطین بنا دیا تو یہ دوسرا مضمون ہے کہ وہ بھی بھائے خود واضح ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اجزاء شئی الگ چیز ہے اور عمر شئی ایک دوسری چیز ہے۔ اجزاء کے پورا کر دینے سے اس کی عمر پوری نہیں ہو جاتی، بلکہ اجزاء کے پورا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز ناقص نہیں رہی، اور ختم اشخاص کے ساتھ عمر ختم ہو گئی۔ اور وہ سلسلہ باقی نہ رہا۔ اور مالک کا پرواز نہ دے وہ کام ہی چھوڑ دیا اور جب کوئی شخص اپنا کام چھوڑ دے تو اس کے ساتھ معارفہ کیسا؟ اور اس کی مراد کی تحریف کیوں کی جائے؟ ۱۴۸۔ غرضیکہ ختم نبوت کو ایک بار سیکھ کر اسے دائمی اور پختہ عقیدہ بنا لینا چاہیے اور پھر اسے ہر قسم کی بحث و تمحیص سے بالاتر سمجھنا چاہیے۔ اس کے بعد جو چیز بھی ذخیرہ سمع و نقل سے سامنے آئے اس کی تفسیر و تشریح اسی کے موافق کرنی چاہیے، کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ مزدوریات دین میں سے ہے۔ یعنی ان امور میں سے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تبلیغ سے ہر خاص و عام تک

پہنچ چکے ہیں۔ اس قسم کے امور، دین کے اندر ایک طے شدہ مفہوم اور ایک ثابت شدہ حقیقت رکھتے ہیں کہ کسی کے ظن و تاویل پر ان کے مفہوم کا دار نہیں اور نہ ان میں تاویل اور قیاس آرائی کی گنجائش ہے (بخلاف ظنیات کے کہ ان میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے اور ہر مجتہد کے نزدیک جو مفہوم طے ہو وہی اس کے لیے واجب العمل ہوتا ہے) اور اگر دین کی ہر چیز (لوگوں کے ظن و تخمین اور تاویل پر) دائرہ رکھے تو دین کی کوئی حقیقت مقصد ہی باقی نہیں رہتی۔

اور کسی حکم کا فروریات دین میں سے ہونا نقل متواتر اور اشتہار و استفاضہ کے ساتھ ہوتا ہے (کہ صدر اول ہی سے وہ حکم مشہور و مستفیض اور متواتر نقل ہوتا رہا۔ جس کی وجہ سے وہ قطعی الثبوت ہو گیا) حکم خواہ کوئی ہو، خواہ فرض کا ہو، خواہ استحباب کا، خواہ اباحت کا۔

اور کبھی قطعیت، دلیل عقلی قائم ہونے سے بھی، جو دلیل نقلی کے مساعد ہو، پیدا ہو جاتی ہے، لیکن یہ لازمی نہیں ہے، بلکہ جب کوئی عقیدہ امت میں طبقہً بعد طبقہً متواتر رہا اور اہل حل و عقد کے درمیان اس عقیدہ میں کوئی اختلاف نہ رہا ہو، ہوا بلکہ سب کے یہاں متفق علیہ رہا، تو وہ قطعی ہے۔

اور تو اتر کبھی اسناد کے ساتھ ہوتا ہے۔ کبھی طبقہ و تواتر کے ساتھ، اور کبھی قدر مشترک کے ساتھ۔ یہ تمام تواتر کی قسمیں ہیں اور یہی متواترات "سبیل المؤمنین" ہے جو قرآن کریم نے آیت ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدٰی ویتمنع غیر سبیل المؤمنین فاولہ ما تولیٰ وفضلہ جہنم و ساءت مصیلاً۔

ترجمہ: "اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ چلے جائے تو ہم اس کو جو کچھ وہ کہتا ہے کرنے دیں گے۔ اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بڑی جگہ ہے جانے کی۔" ۱۵

۱۵۔ النساء: ۱۵۔ بیان القرآن از حکیم الامت تھانویؒ

۱۴۹۔ بعد ازاں معنی نہ رہے کہ اگر کوئی شخص کے کئی فلاں عمارت کو میں نے ختم کر دیا تو چونکہ اس نے یہ بات اپنی حالت کے مشاہدہ اور اپنے ارادہ کے پیش نظر کہی ہے، کیونکہ وہ مالک مختار ہے، پس اس کی مراد میں تحریف کرنا (اس کے مطلب کو بگاڑنا) صادق اور راست باز لوگوں کا کام نہیں، مگر کسی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص خاتم المحدثین ہے۔ اس نے آخر کس چیز کا مشاہدہ کر کے یہ بات کہی؟ کیونکہ نہ تو وہ علم غیب رکھتا ہے، اور نہ اسے حالات پر احاطہ حاصل ہے۔ لامحالہ یہ بات محض تخمینہ اور مجاز ذہن و مسامحہ کے طور پر ہوگی۔ بخلاف ملام الغیوب اور مالک الملک کے، (کہ اس کا ارشاد سراسر تحقیق اور خود اپنے فعل سے متعلق ہے) پس غور کیجئے کہ اس قسم کے تفاوت اور حالات کے مختلف ہونے سے بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے؟ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مراد لفظ کی تعیین اس بناء پر نہیں ہوتی کہ لفظ اسی معنی میں منحصر ہے، بلکہ حالات و اغراض کی بناء پر اور بغیر کسی اختلاف کے اس معنی میں کثرت استعمال و تکرار وغیرہ کے ساتھ بھی محاورات کے معنی متعین ہو جاتے ہیں، اور محاورات میں روزمرہ (ای امور سے سابقہ پیش آتا ہے، مگر ان لوگوں کو دباں) کیوں یہ تباہی پیش نہیں آتی، صرف نصوص ہی میں یہ آفت رونما کیوں ہوتی ہے؟ بہر حال توفیق خداوندی و درکار ہے۔ اور اگر اس قسم کے امور میں بھی کوئی شخص فہم رسا نہیں رکھتا اور دعویٰ ہمدوانی کے باد صفت کفر و ایمان میں تمیز نہیں کر پاتا تو اس سے ہاتھ اٹھالینا چاہیے، کیونکہ جیسا کہ حدیث میں ہے، یہ زمانہ، غایوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے غلط دعووں کا ہے۔

۱۵۰۔ ان مخدوں کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حق تعالیٰ قسم کھا کر بھی فرماتے کہ میری مراد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی بھی نہیں بھیجوں گا۔ (نہ تشریعی، نہ غیر تشریعی، نہ حقیقی، نہ نقلی یا ظنی) تو یہ کہیں گے کہ جی ہاں! لفظ تو یہی ہیں جو آپ نے فرمائے، لیکن آپ کی مراد یہ ہے کہ فلاں طریقہ سے آپ اس سلسلہ کو جاری

بی رکھیں گے۔“ اور اگر فرماتے کہ نہیں یہ بھی نہیں۔ تو یہ کہیں گے کہ جی ہاں بظاہر تو ایسا ہی ہے، لیکن آپ کے باطن میں یہ ہے۔“ بتاتی ہے ہر بات کی الٹ توجیہ کا سلسلہ کہیں جا کر رکنے کا ہے؛ اور جب مخاطب یہ فیصلہ کر چکا ہو کہ اسے ہر حال مکمل کی ہر بات کو الٹ معنی پر محمول کرنا ہے تو حق تعالیٰ کسی بھی حقیقت کے ادا کرنے سے (نعوذ باللہ) قاصر رہیں گے اور کسی مطلب و مقصد کا ادا کرنے کا راستہ ہی بند ہو جائے گا، انذریں صورت اگر کوئی شخص قرآن کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ آخری کتاب الہی ہے، اس کے بعد کوئی کتاب نہیں اور اس کی مراد آخرت حقیقی ہو مگر اس کے لحاظ میں اس مراد کے ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہو گا (کیوں کہ قادیانی علاحدہ اس میں بھی تاویل کا کوئی چکر چلا دیں گے) واللہ ولی التوفیق۔

۱۵۱۔ اور اب نبوت کو ختم اور سرِ بمر کرنے کی حکمت سمجھنا چاہیے، معلوم رہے کہ اس حقیقت (یعنی نبوت) کو مالک ملک اور صاحب اختیار نے آدم علیہ السلام کے عہد سے شروع کیا، جہاں سے بنو آدم کا آغاز ہوا ہے، اور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو خاتمہ دنیا پر تشریف لاتے ہیں، پورا فرما دیا، اور دین کے کامل اور نبوت کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس ختم سے مقصود، جیسا کہ ابن کثیرؒ اس حقیقت کو پہنچے ہیں۔ یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی محمد و زبیری اور دجال و کذاب درمیان میں نہ گئے، یا سرِ بمر خزانہ میں سے کوئی چیز نہ اٹھائے، جب تک اُمت اس عقیدہ پر قائم رہے گی، رحمت الہی کے زیر سایہ رہے گی اور جب انحراف کرے گی تو یہ امر موجب تفریق ہو گا اور اس سلسلہ میں تشریعی و غیر تشریعی کا کوئی فرق نہیں بلکہ بلا اشتناء ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے) اس لیے کہ جب (نئے نبی کے آنے سے) ایمان میں اضافہ ہو سکتا ہے کہ نئے نبی پر ایمان لانا دین کا ایک نیاز کن بن جاتے، تو (شریعت جدیدہ کے ذریعہ) اعمال میں اضافہ کیا و شواہد؟ پس (اُمت محمدیہ میں) اگر کوئی مغیراتیں اور منکروں کی تکفیر کریں تو (ظاہر ہے کہ اُمت میں افتراق پیدا ہو گا، اور) یہ اختلاف اختلافِ رحمت نہیں، بلکہ اس میں اُمت

مرحوم کے اتحاد کی بیخ کنی، ان کی خیر و برکت کا ابطال، صلاح و فلاح اور کامیابی کا خاتمہ ایک دوسرے کی تکفیر کا فتح باب، اتفاق و اتحاد کا ستر باب اور مقصد الہی کا۔ کراپٹ کے بعد کوئی وصال درمیان میں نہ گئے۔ معارضہ و مناقضہ ہے (ترجمہ شعر) ”میں اس حالت میں سفر کرتا ہوں کہ میں نے اپنے دل پر تیری محبت کی مہر لگا دی ہے تاکہ کوئی دوسرا اس میں نہ سمائے“ اور اسی سبب سے ختم کا اعلان فرمایا، تاکہ وہ جل و زندہ کی رگ کٹ جائے، یہ اُمت ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر ایمان کو پارہ پارہ نہ کرے، فتنہ و فساد لڑائی و لنگا، خونریزی و غارت گری اور شقاق و شقاق میں نہ پڑے، اور فساد فی الارض اور فتنہ طویل و عریض کا موجب نہ ہو۔

۱۵۶۔ پس اس حکمت کا اس شقی کے دوسرے سے کہ ”نبوت نبی ساز ہونی چاہیے“ موازنہ کرو، اور پھر انصاف کرو کہ اُمتِ مرحوم کے حق میں (رحمت) قادیان کی جہلی نبوت ہے یا کہ در حقیقت یہ اعلان ختم نبوت رحمت تھا، جس کو اتحاد و عبادت کی وجہ سے یہ نہیں سمجھا، کیونکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان رکھنے کے باوجود اس نبوتِ جدیدہ کے منکر دل کی تکفیر کرنا ان کے حق میں رحمت کی نفی کرنا ہے (قادیانی نظریہ) ”اجرائے نبوت رحمت ہے“ کے مطابق چودہ صدیوں میں صرف ایک مرزا غلام احمد قادیانی موردِ رحمت بنا، جب کہ اس فردِ واحد کے موردِ رحمت بننے سے اُمت کے کروڑوں افراد جو قادیانی نبوت کے منکر ہیں، موردِ لعنت ٹھہرے پس ایک طرف ان اشقیاء کو رکھو جن کو اس نے نام نہاد نبی بنایا ہے (اور وہ صرف مرزا کی ذات ہے) اور دوسری طرف جاہل اُمت کی تعداد کو رکھو اور پھر دیکھو کہ کیا موازنہ ہے (ایا اجرائے نبوت قادیانی نظریہ سے اُمتِ مرحوم کے حق میں رحمت کا پتہ جاری ہوا یا لعنت کا؟) اُمت کے حق میں جس چیز کو رحمت کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ پوری اُمت کا ایک ہی دین و ایمان ہو، ایک ہی کتاب و نبی ہو، ایک ہی دستورِ ہدایت، ایک ہی اُمت ہو، ایک ہی سبیل الٰہی ہو، اور وہ سب ایک ہی راستے پر چلیں۔ اور یہ بات سابقین کے حق میں منقذہ تھی۔ ابن کثیرؒ اسی مضمون کو بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف میں سے ہے کہ آپ کو خاتم النبیین بنایا۔ اور آپ کو تمام مخلوق کی جانب مبعوث کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر نبوت ختم ہو جانے کو ابن کثیر شریف نبوی قرار دیتے ہیں اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہ امر بالکل واضح اور بدیہی ہے، اور ان مخدولوں کی شکاذمانی بدبیات میں شک اندازی ہے۔ بطرانی نے ابوالکلام اشعری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ: ”یہ دین نبوت و رحمت کی شکل میں شروع ہوا، اور خلافت و رحمت ہونے والا ہے۔“

درحقیقت، رحمت میں خیر عام مقصود ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں معدودے چند افراد کی تکمیل کوئی وزن نہیں رکھتی (اور قادیانیوں کے نظریہ اجرائے رحمت سے تو معدودے چند افراد بھی مستفید نہ ہو سکے، بلکہ صرف فرد واحد کے لیے یہ نظریہ ایجاد کیا گیا، کیونکہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غلام احمد کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا، اور غلام احمد کے بعد بھی قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا، گویا خاتم النبیین مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ الغرض قادیانی جو نعرہ زور شور سے لگاتے ہیں کہ ”امت محمدیہ میں نبوت کا جاری ہونا رحمت ہے“ اس کی حقیقت صرف یہ نکلی کہ فرد واحد یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مورد رحمت ہوا اور کروڑوں کی تعداد میں امت کا فرد مورد لعنت ٹھہری۔ اب انصاف فرمائیے کہ ایک فرد کی خاطر کروڑوں افراد امت کو کافرانہ خارج از ایمان ٹھہرانا کیا امت کے حق میں رحمت ہے؟ جب بات موازنہ رحمت پر پہنچی (کہ آیا اسلامی عقیدہ ختم نبوت موجب رحمت ہے یا قادیانی عقیدہ اجرائے نبوت ہے) تو اس نکتہ کا خوب وزن کر لینا چاہیے۔

۱۵۳۔۔۔ باقی رہا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا پس وہ کوئی امر زائد نہیں (جس پر نئے سرے سے ایمان لانا فرض ہو) بلکہ وہ پہلے ہی سے ایمانیات میں شامل ہے۔ لہذا ان کی تشریف آوری سے ایمانیات میں اضافہ ہوا (جبکہ مرزا کے دعویٰ سے ایمان میں ایک نئی نبوت کا اضافہ ہوا، اور

اس نبی نبوت کے نہ ماننے والے کا فرٹھرے) اور مقصود بالذات عام ہدایت اور عام انسانوں کی تربیت ہے، رسولوں کی بعثت (اسی غرض کے واسطے ہے، گویا وہ) بالواسطہ مقصود ہے۔ اور معلوم ہے کہ جس وقت مختلف جہانوں کے کشتی اور مصالح کے درمیان تعارض ہو کہ ایک جانب کی مصلحت کا تقاضا کچھ ہے، اور دوسری جانب کی مصلحت کا تقاضا اس کے برعکس ہے تو اس وقت ان تمام امور میں سے خوب سے خوب تر اور مناسب سے مناسب ترین کو لیا جاتا ہے۔ (اس اصول تجاوز کے پیش نظر دیکھنا ہو گا کہ امت مرحومہ کے حق میں عقیدہ ختم نبوت کی برکت سے اول سے آخر تک پوری امت کا ملت واحد، دین واحد اور نبی واحد پر متفق و متحد ہونا ارفق و انسب ہے یا غلام احمد قادیانی کی نبوت سے کرداروں اربوں افراد امت کا کفر بن جانا زیادہ بہتر و موزون ہے۔)

۱۵۴۔ آیات قرآن حکیم کی بنا پر، کلمات تنزیل کا مطلع نظر اور ان سب کا محیط فائدہ اور مستطیر اشارہ یہی ہے کہ قرآن کے بعد ایسی کوئی کتاب کوئی وحی اور کوئی خطاب موجود نہیں جس پر کہ ایمان لانا باقی اور واجب ہو، جو وحی کہ انبیاء کرام سے منحصر ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں رکھی بلکہ بطور مفہوم مخالف کے، جو ولایت کی ایک قسم ہے، اس کی نفی فرماتی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ لَهُ
لِكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ
وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ ۖ

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ
أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ لَه

كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ان تمام آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کی وحی کا ذکر ہے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے مگر آپ کے بعد کی وحی کا کہیں ذکر نہیں، نہ اس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا، حالانکہ اگر آپ کے بعد بھی وحی نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو اس کا ذکر بدرجہ اولیٰ ہونا چاہیے تھا تا کہ امت گمراہ نہ ہوتی۔

اور (ختم نبوت پر) استدلال کی یہ نوع (شیخ ابن عربیؒ نے) فتوحات میں ذکر فرمائی ہے جن پر یہ قادیانی ملاحدہ افترا کرتے ہیں کہ وہ (حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی) بقاء نبوت کے قائل تھے، شیخ نے ہاسٹ کے سوالؒ کے وصل میں تصریح کی ہے کہ نبوت سے ان کی مراد شرعی اصطلاح نہیں بلکہ معنی لغوی ہے۔

۱۵۵۔۔۔ پھر معلوم رہے کہ یہ غیر تشریحی نبوت، جو (شیخؒ کی اصطلاح میں) فیوض کلمات اہد ولایت و ہدشات سے عبارت ہے۔ وہ شیخؒ کے نزدیک نبوت کی کوئی قسم نہیں، بلکہ اس کا ایک جز ہے۔ اسی طرح تشریحی نبوت بھی (ان کے نزدیک نبوت کا) ایک جز ہے۔ (لہذا فرداً فرداً ان میں سے کسی پر نبوت شرعیہ صادق نہیں آتی، کیونکہ جب تک تمام اجزاء جمع نہ ہوں کل صادق نہیں آیا کرتا۔ یہ قسم کل کی مانند نہیں جو اپنی اقسام پر صادق آتا ہے۔ جیسا کہ ان لمحمدؐ نے سمجھا ہے اور شیخؒ نے خود بھی ہاس کی تصریحات فرمائی ہیں۔ حاصل یہ کہ شیخؒ کے نزدیک نبوت کا ایک جز باقی ہے، جو کل کا مصداق نہیں ہوتا۔ نبوت کی کوئی جزئی یا اس کی کوئی قسم باقی نہیں (جس پر نبوت صادق آئے)

۱۵۶۔۔۔ آیات (ختم نبوت) کی ایک اور قسم وہ آیات ہیں جن میں اول سے آخر تک اس امت کی وحدت کو ملحوظ رکھ کر اسے امت واحدہ فرمایا، مثلاً مندرجہ ذیل آیات۔

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الْآيَةُ ۝

لہ النساء: ۶۰۔۔۔ آل عمران: ۱۱۰۔۔۔

(۲) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ

(۳) كَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ
۱۵۶۔۔۔ اور دلائل ختم نبوت کی ایک اور قسم وہ ہے جو مندرجہ ذیل نوعیت کی آیات
میں ہے:

(۱) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا (النساء: ۲۵)

(۲) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا (الحج: ۵۲)

(۳) وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (الفرقان: ۲۰)

(جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل رسول بھیجے کا ذکر ہے بعد میں
نہیں) اور بطور رد و عکس کے (اس قسم کی آیات بھی دلیل ختم نبوت ہیں جن میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی پیروی کرنے اور اس کے غیر کی پیروی نہ کرنے کا حکم
فرمایا ہے۔ مثلاً) اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ
دُونِهِ أَوْيَاءَ (الاعراف: ۳)

۱۵۸۔۔۔ اور معلوم ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت مقدر ہوتی اور اس
کے انکار پر کفر کا فتویٰ جاری ہوتا تو یقیناً خدا تعالیٰ کی جانب سے موکد وصیت ہوتی
کہ دیکھو! بعد میں بھی انبیاء آئیں گے، ایسا نہ ہو کہ اس وقت (ان پر ایمان نہ لانے کی
وجہ سے) ہلاک ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ انبیاء گذشتہ کے ذکر سے زیادہ اہم بعد
میں آنے والا انبیاء کا تذکرہ تھا، کیونکہ سابقین پر ظاہر بھی ایمان کافی ہے۔ خواہ ان
کی تعداد کچھ ہی ہو، مگر بعد میں آنے والوں سے تو اس اُمت کو معاملہ ایمان درپیش تھا
(کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم انبیاء سابقین کا تذکرہ تو بار بار کرتا ہے، لیکن بعد
میں آنے والے کسی نبی کی طرف ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ تک نہیں کرتا۔ چلیے یہ بھی
نہ سہی) اس سے کم کیا ہوگا کہ (رسولوں پر ایمان لانے کے سلسلہ میں) من قبل کی قید
بھی کو حذف کر دیا جاتا (کیونکہ اگر بعد میں بھی رسولوں کی آمد باقی تھی تو ظاہر ہے) کہ یہ

قید ہے موقع اور موجب مغالطہ تھی۔

اس نوع کی آیات جن میں ”من قبل“ کی قید لگا کر بعد میں آنے والے رسولوں کی نفی کر دی گئی ہے، کافی سے زیادہ ہیں۔ اجمالاً مفتاح کنوز القرآن میں دیکھ لی جاتیں کہ ان میں ایک آیت اس مغالطہ کے مقابلہ میں، جو ان ملاحظہ نے آیت فَاُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ اَلَيْهِ (النساء: ۶۹) میں تراشا ہے، کافی ہے، اور باقی تعداد اہل حق اور اہل ایمان کے لیے فاضل رہ جاتی ہے، واللہ المستعان۔

۱۵۹۔۔۔ پس ایک طرف اس قدر آیات بینات، جو عقیدہ ختم نبوت پر مبنی اور اس مقصد کی خبر دیتی ہیں اور ناظرین نے جن کی تعداد ایک قصد تک پہنچا دہا ہے، نازل کرنا اور دوسری طرف زمانہ مابعد کی جانب کوئی اشارہ و انتفات نہ کرنا مثلاً خداوندی اور مطر نظر الہی کا پتہ دینا ہے کہ زمانہ مابعد میں کسی قسم کی کوئی نبوت باقی نہیں ہے، زمانہ مابعد کی نبوت اور ”وحی نبوت“ کا قرآن میں (کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا بلکہ وہ یکسر) گم اور ناپید ہے، ورنہ اگر نبوت کی کوئی قسم باقی ہوتی تو ناممکن تھا کہ قرآن نہ صرف اسے چھوڑ جاتا، بلکہ ہر جگہ ”من قبل“ کی قید لگا کر اس کی نفی کرتا جاتا، کیونکہ یہ طریق بندوں کی ہدایت و رہنمائی کا طریق نہیں ہے۔ (ترجمہ شعر) ”اور میں نے لوگوں کے تمام عیوب میں اس سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آدمی قدرت کے باوجود اوہدہری بات کہے۔“

۱۶۰۔۔۔ اور اسی طرح ذخیرۂ احادیث میں جو دو قصد احادیث ختم نبوت کے موضوع میں وارد ہیں اور جو (اس قدر مشہور اور متواتر ہیں کہ صدر اسلام سے لے آج تک) برسر منبر علی رؤس الاشهاد تمام لوگوں کو سنائی جاتی رہی ہیں ان میں بھی کسی قسم کی نبوت کے جاری رہنے کی طرف اشارہ نہیں۔ ان میں بعض احادیث میں تو ملی الاطلاق انقطاع نبوت کا اعلان کیا گیا ہے (مثلاً اِنَّ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي)

لَا اَنْبِيَاۡ بَعْدِي وَ اِنَّمَا الْاَنْبِيَاۡ مِنْ قَبْلِكَ، والی آیات کی تعداد (۲۲) لکھی ہے۔

۱۔ اس کے لیے حضرت اقدس مفتی محمد شفیع مہتمم دارالعلوم کراچی کا رسالہ ختم نبوت فی القرآن قابل دید ہے۔ مترجم

اور بعض علیٰ مخصوص غیر تشریعی نبوت کے انقطاع میں وارد ہیں، مثلاً بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”بنو اسرائیل کی سیاست و قیادت انبیاء علیہم السلام کے سپرد تھی، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا اور میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بن حلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ عرش کیا گیا۔ پس آپؐ ہمیں کیا حکم فرماتے؟ فرمایا : جس سے پہلے بیت ہو جائے پس اس کی بیعت کر پورا کر دو، ان کا حق ادا کر دو، (اپنا حق ان سے نہ مانگو) کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی ماتحت رعیت کے بارے میں ان سے خود ہی باز پرس کرے گا“ (مشکوٰۃ ص ۳۶۰)

(یہ حدیث دو دو جہ سے غیر تشریعی نبوت کے انقطاع کی دلیل ہے، اول یہ کہ یہ انبیاء بنی اسرائیل، جو بنی اسرائیل کی سیاست و قیادت کرتے تھے، شریعتِ تورات پر عامل تھے، کوئی دوسری شریعت نہیں رکھتے تھے دگوا غیر تشریعی نبی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اب میرے بعد اس قسم کے انبیاء بھی نہیں ہوں گے، اس سے ہر ادنیٰ فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس حدیث میں غیر تشریعی نبوت کے انقطاع کو بیان فرمایا گیا ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث میں اس چیز کو بھی ذکر فرمایا جو نبوت کے بدل میں باقی رہنے والی تھی، اور وہ ہے خلافت، نہ کہ کسی قسم کی نبوت۔) اب اگر کسی قسم کی نبوت اس امت میں جاری ہوتی تو لامحالہ اس کا ذکر فرطنے) ۱۶۱۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ نبوت بھی استخلاف ہے، اسی بنا پر عہدوں میں نبوت نہیں رکھی گئی، نبوت انبیاء کرام کی تکمیل ذات کے لیے نہیں ہوتی، کیونکہ یہ تکمیل نبوت کا ایک جز ہے جو اس کے تحت مندرج، اور ساری و متعدی ہے، پس جو کمالات کہ بطور تبیین متعدی رکھے گئے ہیں وہ اب بھی متعدی ہیں اور پہلے بھی متعدی تھے۔ بخلاف استخلاف، اختصاص اور تشریف کے، کہ یہ عطیہ خداوندی پر منحصر ہیں۔ اس

۱۶۴۔ اور حدیث شفاعت (میں آتا ہے کہ تمام انبیاء کرام شفاعت کبریٰ سے گریز فرمائیں گے اور بالآخر یہ منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آٹھرے گا، شفاعت کے اس مفصل واقعہ سے اور تمام انبیاء کرام کے (شفاعت کبریٰ کے منصب کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کرنے سے) ایک اہم ترین نکتہ معلوم ہوا (وہ یہ) کہ جو شخصیت کو منتہائے کمال ہو اس کا باعتبار زمانہ کے بھی سب سے مؤخر ہونا سنت الہیہ میں اس کے منتہائے کمال ہونے کی علامت ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت و آخریت میں یہی امر ملحوظ ہے (یہی وجہ ہے) کہ جستہ جستہ (اہم ترین) واقعات کے ضمن میں آپ ہی کی ذات گرامی پر معاملہ کا توقف ظہور پذیر ہوتا رہا۔ یوں آپ کی خاتمیت زمانی ایک اور حقیقت کو ادا کرنے کے لیے ایک صورت اور پیرایہ بن گئی اور وہ تھا آپ کا کمالات میں انتہاء کے آخری مرتبہ پر فائز ہونا۔ اور یہی صورت بیتہ الاسراء کی نماز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں ظہور پذیر ہوئی (کہ تمام انبیاء کرام) (غالباً اپنی بعثت کی ترتیب سے) بیت المقدس میں جمع ہوتے رہے اور سب سے آخر میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف ارزانی ہوئی، اور انبیاء علیہم السلام کی مقدس محفل میں امامت کبریٰ کے لیے جبریل امین نے ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے کر دیا جس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ پہلے آنے والے تمام حضرات، سب سے بعد آنے والی شخصیت کے منتظر اور چشم براہ تھے، جس طرح کہ تمام حاضرین جلسہ، مکان خصوصی کے منتظر ہوا کرتے ہیں۔ دوسرے انبیاء کرام کی امامت کبریٰ سب سے آخر میں آنے والے پر موقوف تھی۔ جب تک خاتم الانبیاء کا درود مسعود نہیں ہوا نماز شروع نہ ہو سکی تیسرے جب سب کے بعد آیا تھا وہی سب کے آگے کیا گیا۔ یہ گویا نحن الآخر ونا السابقون کا عملی ظہور تھا۔ ان تمام وجوہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی آخریت و خاتمیت زمانی دراصل آپ کے علو مرتبت اور سیادت و برتری کا ایک حسین ترین مظہر ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۶۵۔ پس نبوت کوئی تولیدی محکمہ نہیں، جیسا کہ یہ مُحمد (قادیانی) بانکتا ہے (کہ خاتم الانبیاء کی مہر سے نبی پیدا ہوا کرتے ہیں) بلکہ یہ منصب نبوت، رب العزت کی جانب سے استخلاف (خلیفہ سازی) اور ولی عہدی (نامزدگی) ہے۔ عقد بیعت اور اخذ بیعت میں خاتم الخلفاء پر مقصد کا اتمام ہوتا ہے اور تولید میں استخلاف۔ جو عظیم تر منصب اور اعلیٰ شرف ہے۔ معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ استخلاف میں اہل حل و عقد اور سابقین کی حاضری ہوا کرتی ہے، جبکہ تولید باعتبار مؤخر کے ہوتی ہے۔ اور استخلاف کا حق یہ ہے کہ خلیفہ نامزد کرنے والا یہ کہے کہ ”میں نے فلاں شخص کو ان پر خلیفہ مقرر کر دیا“ اور یہی امر استخلاف، آیت کریمہ: **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ** (آل عمران: ۸۱) میں ظاہر ہوا، جو سلسلہ نبوت کو بنی اسرائیل سے بنی اسمعیل کی جانب منتقل کرنے میں کام آیا۔

۱۶۶۔ اور (آیت کریمہ: **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ** میں جس نبی کیلئے عہد لینے کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ ”النَّبِيِّينَ“ سے انبیاء بنی اسرائیل مراد ہیں اور آنے والے نبی کو ان سب کا ”مصدق“ فرمایا گیا، اور جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا) وہ مصدق باہر سے آیا نہ کہ ان کے درمیان (اور ظاہر ہے کہ ایسا رسول صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو بنو اسرائیل سے نہیں بلکہ ان کے باہر سے یعنی بنو اسمعیل سے ہیں) اور یہی قرأت کی تصریح ہے کہ:

”فابی“	مقرنخ	متخینخ	کاموخ	یاقیم
ترجمہ:	ایک نبی	تیرے قرب سے	تیرے بجائوں سے	تیری مانند
	لخ	الوہخ	الاد	تشماعون
	تیرے لیے	تیرا خدا	اس کی طرف	تم سُنو گے۔

اور اسکندرانی، جو علمائے یہود میں تھے بعد ازاں مشرف باسلام ہوئے، انھوں نے بشارات کتب مقدسہ میں بنی یسہاعیل کا لفظ نقل کیا ہے جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام کی صاف تصریح ہے۔

اور اگرچہ (مصدقی کا لفظ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کے حق میں) بھی آیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے: مُصَدِّقَاتِنَا بَيْنَ يَدَيِ مِنَ التَّوْرَةِ (آل عمران: ۵۰) لیکن زیر بحث آیت میں (وہ آلے والے رسول کا مصداق نہیں ہو سکتے، کیونکہ اول تودہ خود اسرائیل ہیں، نہ کہ باہر سے آنے والے، دوسرے، حق قلعے اس آیت میں) تمام نبیوں کو ایک طرف رکھ کر اس ”آنے والے رسول“ کو لاتے ہیں، اور اسے کسی مخصوص کتاب کا نہیں بلکہ تمام ما بعہم کا مصدق قرار دیتے ہیں اور یہ وصف صرف، خاتم الانبیاء پر صادق آتا ہے، چنانچہ سورہ بقرہ (آیت: ۸۹) میں فرمایا: وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ (ترجمہ: اور جب آئی ان کے پاس ایسی کتاب اللہ کی جانب سے جو تصدیق کرنے والی ہے ان تمام کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں) اور اسی سورہ کی آیت: اِذْ يَرْثِي رَبِّي رَحْمَةً ۖ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ (ترجمہ: اور جب آیا ان کے پاس وہ رسول، اللہ کی طرف سے جو تصدیق کرنے والا ہے ان تمام کتابوں کی جو ان کے پاس (پہلے سے نازل شدہ) ہیں۔ اور یہ عنوان (مُصَدِّقَاتِنَا مَعَهُمْ) دعوت میں زیادہ مؤثر ہے بہ نسبت (سورہ بقرہ کی آیت ۹۰ میں اختیار کردہ عنوان) نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقَاتِنَا بَيْنَ يَدَيْهِ کے۔ کیونکہ مرقعہ الذکرا میں کتاب کا حال مذکور ہے، ان لوگوں سے اسے زیادہ تعلق نہیں، اسی طرح کا عنوان سورہ انعام (آیت: ۹۲) میں اختیار فرمایا، تاہم یہ عنوان بھی بلفظ عام ہے۔ اور سورہ بقرہ (آیت: ۱۳۱) میں ہے: وَ اٰمَنُوْا بِمَا اَنْزَلَتْ مُصَدِّقَاتِیْكَ مَعَكَ۔ (اور آیت: ۹۱ میں ہے) وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقَاتِنَا مَعَهُمْ اور سورہ نساء (آیت: ۴۷) میں ہے: اٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقَاتِنَا مَعَكَ یہ تمام آیتیں ”ما مع“ کے عنوان سے ہیں اور سورہ مائدہ (آیت: ۴۸) میں ہے: مُصَدِّقَاتِنَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ۔ یہاں ”الکتاب“ سے عام کتب سابقہ مراد ہیں۔ اور (اس کے برعکس) عیسیٰ السلام کے حق میں سورہ مائدہ (آیت: ۴۶)

سورہ صفت (آیت : ۶) اور سورہ آل عمران (آیت : ۵۰) میں (مصدق کا لفظ) من التوراة کی قید کے ساتھ آیا ہے نہ کہ من الکتاب کی قید کے ساتھ۔ (غلام) یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرأت کے مصدق تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام کتب سابقہ کے مصدق ہیں، اس لیے آیت ”يثاق النبيين“ میں جس رسول مصدق کا ذکر ہے اس سے حضرت خاتم الانبياء صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں) پھر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء سابقین کے لیے مصدق ہونا کسی جگہ تو ’نامع‘ کے عنوان (سے ذکر فرمایا) اور (کہیں) ما بین ید یدہ من الکتاب کے عنوان (سے)۔ اور جیسا کہ ابھی اوپر گزر چکا ہے کہ ان دونوں عنوانوں کے درمیان بھی (ایک دقیق و لطیف) فرق ہے، جسے ملحوظ رکھا گیا۔

۳۴۴۔۔۔ محل میں جمع ہونے والوں کی مذکورہ بالا مثال میں، جب کوئی شخص اندر بیٹھ کر کسی ضرورت کے لیے باہر نکل آئے اور رفع ضرورت کے بعد پھر واپس آجاتے ہیں اگر دوبارہ آنے کی حرکات کا شمار کریں تو کم کتے ہیں کہ آخری آمد، اس شخص کی آمد ہے، مگر چونکہ یہ آمد مقاصد میں لائق اعتبار نہیں، اس لیے محافل و مجالس میں پہلی آمد ہی کا اعتبار کرتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں کہ سب سے آخر میں فلاں شخص آیا تھا، اس شخص کو (جو مجلس سے اٹھ کر کسی ضرورت کے لیے باہر گیا تھا اور پھر واپس آگیا) آخر میں آنے والا نہیں کہتے ہیں۔ اور جب یوں کہیں کہ فلاں خاتم النبیین ہے تو یہ باعتبار پیدائش اور بعدیت اشخاص کے ہے، جیسا کہ اس کا اجمالی بیان پہلے گزر چکا ہے اور اس میں شک اندازی کرنا بدیہیات میں تشکیک ہے جو لائق التفات نہیں اور جب بات اشخاص پر پہنچی۔ اور ان کا تعدد ہر ایک کی شکل و صورت اور چہرہ مہرہ کے اعتبار سے ہے، نہ کہ استقلال و اتباع ایسے ذہنی و معنوی امور کے اعتبار سے، جو تمایز وجوہ میں لغو ہے۔ تو یقیناً کسی نے شخص کا آنا آیت خاتم النبیین کے منافی ہے، کیونکہ وہ ایک الگ شخص

ہے اور چہرہ مُرہ اور قالب الگ رکھتا ہے، اور اسی (تغایر اشخاص) کے اعتبار آیت ختم نبوت آتی ہے، اور اس مراد میں تحریف کرنا زندہ و الحاد ہے۔ البتہ پہلوں میں سے کسی شخص کا جس سے مراد حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام ہیں، دوبارہ لانا (آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ کسی نئے شخص کو نہیں لایا گیا، بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے) ایک شخص کا دوبارہ لانا ہوا، کیونکہ یہ تو وہی پہلا شخص ہے اور اس کا دوبارہ لانا (ختم نبوت کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ) اس امر کی علامت ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ انبیاء کا کوئی نیا فرد باقی نہیں رہا، اس لیے تکرار و اعادہ کی ضرورت لاحق ہوتی۔ خاتم کی خاتمت اس امر کو مقتضی نہیں کہ پہلے کے سب لوگ مر کر فنا ہو گئے، جیسا کہ آخر المہاجرین اور آخر الاولاد کا لفظ پہلوں کی فنا کو مستلزم نہیں۔

۱۶۸۔ پس ان امور میں شک اندازی کرنا دراصل بدیہی امور میں شک اندازی ہے اس طرح کے شبہات ڈال ڈال کر شیطان رجیم احمقوں اور بے ایمانوں کا مذاق اڑاتا ہے۔ الاصحاب میں لکھا ہے کہ: ”لا نبی بعدی“ کی نفی کو اس معنی پر محمول کرنا واجب ہے کہ آئندہ کسی شخص کے حق میں نبوت جدیدہ کا انشاء نہیں ہوگا، اس سے کسی ایسے نبی کے موجود ہونے کی نفی نہیں ہوتی جو آپ سے قبل منصب نبوت سے سرفراز کیا جا چکا ہو۔ واللہ یختص برحمۃ من یشاء

۱۶۹۔ بعد ازیں معلوم رہے کہ علماء کلام کو ”فضیلت“ کی تفسیر میں بحث ہے، اکثر علماء اس کو کثرتِ ثواب کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور شاید ابن حزمؒ نے کچھ اور ہی سمجھ لیا کہ انھوں نے یہ مسئلہ نقل کر کے کثرتِ ارجح مطہرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت کے ایک ہی مکان میں ہونے کی۔ اس پر ایک ایسی تفریح مٹھائی ہے جسے جمہور علماء تسلیم نہیں کرتے۔ دراصل مکان و منزل میں اشتراک اور چیز ہے، اور منزلت و مکان میں اشتراک امر سے دیگر ہے۔ چونکہ یہ حقیقت فی نفسہا موجود بھی ہے اور مقصود بھی، اس لیے اس کو لغو قرار دینا اور اس کے لفظ کو اس کی نوعیت سے خالی

کر دینا یقیناً تحریف ہے۔

اسی طرح صراط النذین انعمت علیہم (میں جس انعام کا ذکر ہے وہ) ایک مستقل حقیقت ہے، جو حصول ثبوت کو نہیں چاہتی (ورنہ اگر یہ انعام حصول ثبوت کو مستلزم ہو تو دو باتوں میں سے ایک لازم آئے گی یا یہ کہ انبیاء کے سوا کوئی شخص منعم علیہ نہیں، یہ نصی قرآن سے باطل ہے یا یہ کہ جس قدر منعم علیہ ہوتے وہ سب نبی تھے، اور یہ بھی بالبداهت باطل ہے) اور اس کو اپنے موضوع سے نکالنا (اور اس سے حصول ثبوت پر استدلال کرنا) ایک موجود اور اٹل حقیقت کو مٹانا ہے۔ ظاہر ہے کہ بلا دلیل ایسا کرنا الحاد کی ایک قسم ہے۔

اسی طرح رفع و نزول کے الفاظ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن و حدیث میں وارد ہیں، وہ صنعت طباق کی بناء پر مکشوف المراد ہیں (یہی وجہ ہے کہ تمام کی تمام امت اسلامیہ نے قرآن کریم کے لفظ و رفعک الی اور بل منفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمانی سمجھا ہے، اور رفع کے مقابلہ میں احادیث متواتر میں نزول رجوع اور ہبوط کے الفاظ وارد ہیں، بیشتر لفظ نزول استعمال ہوا ہے، جس کے معنی تمام امت تہ آسمان سے اترنے کے سمجھے ہیں اور رفع و نزول کے مفہوم میں امت کے کسی ایک لائق اعتبار فرد کو بھی اختلاف نہیں ہوا، ایسے قطعی المراد اور واضح المعنی الفاظ کو ان کے موضوع اور ان کی نوعیت سے خالی کرنا (اور یہ کہنا کہ رفع سے مراد رفع درجات ہے اور نزول سے مسیح علیہ السلام کے کسی ثقیل کا پیدا ہونا مراد ہے، یہ خدا و رسول کے مشام کی عین ضد اور اجماع امت کے قطعی مخالف ہے، جو بدترین الحاد ہے۔

۱۰۔ اگر بادشاہ کی دعوت کریں تو حشم و خدم اور نوکر چاکر بھی (خدمت کے لیے) اسی منزل و مکان میں رہیں گے۔ لیکن عزت و دجاہت اور منزلت و کمالات میں وہ شریک نہیں، پس ضیافت اور رہائش گاہ میں شریک ہونا بھی ایک حقیقت ہے، جو (بادشاہ کے طفیل و دسروں تک بھی) ساری و متعدی ہے۔ لیکن دجاہت

و منزلت میں شرکت نہیں، نہ یہ ساری و متعدی ہے۔

اور معیت کے بھی بے شمار مراتب ہیں۔ آیت کریمہ ۱۰ فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ
 اَنعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۚ فِیْ حُسْنِ مَّیْمَتٍ کا ذکر ہے اس سے یہی معیت متعدی
 مراد ہے، اور وہ بھی مراتب کثیرہ رکھتی ہوگی۔ وجاہت مختصہ میں معیت مراد نہیں۔
 اور کسی کو کسی کے ساتھ رکھنا اور اس کے متعلقین میں سے شمار کرنا ایک
 وسیع و عریض میدان رکھتا ہے، وہ اختصاصات خاصہ کیا سمجھ بھی ہو سکتا ہے پس
 جیسا کہ مثال مذکور میں بادشاہ کا امتیاز ختم و خدم کی معیت کے باوجود محفوظ ہے
 اسی طرح فیوض نبوت کے حال کو، جو متعدی ہیں اور اصل نبوت کو جو متعدی نہیں
 سمجھ لینا چاہیے۔

تولید نبوت (بایں معنی کہ ایک نبی اپنے فیضان نبوت سے دوسرے کو نبی
 بنا دے) سابقین میں بھی نہیں تھی، بلکہ حق تعالیٰ کی جانب سے متعدد انبیاء کرام کو مبعوث
 کیا جاتا تھا، کبھی وہ زمانے پر مقسم ہوتے تھے، کبھی اقوام پر، اور کبھی ایک ہی زمانہ
 اور ایک ہی قوم میں الگ الگ (و خائف و اعمال کے اعتبار سے) الگ الگ نبی ہوتے
 تھے۔ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ امر مقدر نہ تھا۔ بلکہ تمام کمالات
 تمام مکارم اخلاق اور تمام محاسن افعال ایک ذات گرامی میں جمع کرنے کے کار نبوت کی
 تکمیل کر دی گئی۔ پس جو چیز پہلوں میں متعدی تھی وہ اب بھی متعدی ہے۔ (یعنی نبوت
 کے فیوض و برکات) اور نفس نبوت نہ اس وقت متعدی تھی اور نہ اب متعدی ہے۔
 ۱۷۱۔۔۔ اور آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم (و اتممت علیکم نعمتی
 ۱۷۲) میں جس اتمام نعمت کا ذکر ہے اس نعمت کا اتمام حضرت رسالت پر ہی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے وجود مسعود کی برکت سے پوری مجبوم اُمت کی جانب منسوب ہو سکتا ہے، نہ
 کہ ہر ہر فرد کی جانب۔ اس نکتہ کو بھی یاد رکھو۔

۱۷۳۔۔۔ پس یہ لوگ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ (النساء: ۶۹)

۱۷۴۔۔۔ آج میں نے کمال کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین، اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔ (المائدہ: ۳)

اور اسی آیت کریمہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اقتباس کرتے ہوئے

کہا تھا:

”میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، قرآن کے امام و پیشوا ہونے پر، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر بصدق دل راضی ہوا۔“

(تبرثر شہر) آپ سے پہلے بہت سے انبیاء آئے اور آپ اگرچہ آخر میں تشریف لائے مگر سب کے پیشوا آپ ہی ہیں۔

قادیانی دین و مذہب کے بارے میں چند سوالات اور ان بد دینیوں کی دعوت و ملت کی مکاریوں کا بیان

۱۶۲۔ سوال ۱۔ تمہارا دین کیا ہے؟ سوال ۲۔ اور وہ تم لوگوں کو کس طریقے سے پہنچا۔ ترا تر سے یا کسی اور طریق سے؟

سوال ۳۔ ایمان و کفر کی تعریف کیا ہے۔ سوال ۴۔ اور اس کی دفعات بطور معیار کون کون سی ہیں؟

سوال ۵۔ مرزا کا دعویٰ ہے کہ: ”خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیسٹل جز سے کم نہیں ہوگا۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱) سوال ۶۔ ہے کہ: قادیانی وحی، جو بقدر بینیں جزو کے (قرآن کریم سے) زائد ہے اس کا اضافہ کیا حکم رکھتا ہے؟ کیا وہ بھی قرآن کی طرح قطعی ہے؟ کیا اس پر ایمان لانا بھی قرآن کی طرح فرض ہے؟ کیا اس سے بھی احکام شریعہ ثابت ہو سکتے ہیں؟ کیا اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے؟ کیا اس کو بھی قطعی طور پر کلام اللہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا نماز میں اس کی بھی تلاوت جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس کے کسی ایک لفظ یا فقرے کا منکر بھی کافر ہے یا نہیں؟

سوال ۷۔ جب مرزا بندگانوں کے وید کی بھی تصدیق کرتا (اور اس کے کلام

ہونے کا قطعی عقیدہ رکھتا ہے تو قرآن پر اس کا کیا احسان ہوا اور اس کے ساتھ مرزا کو کیا خصوصیت ہوتی؟ سوال ۱۷ (ایک طرف تو مرزا محمدی ہونے کا دعویٰ رہا ہے اور دوسری طرف ہندوؤں کے مذہبی راہنماؤں کا اوتار کہلاتا ہے، سوال یہ ہے کہ محمدی ہونے کے باوجود، کرشن وغیرہ (ہندو راہنماؤں) کا بروز ہونا کیونکر ممکن ہے؟

سوال ۱۸ مرزا نے حاشیہ تریاق القلوب میں 'بروز' کو 'جنم' کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اندریں صورت مرزا کے 'بروز' اور ہندوؤں کے 'آواگون' کے درمیان کیا فرق ہے؟ علاوہ انہیں مرزا نے بروز کے معنی 'اتار' بھی ذکر کیے ہیں، دیکھتے عشرہ کاملہ ص ۲۶ اور کاویہ ص ۳۹

سوال ۱۹ تمہارے نزدیک تواتر (کی تعریف، اس) کا اور اس کے منکر کا کیا حکم ہے؟ سوال ۲۰ اور قرآن کریم کا تواتر کس نوعیت کا ہے؟ سوال ۲۱ تمہارے نزدیک وہ کون سا ضابطہ ہے جس سے (کسی آیت یا حدیث کی) قطعی مراد ثابت ہو سکے؟ سوال ۲۲ تمہارے نزدیک دین محمدی (صلی صلی اللہ علیہ وسلم) یا انصاف میں سے کوئی چیز ثبوت اور دلالت کے لحاظ سے قطعی ہے یا نہیں؟

سوال ۲۳ کیا مرزا کو جھوٹ بولنے کی عادت بھی تھی یا نہیں؟ اور اپنے مراقی ہونے کا اقرار بھی کیا یا نہیں؟ (اور یہ بھی فرمائیے کہ جو شخص جھوٹا اور مراقی ہو کیا وہ لہ مرزا کا قول ہے کہ "ہندوستان میں ایک نبی گذرا ہے جس کا نام کاہن تھا" دیکھتے سودائے مرزا ص ۳۱، تتمہ چشمہ معرفت ص ۱۰، فتح قادیان ص ۲۴ اور حقیقۃ الوحی ص ۲۰۹۔ اور اس سے قریب تر مرزا وہ امام ص ۲۱ میں۔

نیز مرزا قادیانی لکھتا ہے :

"ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں، خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسانوں کا افترا نہیں۔ ہم خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی آخری تصنیف 'پیغام صلح' ص ۲۳، جو اپنی ہلاکت سے ایک دن پہلے لکھی۔ بحوالہ علم کلام مرزا ص ۶۸ اور تاریخ مرزا ص ۶۴۔ م

دل، مجہد اور مسیح ہو سکتا ہے؟ سوال ۱۴ اور مرزا فحش کلامی بھی کیا کرتا تھا یا نہیں؟
 سوال ۱۵ اور مرزا کو قرآن کریم بھی حفظ تھا یا نہیں؟ (اگر نہیں تھا تو بعثت ثانی میں کیوں
 بھول گیا؟) سوال ۱۶ اور (مسیح ابن مریم کی علامات میں لکھا ہے کہ وہ حج کریں گے، سوال
 یہ ہے کہ) مرزا نے حج بھی کیا یا نہیں؟ (اگر جواب نفی میں ہے تو وہ مسیح صادق ہوا یا
 مسیح کاذب؟) سوال ۱۷ اور (اگر مرزا کے حج نہ کر سکنے کا یہ عند پیش کیا جائے کہ
 مکہ و مدینہ کے لوگ مرزا کو کافر اور زندیق سمجھتے تھے اور اس کے قتل کے درپے تھے
 چونکہ مرزا کو اپنی جان کا خطرہ تھا اس لیے فریفتہ حج ادا نہیں کر سکا تو اس عذر نامعقول کو
 پیش کرنے سے پہلے اس بات پر غور کر لیا جائے کہ) کیا مرزا نے یہ الہام بھی شائع کر
 رکھا تھا یا نہیں کہ ”اللہ تعالیٰ تجھ کو (مرزا کو) لوگوں سے محفوظ رکھے گا“ (مرزا کا یہ نام نہاد
 الہام شائع شدہ ہے، اس کے باوجود حج کر کیوں ترک کیا؟ کیا مرزا کا یہ الہام غلط تھا؟ یا
 اسے قرآن و حدیث کی طرح اپنے الہام پر بھی ایمان نہیں تھا؟

عہدہ ازیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت مسیح
 ابن مریم علیہما السلام حج و عمرہ کریں گے، اور مرزا کو حج و عمرہ کبھی خواب میں بھی نصیب
 نہ ہوا، تو کیا مرزا کو ”مسیح بن مریم“ ماننے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی
 غلط نہیں ہو جاتی؟ اور کیا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم نہیں آتی؟

سوال ۱۸ اور کیا مرزا نے یہ الہام بھی شائع کیا کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں کہ) ”میں رسول (یعنی مرزا) کے ساتھ ہوں، جواب دیتا ہوں، غلطی بھی کرتا ہوں اور درست
 بھی“ اور اس الہام کی جو احمقانہ طویل مرزا نے کی ہے اسے ارشاد العذاب (ص ۶۸)
 میں ملاحظہ فرماتے اور اس کا اصل مآخذ اظہار الحق کے چھٹے باب سے ذرا پہلے دیکھئے
 سوال ۱۹ اور مرزا نے خدا کا بیٹا ہونے کا الہام بھی شائع کیا یا نہیں؟ مثلاً انت
 منی بمنزلۃ ولدی انت منی بمنزلۃ اولادی۔ یعنی خدا مرزا سے کہتا ہے کہ
 اے مرزا تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میرا بیٹا اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری اولاد
 لہ مرزا کی فحش کلامی کے نمونے دیکھئے ہیں تو رسالہ ”منظومات مرزا“ ملاحظہ فرمائیے۔ مترجم

(دیکھئے تذکرہ طبع دوم صفحات ۱۲، ۳۶، ۳۷، ۳۸) جبکہ مرزا کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس کے تمام دعوے حقیقت واقعہ پر مبنی ہیں، نری شاعری نہیں۔

۱۶۶۔ سوال ۱۲ اور مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟

سوال ۱۲ اور اسی طرح شریعت کا دعویٰ بھی کیا ہے یا نہیں؟ (دیکھئے اشد العذاب ص ۳) سوال ۲۲ اور (اپنے دعویٰ کے انکار پر) مرزا نے تمام اُمت حاضرہ کو کافر ٹھہرایا ہے یا نہیں؟ سوال ۲۳ اور انبیاء کرام کو توہین بھی کی ہے یا نہیں؟ سوال ۲۴ اور حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے اور سینے کی آگ بجھانے کے لیے جو توہین آمیز تحقیقی و تخریضی فقرے چیت کرتا ہے ان میں اگرچہ بعض جگہ دوسروں کا حوالہ دیتا ہے (کہ مثلاً یہودی یوں کہتے ہیں۔ عیسائیوں کی کتابوں میں یوں لکھا ہے) لیکن درحقیقت خدا اپنے ہی سینے کا زہر اُگتا ہے چنانچہ جس بات کو ایک جگہ کسی کے حوالے سے نقل کرتا ہے اسی بات کو دوسری جگہ اپنی تحقیق کے طور پر پیش کرتا ہے (اور حضرت عیسیٰ کے حق میں ایسے توہین آمیز کفر و کلمات کہتا ہے جن سے انبیاء کرام کی نبوت اور خدا تعالیٰ کی خدائی باطل ہو جاتی ہے مثلاً) اخبار ہد (قادیان) مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۰ء مرزا قادیانی کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ۔

”فرمایا ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پہ آئے تھے تو اس کا تیجہ یہ ہوا

تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ اگر وہ کیا بنائیں گے؟ کہ لوگ

ان کے آنے کے خواہش مند ہیں“ (بحار مرقعہ کا دیانی ص ۱۲)

مرزا کا یہ فقرہ اول تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہے (کہ نعوذ باللہ اس نے غلطی سے ایک ایسے شخص کو نبی بنا کر بھیج دیا جس کے آنے سے بکاتے ہدایت پھیلنے کے دنیا کروڑوں مشرکوں سے بھر گئی۔ اب آئندہ خدا کو ایسی غلطی نہیں چاہیے کہ دوبارہ اسی شخص کو پھر دنیا میں بھیج دے۔ استغفر اللہ) دوسرے، یہ فقرہ دلالت نہ کرتی انسان زابے حیاء ہو تو اس کے لیے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرت کی نبوت کو مانا؟ عجائبات مرزا ص ۱۳

کہتا ہے کہ نہرت کے معنی مرزا کے نزدیک صرف قوم کا مصالح اور مدبر ہونا ہے ، اور بس۔ (پس جن انبیاء کرام کی آمد سے ان کی قوموں کی اصلاح نہ ہو لیکن ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کی قومیں بگڑ گئیں وہ مرزا کے نزدیک نبی نہ ہوں گے اور ان کی تشریف آوری جھٹ ٹھہرے گی) اور مرزا کی یہ فقرہ بازی تو دوسروں کے حق میں ہے اور خود اپنے بارے میں ایسی تعلق آمیز لافیں ہانکتا ہے جس سے ابلیس بھی شرمندہ رہ جاتے اور اخبار بدر مؤرخہ ، نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱۱۱ میں مرزا کا یہ قول نقل کیا ہے۔

”یہی جو نشہ نہیں پیتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حرام تھی
میں نے مرشد کی تقلید کیوں نہ کی“

اور مرزا نے از دوتے انجیل بھی شراب کو حرام قرار دیا ہے ، اس کے باوجود حضرت مسیح علیہ السلام کو شراب نوشی کا مرتکب قرار دیتا ہے۔ دیکھئے مرزا تیت کی تردید“ ص ۹۵۔ اور ص ۱۰۳ میں مرزا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ : ”یسوع در حقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا“ (ست پہن ص ۱۱۱ کا حاشیہ)

۱۷۷۔ سوال ۲۵۔ اور مرزا بنیل پارے دجی کا قرآن کریم پر اضافہ کرتا ہے اور ان تمام ارشادات نبویہ کو ، جو اس کی دجی کے موافق نہ ہوں ، معاذ اللہ ربی کی ٹوکر ی ہیں پھینکے کے لائق سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ قرآن کریم کی وہی تفسیر لائق اعتبار ہے جو اس کی دجی کے ذریعہ کی جاتے (اس کے خلاف خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تفسیر ہو ، یا صحابہؓ ، تابعینؒ ، تبع تابعینؒ کی ، یا تمام ائمہ مفسرین کی ، یہ سب غلط ہیں) سوال یہ ہے کہ مرزا کی ان لن ترانیوں کے بعد اسلام کی کوئی حقیقت واقعہ باقی رہ جاتی ہے یا اس کی نینغ و بنیاد یکسر اکھڑ جاتی ہے ؟

۱۷۸۔ سوال ۲۶۔ ایک شخص قرآن و حدیث کے الفاظ کا سرے سے انکار کر دیتا ہے اور دوسرا شخص کہ الفاظ کا انکار نہیں کرتا ، مگر مرزا غلام احمد کی طرح ان کے قطعی اور متواتر معنی کا انکار (کہتا ہے) اور قرآن و حدیث کو اپنے خود ساختہ معنی پہنا کر ان کا مفہوم مسخ کر دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کیا فرق

رہا ہے اور نتیجہ کے لحاظ سے کیا تفاوت نکلا ہے (پچھڑالوی فرقہ بھی متواترات دین کا انکلا کر کے قرآن کی من مانی تشریح کرتا ہے، اور ٹھیک یہی تکنیک مرزا اور مرزائیوں کی ہے، آخر) تمہارے درمیان اور اہل قرآن (پچھڑالویوں) کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور اسماعیلی فرقہ اور دیگر ملاحدہ باطنیہ کے (اور مرزا کے) درمیان اصل اصول میں آخر کیا فرق ہے؟ کہ یہ سب لوگ بھی باطنی اور حلولی ہوئے ہیں (اور مرزا بھی۔ اب اگر ان باطنیہ کی تاویلیں کفر و زندقہ ہیں تو مرزا ان سے کس بات میں کم ہے؟)

سوال ۲۷۔ جب مرزا نے قرآن کریم سے بیسٹ پارے زائد وحی قادیان میں اتار لی، اپنی وحی کے خلاف ارشادِ نبویہ کو رومی کی ٹوکری میں ڈال دیا (اور قرآن کریم کی وہ تفسیریں جو گزشتہ تیرہ صدیوں میں لکھی گئیں وہ سب غلط ٹھہریں کیونکہ وہ قادیانی وحی کی روشنی میں نہیں لکھی گئیں) اور تمام اُمت کو کافر و مشرک قرار دے ڈالا تو اس کے بعد اب مرزائیوں کی کون سی چیز اہل اسلام کے ساتھ مشترک رہ گئی؟

سوال ۱۷۹۔ کیا مرزا کسی ایسی حرکت کا، جس کو عرف عام میں بے ایمانی (دغا بازی اور مکاری) کہا جاتا ہے، ارتکاب بھی کیا کرتا تھا یا نہیں؟ مثلاً:

الف: محمدی بیگم (سے آسانی نکاح) کی پیش گوئی کو تقدیرِ مہرم ٹھہرایا (اور بار بار اعلان کیا کہ یہ پیش گوئی اس کے صدق و کذب کا معیار ہے، اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوتی تو دنیا گواہ رہے کہ وہ جھوٹا ہے) لیکن جب (آسانی نکاح کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی) یہ سارا طومار دروغ بے فروغ نکلا (اور محمدی بیگم تو کہا ہے اس کا سایہ دیکھنا بھی مرزا کو ساری عمر نصیب نہ ہوا) تو کیسی کیسی بے ایمانیاں (کیں اور کیسی کیسی رکیک تاویلیں تراشیں۔

ب: اسی طرح پادری آتھم کی (موت سے متعلقہ) پیش گوئی میں (مرزا نے دروغ بانی، اور عیاری و مکتدی کا مظاہرہ کیا کہ پندرہ دن تک مرزا آتھم سے مباحثاتی کشمی لڑتا رہا، جب دیکھا کہ میدان اس کے حریف کے ہاتھ میں ہے تو اسے الٹا

عربے سے چپت کرنا چاہا، اور اعلان کر دیا کہ اس کا حریف پندرہ مہینے کے اندر اٹھ
بہزائے موت ہادیہ میں گرایا جاتے گا۔ اور اگر اس مدت میں نہ مرے تو مرزا کا منہ
کالا کیا جائے گا، اس کے گلے میں رستہ ڈالا جائے گا، اور لوگ جس قدر چاہیں اس
کے سر پر جوتے لگائیں، جو چاہیں سزا دیں۔ مگر آتم نے مرزا کو الہام میں بھی شکست
دے ڈالی اور مقررہ میعاد کے اندر مرنے سے انکار کر دید۔ کوئی باجمیت ہوتا تو
اس ذلت آمیز شکست پر دوب مرتا، یا کم از کم اتنی اخلاقی جرأت تو دکھاتا کہ اپنے
حریف کے سامنے اپنی ناکامی کا اعتراف ہی کر لیتا۔ لیکن مرزا نے اپنی تجویز
کر وہ سزا سے بچنے کے لیے کیا کیا جلد سازیاں نہ کیں)

ج : اور اپنے قصیدہء عجازیہ کے جواب کا وقت مقرر کرنے میں مرزا
نے بمقابلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے کیسی کیسی بے ایمانیاں کیں ؟

د : اور پیر مر علی شاہ صاحب گولڑوی (کو مرزا نے مقابلہ تفسیر نویسی
کی خود دعوت دی، اور جب وہ مرزا کی شرائط کے موافق لاہور آئے تو مرزا
کو ان کے (سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی، اور جب) مقابلہ تفسیر نویسی (سے
گریز اختیار کرنے کا الزام عائد ہوا تو اس) کے جواب میں (مرزا نے کس
قدر سخن سازیوں سے کام لیا ؟) لے

ہ : اور مرزا کے مخالفوں کو معمولی چھینک بھی آتی تو اس کو بھی مرزا نے اپنے
معجزات کی فہرست میں ٹانگ لیا۔

و : اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زلزلہ اور طاعون کی پیش گوئیوں کو لغو
اور مہمل قلمباز کر دیا، اور اپنے حق میں انہی کو معجزہ شمار کیا۔

ز : جب احادیث کی کوئی من مانی تحریف سمجھ میں نہ آئی تو انہیں ضعیف
اور موضوع کہہ کر رد کر دیا اور جب کوئی تحریف سمجھ گئی تو انہی احادیث کو

لے ان امور کی تفصیل کے لیے رسالہ "الہامات مرزا" مؤلف مولانا ثناء اللہ صاحب اور "میں
قادیان" مؤلف مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کا مطالعہ فرمائیے۔ مترجم

مسخ کر کے استدلال میں پیش کر دیا۔

ح : دوسروں کے (دعویٰ نبوت کو) رد کرنے کے لیے قاعدے تراش اور محض ہوائے نفس کی خاطر اپنی ذات کو ان قاعدوں سے مشقی اور مخصوص کر کے اپنی ذات کے لیے ان کی ضد اور نقیض ثابت کرنا۔ جیسا کہ آخر حقیقۃ الوحی ص ۳۹ میں کیا ہے۔ گویا عقل و نقل اور آدمیت و اخلاق کے سارے قوانین و اصول صرف دوسروں کے واسطے ہیں (خود اس کی ذات پر لاگو نہیں ہوتے) کیونکہ وہ سلطانی اقتیارات رکھتا ہے، اور 'سائبہ' اور 'حام' ہے۔ دوسروں کے لیے فلسفہ بگھارنا اور علتیں نکالنا۔ اور اپنے حق میں اختصاص و اصطفا کی لافیں ہانکنا۔

ط : اور جب یہ بات تسلیم کرنا مقصود تھی کہ ثبیل مسیح کی آمد کا دروازہ کھلا ہے اس وقت ہزار ثبیل مسیح کا آنا بھی اس کے نزدیک جائز تھا۔ لیکن جب مطلب نکل آیا تو صرف ایک مخصوص شخص۔ یعنی خود بدولت مرزا ثبیل مسیح نکلا، اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔ گویا یہی ایک جلی تھی جو قہیلے سے باہر نکل آتی۔ ۱۸۰۔ (اجرائے نبوت کے لیے قادیانی یہ مغالطہ پیش کیا کرتے ہیں کہ جس طرح شہنشاہ اعظم کے ماتحت بہت سے بادشاہ ہوا کرتے ہیں، اور یہ اس کی عظمت کی دلیل ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت انبیاء کا اس امت میں آنا آپ کی عزت و قدر کو دہلا کرتا ہے، مگر اس شہنشاہی اور شاہی کی مغالطہ آمیز مثال میں کھلا ہوا مغالطہ ہے اس لیے کہ (اول تو نبوت کو بادشاہت پر قیاس کرنا ہی بالبداهت غلط اور مقام نبوت سے نا آشنا کی دلیل ہے، دوسرے، بادشاہ کے ماتحت اس کے نائبوں کا ہونا اس کی عظمت کی دلیل نہیں بلکہ اگر نظر غائر دیکھا جائے تو اس کا منشاء بادشاہ کا عجز و در ماندگی اور کوتاہ دستی ہے، چنانچہ نائب کا تقرر اگر شہنشاہ کے بعد کے لیے ہے تو اس کا سبب یہی تو ہے کہ وہ خود (چرک) موجود نہیں رہا (اس لیے بذات خود کار سلطنت انجام دینے سے عاجز ہے) اور کار سلطنت کو

(چونکہ جاری رکھنا ہے اسے ختم نہیں کرتا) اس لیے لامحالہ کسی نائب کی ضرورت لاحق ہوتی) اور اگر نائب کا تقرر خود شہنشاہ کے عہد میں ہوا ہے۔ پس اگر کاروبار سلطنت میں مدد لینے کے لیے ہے تو اس کے دستِ نارسا کے سبب ہے (کہ وہ بذاتِ خود یہ سارے کام انجام دینے سے قاصر ہے) اور اگر وہ سلطنت کو (مثلاً گورنروں یا شہزادوں پر) تقسیم کر دیتا ہے۔ تب بھی یہ اس کے دستِ نارسا کا نتیجہ ٹھہرا (الغرض بادشاہ کے ماتحتوں کا سلطنت میں داخل ہونا اس کی عزت و توقیر کی نہیں بلکہ عجز و تقصیر کی علامت ہے) اور (اس تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ) خاقیت کو شہنشاہیت پر قیاس کرنا (اول تو) قیاس مع الفارق (ہے، پھر اس) کے (ساتھ) ساتھ یہ نہایت رکیک (سطحی اور بودا) قیاس ہے۔ (ایسی اٹکل پہنچو قیاس آراتی جھوٹے نبی کے دانشمند حواریوں ہی کا حصہ ہے، لطف یہ کہ) کسی زمانے میں یہ ٹھمد (قادیانی) کہا کرتا تھا:-
 ”اگر آپ کے بعد بھی امت کے خلیفوں اور صلحاء پر نبی کا لفظ بولا جائے لگتا، جیسا کہ موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا، تو اس میں آپ کی ختم نبوت کی ہتک تھی“

اخبار الحکم قادیان، ۱۹۰۳ء ص ۹ کالم ۳۔ بحوالہ مفتوح مبین مفتی عبدلہ حیانوی جس میں اس مضمون کے دیگر حوالے بھی قادیانی کتابوں سے نقل کیے ہیں (مندرجہ بالا عبارت میں مرزا نے اعتراف کیا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نبی کا لفظ بولا جانا آپ کی ختم نبوت کی ہتک کا موجب ہے، لیکن جب شیطان نے اسے دعوتِ نبوت کی پٹی پڑھائی تو) اس کے بعد (خوفِ خدا اور مخلوق سے جیا کو بالائے طاق رکھ کر) اس کے برعکس کا نظریہ ایجاد کر لیا (کہ آپ کے بعد سلسلہ نبوت کے جاری رہنے میں آپ کی عزت اور اس کے بند ہونے میں آپ کی توہین ہے۔ اور) اس (تناقض) کے ساتھ (مزید طرہ یہ کہ) دورہ محمدی (صلی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے تیرہ سو سال طویل

عرصہ) میں (مرزا نے) اپنے نفسِ کافر کے سوا اب تک کسی (صحابی تابعی، غوث، ولی، قطب، مجدد) کو منصبِ نبوت میں جگہ نہیں دی۔ (گویا اب ساری مرزائی منطق کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا کو نبی مانو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت باقی رہتی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ آپ کی عزت کی۔ نبوت بھی باطل ہو جاتی ہے۔)

۱۸۱۔ اور (اول تو نبوت کو شہنشاہیت پر قیاس کرنا ہی غلط ہے مگر ابھی گذرا، دوسرے) یہ قطعی واضح اور بین بات ہے کہ شہنشاہی اور شاہی کے سلسلہ میں بھی (جس پر قادیانیوں نے نبوت کو قیاس کیا ہے) بادشاہ اپنی بارگاہ کے خصوصی امتیازات اور خصائص کسی دوسرے کے لیے تجویز نہیں کیا کرتا، بلکہ اگر کوئی شخص ان میں بادشاہ کی نقالی کرے تو اسے (بجرم بغاوت) سزا دیا کرتا ہے۔ اور یہاں خود نبوت خصائص میں سے ہے۔ پس اسی (مکتہ) میں تو کلام ہے (کہ مرزا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کبریٰ کی۔ جو آپ کی اعلیٰ ترین خصوصیت ہے۔ نقالی کرتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کر ڈالا، اب انصاف سے کہو کہ کیا وہ بجرم بغاوت دنیا میں کفر و ارتداد کا مرتکب اور آخرت میں فی النار و السقر کی سزا کا مستحق نہیں ہے) اور (یہ بھی بتاؤ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خصائص شرعاً و عقلاً غیر متعدی ہیں تو وہ مرزا کی طرف متعدی کیسے ہو گئے) ان اختصاصات کے غیر متعدی اور لازم ہونے میں (اور پھر مرزا کی طرف ان کے منتقل ہو جانے میں تو صریح تناقض اور قلب موضوع ہے۔ آخر اس عقدہ کے) حل کی کیا صورت ہے؟ (اور اگر کوہ کہ ہم نبوت کو غیر متعدی تسلیم نہیں کرتے، تو اول تو یہ بداہت شرعی و عقلی کا انکار ہے، دوسرے اس کے باوجود بھی اشکال رفع نہیں ہوتا) کیونکہ (اس سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نبوت کے) بعض خصائص و امتیازات (ایسے) ہیں (جو نبی کی ذات سے مختص ہوتے ہیں، ورنہ اگر کسی غیر نبی میں وہ خصائص پائے جائیں تو پھر نبی اور غیر نبی کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہتا، اور یہ شرعاً و عقلاً محال ہے) اور اگر وہ خصائص متعین (مثلاً نبوت، وحی، عصمت

وغیرہ تب تو ظاہر ہے کہ کسی دوسرے میں ان کے پائے جانے کا اعتقاد باطل ہوگا) اور اگر متبعین نہ بھی ہوں تب بھی ان کا اعتقاد تو ہے (کہ نبی کی بعض خصوصیتیں ایسی ہیں جو غیر نبی میں نہیں پائی جاسکتیں) تو پھر انہی غیر متبعین خاصہ کے متعلق ہونے (یا نہ ہونے) میں کلام ہوگا۔ وعلیٰ هذا القیاس (جس چیز کے بارے میں بھی تم دعویٰ کر دگے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی دوسرے کو بھی منتقل ہو سکتی ہے، اس کے بارے میں ہمارا یہی جواب ہوگا کہ پھر یہ چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہ رہی، کوئی اور چیز پیش کرو۔ تنقہ ہمارے کہ تمہیں تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ نبوت محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی۔ اور جب تسلیم ہو لیا تو خود بخود یہ بھی مان لیا کہ مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت بالاستفادہ سراسر دروغ بے فروغ اور نبوت محمدی سے بغاوت ہے۔ وہو المراد)

پھر (یہ بھی فرمائیے کہ) یہ خصائص نبوی چونکہ عظاماً وشرعاً موجود ہیں، جیسا کہ مقدمہ زادالمعاد میں ان کا کچھ حصہ قلم بند کیا گیا ہے، اور رسول اللہ اور نبی اللہ کی اضافت، بیت اللہ کی اضافت کی طرح (تشریف و تخصیص کے لیے) ہے۔ پس کیا ان خصائص کو نصوص اور منقولات سے تلاش کرنا چاہئیے یا اپنی خواہشات اور قیاس آرائیوں سے تراشنا مناسب ہوگا؟ اور اس سلسلہ میں رجم بالغیب اور اندھیرے میں تیر تکے لگانا موزون ہوگا، یا مالک الملک اور صاحب اختیار کا فرمودہ سرانگھوں پر رکھنا واجب ہوگا؟ (اگر اس سلسلہ میں عقل نارسا کے تیر تکے کافی نہیں بلکہ خدا و رسول کے ارشادات کی ضرورت ہے تو مرزائیوں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث متواترہ میں وختہ بنی النبیون (اور ختم کیے گئے میرے ساتھ نبی) کو اپنے خصائص میں بیان فرمایا ہے، نبی تو آپ کی آمد کے ساتھ ختم ہوتے، اب بتائیے کہ مرزا قادیانی کون ہوا؟ نبوت کی جھوٹی نقالی کرنے والا دجال و کتاب ہوا یا نہیں؟)

۱۸۲۔ موضوع کبیر کے آخر میں حدیث: لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ صَوِّفًا بَيْنًا لَكُمْ ذیل میں ملا علی قاریؒ کی یہ عبارت کہ ”تشریحی نبوت کا انقطاع مراد ہے“ (قادیانی ملاحظہ اسے اپنے کفر و الحاد کی سند میں پیش کیا کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ معلوم رہے کہ صوفیہ ہر (شرعی) نبوت کو تشریحی قرار دیتے ہیں۔ گویا نبوت تشریحیہ سے مراد ہے شرعی نبوت، اور غیر تشریحی نبوت سے مراد ہے غیر شرعی نبوت۔ یہ تعبیر عوام کے لیے زیادہ قابل فہم ہے۔ اور حافظ ابن تیمیہؒ نے اصل حکم کو باقی رکھ کر اس کے اوصاف کو منسوخ کرنا ”انبیاء سابقہ کا وظیفہ قرار دیا ہے، مثلاً: مطلق کو مقید کرنا، عام میں تخصیص کر دینا، مجمل کی توضیح و تشریح کرنا، اور جزئیات کی تشریح کرنا۔ اگر ملا علی قاریؒ نے اسی (صوفیانہ) اصطلاح پر اپنی تقریر کی بنیاد رکھی ہو تو (مستبعد نہیں، کیونکہ ان پر حضرات صوفیہ اور ان کی اصطلاحات کا گہرا نقش ہے، اگرچہ) یہ ایک ایسا امر ہے جو اصطلاح مشہور کے خلاف ہے (تاہم ملا علی قاریؒ کا کلام قواعد شرعیہ کے خلاف نہیں، کیونکہ نبوت غیر تشریحیہ سے مراد احکام شرعیہ کی خبر اور اطلاع دینا نہیں بلکہ اسرار و معانی سے روشناس کرنا اور ان کی اطلاع دینا ہے۔

۱۸۳۔ اور یہی مثلاً و مدعا ہے شیخ (عبد القادر) جیلانی (قدس سرہ) کے اس قول کا کہ: ”اے انبیاء کی جماعت! تمہیں نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب“ مطلب یہ کہ نام تو بغیر لحاظ کسی وصف کے ہوتا ہے، اور قیود سے معاف ہوا کرتا ہے۔

۱۔ اگر میرا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ زہد و رہتا تو صدیق نبی ہوتا“ ابن ماجہ ص ۱۰۸
(حاشیہ صنوغذ شتہ) ۱۔ مرزا صاحب ”ظنی نبوت“ کے مدعی تھے، اور ظنی کے معنی ”جھوٹی“ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں بیان فرمائے ہیں، یوں بھی ظنی عکس اور نقل کو کہتے ہیں۔ اس لیے مرزا صاحب کی تفسیر کے مطابق ”ظنی نبوت“ کے معنی ہوتے ”نبوت کی جھوٹی نقالی“ (مترجم)

بجائے لقب کے کہ وہ عارضی اور بلحاظ کسی وصف کے طاری ہوتا ہے۔ گویا اطلاق اور تنقید کے لحاظ کے علاوہ وہ القاب ذاتی بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ (امیر المؤمنین خلیفہ کا لقب ہے، مگر اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ خلیفہ ہو۔ خلافت سے معزول ہو جائے تو امیر المؤمنین کا لقب بھی زائل ہو جائے گا۔ چنانچہ) خاندان عباسیہ کو، ان کے معزول ہونے کے بعد کسی نے امیر المؤمنین نہیں کہا۔ پس انبیاء علیہم السلام کو اسم لازم، وہی اور مطلق دیا گیا ہے اور اولیاء کو عارضی، مقید اور کسی لقب ملا ہے جو کہ زائل بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح شیخ کا یہ قول کہ: ”ہمیں وہ چیز دی گئی ہے جو تم کو نہیں دی گئی۔“ یعنی ہمیں وہ چیز دی گئی ہے جو انبیاء کے منصب سے فروتر تھی، نہ کہ اس سے اعلیٰ و ارفع۔ یا محض مغائر مراد ہے (یعنی نبوت اور اس کا میدان، ولایت سے بالکل الگ تھلگ ہے) اسی طرح ان کا قول کہ ”ہم نے ایک ایسے سمندر میں غوطے لگائے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اس کے (اگلے) ساحل پر بھی نہیں ٹھہرے۔“ (اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ دریائے ولایت انبیاء کرام کے لیے پایاب ہے، ان کا مقام اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ اسی کے ساحل پر ٹھہر جائیں)

۱۸۴۔ موفیاء کرام نے نبوت بمعنی خبر دادن کو مقسم بنا کر شعبۂ خبر دہی ولایت کو بھی اس کے تحت درج کر دیا ہے اور اس کا سبب شاید اس حدیث کی مانند ہے کہ: ”نبی باقی رہا نبوت میں سے کچھ بھی سولتے بشارت کے“۔ لہ جبکہ استثنائے غیر منقطع لیا جائے، یا اس حدیث کی مانند ہے کہ: ”رؤیا صالحہ نبوت کا چھپا لبسواں حصہ ہے“۔ لہ یا جیسا کہ آیت یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدائیں تقریر کی گئی ہے کہ مراد بارگاہِ حانیت ہے عہ

عہ شیخ ابن عربی نے نبوت لغویہ بمعنی خبر دادن کی تفسیر فقرات کے باب ۳، سوال

۱۹ میں فرماتی ہے، نیز خصوص الحکم میں فص غریبی میں دیکھنا چاہیے۔ منہ۔

تشریح :- اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ادنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ گرامی حضرت ابراہیمؑ کی زیارت کی ہے، فرمایا: ہاتھ صغیراً، ولو قضا ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ، ولکن لا نبی بعدہ۔ یعنی وہ صغیر ہی میں خدا کو پیارے ہو گئے تھے، اور اگر تقدیر خداوندی کا فیصلہ یہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادہ گرامی جیسا کہ رہتے، مگر آپ کے بعد نبی ہی نہیں (اس لیے صاحبزادے بھی زندہ نہ رہے)۔

(صحیح بخاری باب من سمی باسم الانبیاء - صفحہ ۹۱۴ جلد ۲)

اور یہی حضرت ملا علی قاریؒ نے بھابھ، چنانچہ وہ موضوعات کبیر میں ابن ماجہ کی حدیث: لعاش ابراہیمؑ الخ کے ذیل میں لکھے ہیں:

”الَاَنَّ فِي سَنَدِهِ ابوشيبه ابراهيم بن عثمان الواسطي، وهو ضعيف لكن له طرق ثلاثة يقوى بعضها بعضاً، ويشير اليه قوله تعالى: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ فانہ یؤی بانہ لم یعثر لہ ولدٌ یصل الی مبلغ الرجال، فان ولدہ من صلبہ یقتضی ان یکون لب قلبہ، كما یقال: ”الولد سر لایبہ“ ولو عاش وبلغ اربعین، وصار نبیاً لزم ان لا یکون نبیاً خاتم النبیین۔“

(موضوعات کبیر ص ۶۰ ص ۶۱ مطبوعہ مجتبیٰ قدیمی)

ترجمہ :- ”اس حدیث کی سند کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ضعیف ہے۔ تاہم اس کے تین طرق ہیں، جو ایک دوسرے کے متبذ ہیں اور ارشاد خداوندی: وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ الخ بھی اسی جانب مشیر ہے، چنانچہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ کا کوئی صاحبزادہ زندہ نہیں رہا جو بالغ مردوں کی عمر کو پہنچتا۔ کیونکہ آپ کا بیٹا، آپ کی صلب مبارک سے تھا، اور یہ امر اس کو مقتضی تھا کہ وہ آپ کا ثمرہ دل (یعنی آپ کے محاسن و کمالات کا جامع) ہوتا، جیسا کہ مثل مشہور ہے۔“

”میا باپ پر ہوتا ہے۔ اب اگر وہ زندہ رہتا اور چالیس کے سس کو پہنچ کر
نبی بن جاتا تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ خاتم النبیین نہ ہوں۔“
ملا علی قاریؒ کی تصریح بالا واضح ہو جاتا ہے کہ :-

الف :- آیت خاتم النبیین میں ختم نبوت کے اعلان کی بنیاد نفیِ اقوت پر
رکھ کر اشارہ اس طرف کیا گیا ہے کہ آپ کے بعد ہمیں کسی کو نبوت عطا کرنا ہوتی
تو ہم آپ کے فرزندان گرامی کو زندہ رکھتے۔ اور انہیں یہ منصب عالی عطا فرماتے،
مگر چونکہ آپ پر سلسلہ نبوت ختم تھا۔ اس لیے نہ آپ کی اولاد و مرید زندہ رہی نہ
آپ کسی بالغ مرد کے باپ کہلائے۔

ب :- ٹھیک یہی مضمون حدیث : لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً کا ہے، یعنی آپ
کے بعد اگر کسی قسم کی نبوت کی گنجائش ہوتی تو اس کے لیے صاحبزادہ گرامی کو زندہ
رکھا جاتا، اور وہی نبی ہوتے۔ گویا حدیث نے بتایا ابراہیمؑ اس لیے نبی نہ ہونے
کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ ہی بند تھا۔ یہ نہ ہوتا تو وہ زندہ بھی رہتے اور ”صدیق“ بھی
بھی بنتے۔

ج :- ملا علی قاریؒ بر ملا تصریح کرتے ہیں کہ اگر صاحبزادہ گرامی سیدنا ابراہیمؑ
زندہ رہ کر نبی بن جاتے تو اس سے آپ کا خاتم النبیین نہ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ
علی قاریؒ ہی یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ”اگر وہ نبی ہونے تو غیر تشریفی نبی ہوتے۔“
کیا ملا علی قاریؒ کا صاف مطلب یہ نہیں کہ غیر تشریفی نبی کی آمد سے بھی خاتمیت محمدیہ
_____ باطل ہو جاتی ہے، کیا اس کے بعد بھی کوئی شخص۔ بقائی عقل و فرد۔ یہ کہہ سکتا

ہے کہ ملا علی قاریؒ کے نزدیک غیر تشریفی نبوت کا دروازہ آپ کے بعد کھلا ہے ؟
کتنی عجیب بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”لب قلب“ کے
غیر تشریفی نبی ہو جانے سے تو ملا علی قاریؒ کے بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خاتمیت باطل ہو جاتی ہے، لیکن ایک قادیانی مغل پجر کے۔ نعوذ باللہ۔ محمد رسول اللہ
اور خاتم النبیین بن بیٹھنے سے خاتمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ قادیانیوں کے ظلم و تم غفلت و دہم

ضلال و گمراہی اور الحاد و تحریف کی کوئی حد ہے؟

۱۸۷۔ گویا حضرت ملا علی قاریؒ اس امر کی تقریر کے درپے ہیں کہ اگر بالفرض حضرت ابراہیمؑ زندہ رہ کر نبی ہوتے تو کس طرح کے نبی ہوتے؟ یہ ہمیں کہ انہوں نے آپؐ کے بعد نبوت غیر تشریعیہ کے وجود میں آنے کو جائز قرار دیا ہے (نہیں بلکہ) اس دلیل کے ساتھ انہوں نے نبوت تشریعیہ کے انقطاع کو ثابت کیا ہے اور دوسرے دلائل کے ساتھ نبوت غیر تشریعیہ کے منقطع ہو جانے اور اس کے وجود میں نہ آنے کو ثابت کیا ہے۔

۱۸۸۔ اور مخفی نہیں کہ حدیث نے اس مفروضہ میں زمانہ ماضی کا ذکر کیا ہے مستقبل کا نہیں، حالانکہ مستقبل کی نفی از بس ضروری تھی، اس کی وجہ یہی ہے کہ شریعت کی نظر میں زمانہ مستقبل میں نبوت باقی نہیں ہے۔ پس ختم نبوت سے جو بات لازم ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی گزشتہ نبی دورہ محمدی میں آئے تو صاحب شریعت نہ ہوگا۔ اور مستقبل میں کسی نئے نبی کی محض آمد بھی ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ بغیر تشریع کے نبوت کا باقی رہنا انبیاء گزشتہ کے حق میں ہے۔ اور مستقبل کے حق میں محض ایک مفروضہ ہے۔

۱۸۹۔ اور صاحب مجمع البحار کہتے ہیں کہ اس عنوان میں مطمح نظر اور نقطہ نگاہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری ہے کہ وہ قرب قیامت میں جب آسمان نازل ہوں گے اور چالیس سال تک دنیا میں تشریف فرما رہیں گے تو وہ اپنی شریعت نافذ نہیں کریں گے، بلکہ شریعت محمدیؐ کی پیروی کریں گے، اور روح المعانیؒ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں البشیرۃ واسطی کو ذکر کیا ہے، جو بالاتفاق ضعیف ہے، جیسا کہ فتح القدیر باب تراویح میں نقل کیا ہے۔ حاصل یہ کہ یہ حدیث نہیں اور خیال ہوتا ہے کہ شاید (یہ) کسی صحابی (کا قول ہے جو انہوں) نے آیت کریمہ وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ الْبَلٰغِيْنَ اِنَّهٗ كَانَ صَبِيْقًا نَّبِيًّا سے اقتباس کیا ہے اور بس۔ پسر مرثیہ

لے تذکرۃ المصنفات ص ۴۱ ج ۲۲ لے اور یاد کر کتاب میں ابراہیمؑ کو، بیشک وہ تھا صدیقی نبی: (مریم: ۳۱)

نے اس کی تصحیح کی ہے اس نے غلطی کی ہے۔

۱۹۰۔ مَلا علی قاریؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ (اس حدیث میں) نبوت تشریعیہ کا انقطاع مراد ہے، اور نبوت غیر تشریعیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں، بعد از نزول، حالت بقاء ہے، ذکر نئی نبوت کا وجود میں آنا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مقدر و مفروض ہے اور حضرت ابراہیم (صاحبزادہ) کے حق میں بھی مفروض ہے؛ لیکن ان دونوں کے حق میں مانع جُدا جُدا ہے۔ مَلا علی قاریؒ کا یہ مطلب نہیں کہ غیر تشریعی نبوت علی الاطلاق باقی ہے۔ نہیں! بلکہ یہ عہدہ اور منصب ہی بند ہو چکا ہے۔ یہ صورت نہیں کہ عہدہ تو باقی ہے، مگر کوئی شخص اس عہدہ سے سرفراز نہیں ہوگا، جیسا کہ انقطاع اجتہاد کی صورت ہے۔ (کہ اجتہاد مطلق کا دروازہ بند نہیں، لیکن قرنِ رابع کے بعد لوگوں میں اجتہاد کی صلاحیت نہیں رہی۔ اس کے برعکس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ صاحبزادہ ابراہیمؑ میں نبوت کی صلاحیت موجود تھی، مگر چونکہ باب نبوت مسدود ہو چکا تھا اس لیے ان کی حیات مقدر نہ ہوئی۔ ورنہ نبوت کا دروازہ آگ کھلا ہوتا تو وہ لازماً زندہ رہتے اور اگر زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے)

حاصل یہ کہ انہوں نے معین اشخاص کو مستثنیٰ کرنے کے بجائے ایک عنوان مقرر کر دیا، تاہم کہ محض استثناء غیر موجب نہ ہو جائے (بلکہ اس کے عنوان کے تحت مندرج ہونے کی وجہ سے مدلل اور موجب ہو جائے) اور یہ عنوان ان کی نیت میں تین اشخاص میں منحصر ہے، ایک محقق (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ کہ وہ بعد از نزول نبی ہوں گے، مگر قبیل شریعت محمدیہ ہوں گے) اور دو مقدر و مفروض (ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ وہ بالفرض زندہ ہوتے تو قبیل شریعت محمدیہ ہوتے، اور دوسرے حضرت صاحبزادہ ابراہیمؑ کہ اگر وہ بالفرض زندہ رہ کر نبی ہوتے تو قبیل شریعت محمدیہ ہوتے پس ای دونوں صاحبوں کے حق میں قبیل شریعت محمدیہ نبی ہونا محض مفروض و مقدر ہے، ممکن اور واقع نہیں) اور پھر دونوں کے حق میں ناممکن ہونے کی وجہ بھی الگ الگ ہے (موسیٰ علیہ السلام کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور

تک زندہ نہ رہنا اور صاحبزادہؑ کے حق میں ختم نبوت کی وجہ سے زندگی مقدر نہ ہونا)

پھر ملا علی قاریؒ نے نبوت تشریع کو انقطاع کے زیر عنوان رکھا اور نبوت غیر تشریعیہ کو فرض کے زیر عنوان۔ تاکہ حدیث: لو عاش ابراہیم کے مقدم و تالی کے درمیان جو لازمہ ہے اس) استلزام کی صورت بیان کر سکیں۔ گویا انہوں نے (تعبیر کے لحاظ سے) انقطاع میں دو مرتبے پیدا کر دیے ہیں (کہ ایک کو انقطاع کے ساتھ تعبیر کیا اور دوسرے کو فرض و تقدیر کے ساتھ) اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے امکان عقلی میں مرتبے متعین کیے ہیں، کیونکہ لفظ منقطع نہیں اور موہم ہے، بلکہ انہوں نے ایک قسم پر انقطاع کا اطلاق کیا ہے اور دوسری قسم پر فرض و تقدیر کا۔ کیونکہ مفسرین الحق نزدیک روایت شدہ ہے کہ انہوں نے یہ چاہا کہ انقطاع کے دونوں مرتبوں کو ایک ہی عنوان کے تحت شامل کر دیں۔

اور جیسا کہ نبوت کے وہی ہونے اور اس کے مصاحب ریا صفت و کذب ہونے (کے حدود) کا ضبط دشوار ہے اور نبوت فی الواقع وہی ہے۔ لیکن بے استحقاقی نہیں، اور نہ ارادۂ اتفاقی کا کرشمہ ہے، اسی طرح امکان عقلی کے مراتب کا ضبط دشوار ہے (ملا علی قاری کے کلام کی یہ توجیہ تو اصطلاح مشور کے مطابق ہے) اور اگر وہ صرف کرام کی اصطلاح پر گئے ہوں تو (جیسا کہ پہلے گزرا) یہ بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ میں انتہیات کی بحث میں انہوں نے صرفیا کی تحقیق نقل کی ہے اور اکثر یہ عنوان انہی سے سرزد ہو کر علما کے ظاہر تک پہنچا ہے اور چونکہ یہ روایت فی الواقع ثابت نہیں اس لیے درست اور صحیح یہی ہے کہ اس کی تفسیر انقطاع نبوت علی الاطلاق کے ساتھ کی جائے کہ آپؐ کے بعد نئی نبوت کا وجود نہیں ہوگا۔

۱۹۱۔۔۔ اور معلوم رہے کہ یہاں دو مضمون ہیں، ایک یہ کہ یہ عمدہ منقطع ہو چکا، دوم یہ کہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم اشخاص انبیاء کے خاتم ہیں، یہ دونوں مضمون نصوص میں وارد ہوئے ہیں۔ انقطاع عمدہ کا مضمون مثلاً حضرت عائشہؓ

کی حدیث میں (دار دہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) نبوت جاتی رہتی اور بشارات باقی رہ گئے " جو جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے۔ اور یہ مضمون کسی بھی شخص کے بعد نبوت آنے کے منافی ہے، خواہ کوئی نیا نبی ہو، یا پرانا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت نزول (بلا شبہ نبی ہوں گے، نبوت ان سے سلب نہیں کر لی جائے گی، مگر چونکہ ان کی نبوت کا دور ختم ہو چکا اس لیے) نبوت کے اختیارات نہیں رکھتے ہوں گے (جیسا کہ کوئی بادشاہ دوسرے ملک میں جائے تو ہر چند کہ وہ سلطنت سے معزول نہیں مگر اس ملک میں اس کے شاہی اختیارات نافذ نہیں ہوتے)

ربا ختم اشخاص کا مضمون؛ پس وہ کسی سابق نبی کی آمد کے منافی نہیں اور لفظ خاتم النبیین سے یہی قیادہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ ارشاد کہ: "آپ کو خاتم النبیین کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں"۔ اسی حقیقت پر مبنی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ کوئی ملحد ختم نبوت کی آڑ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی نفی پر استدلال نہ کرے۔

۱۹۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد نبوت کی تجدید نہیں، بلکہ وہی ذات

ہے جو پہلے تھی اور وہی صفت نبوت ہے جو انہیں پہلے سے حاصل تھی۔ البتہ ان کے آسمان سے نازل ہونے کی حرکت نئی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی نبی اپنی عمر کے دوران کسی کام کے لیے کسی ملک میں جائے آئے (رہا یہ شبہ کہ اگر وہ بعد از نزول نبی ہوں گے تو ان کا صاحب شریعت ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ ان کی شریعت کا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک محدود تھا اس لیے بلا شبہ وہ صاحب شریعت ہیں، مگر اپنے دور میں۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمانی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی

نہیں، بلکہ ان کی آمد ختم نبوت کی مستقل دلیل ہے کیونکہ یہ) اس امر کی علامت ہے کہ انبیاء کرام کا سلسلہ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) ختم ہو چکا ہے، اس لیے دجال، جس نے ”میسح“ کا منصب اختیار کر رکھا تھا، اس کو قتل کرنے کے لیے مسیح ہدایت کو لایا گیا، جن کی آمد ایک شیئی کا بعینہ اعادہ و تکرار ہے، نہ کہ از سر نو کسی شیئی کا وجود پذیر ہونا۔

اس مضمون نے کسی کتاب کے حاشیہ میں منتخب کنز العمال (ص ۱۵۶) باب

نزول عیسیٰ و فروج یا جوج و ما جوج از قسم افعال سے اُوریت ابنِ مسریر

کا لفظ نقل کر کے اسے روایا پر محمول کیا ہے، حالانکہ یہ حضرت نواس بن

سمعانؓ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے اس میں کوئی مغالطہ نہیں، اور

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قصہ بصیغۂ استقبال بیان فرمایا ہے

جو اس کے ردیا ہونے کے منافی ہے اور اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے

۱۹۳۔ نیز ملا علی قاریؒ کا یہ قول: ”یہ حدیث ارشاد خداوندی: خاتم النبیین

کے خلاف نہیں، کیوں کہ معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا کہ آپ

کے دین کو منسوخ کر دے، اور آپ کی امت سے نہ ہو۔“ اغلب یہ ہے کہ

اپنے قول ”کیوں کہ معنی یہ ہیں“ الخ سے وہ حدیث کے معنی بیان کر رہے ہیں

نہ کہ آیت کے۔ کیونکہ انھوں نے ماقبل میں حدیث پر ہی کلام کیا ہے، اور

اسی سے یہ معنی اخذ کیے ہیں۔ آیت اسی معنی پر ہے جو امت نے اس سے

سمجھا ہے۔ البتہ حدیث کے معنی خفی تھے جو انھوں نے ذکر دیے، آیت

کریمہ نے مفروض صورتوں کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا، البتہ حدیث نے

اس فرضی صورت سے آگاہ کیا، پس وہی بیان معنی کی محتاج تھی۔ یا ان کا مقصد

مراد مقام کو بیان کرنا ہے اور یہ عنوان بھی عام نہیں، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی تشریف آوری کے پیش نظر ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اکمل۔

۱۹۴۔ سوال ۱۹ اور جب مرزا کرشن کا بروز ہے، اور وید کہ خدا کا کلام

بھتا ہے تو اسے ہندو کتنا سزاوار ہے یا نہیں ؟ اسے محمدی کیوں کہا جائے۔ ہندو کیوں نہ کہا جائے ؟ اور اس کے الہام کے مطابق اس کو تپے سنگے ہنادر رڈر گوپال اور برہمن اوتنا کیوں نہ کہیں ؟ دیکھیے کاویہ ص ۳۳۰۔ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵۔

۱۹۵۔ سوال ۳ اور اگر پیچس کرڈ قوم ایک ٹولے کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیتی ہو، اور یہ ٹولہ بھی اقل قلیل ہونے کے باوجود تمام جگہ ہیر اُمت کو کافر کہتا ہو تو کیا یہ دونوں ایک قوم ہیں (مولانا شمس اللہ امرتسری نے مرزائیوں کے دونوں گردہروں کی مجموعی تعداد ان کے اخبار سے ۵۵ ہزار نقل کی ہے)

۱۹۶۔ سوال ۲ (مرزا اپنی نبوت کے زمانے میں بارہ برس جیسا عیسیٰ کا قائل رہا، اور بعد میں اسے شرک عظیم قرار دے دیا، گویا وہ نبی اور صاحب وحی ہونے کے باوجود شرک عظیم میں مبتلا رہا، اب سوال یہ ہے کہ آیا نبی اپنی نبوت اور وحی کے زمانہ میں مشرک بھی ہو سکتا ہے ؟ اور اگر وحی کے معنی سمجھنے میں وہ اپنی موت کے وقت تک مغالطہ میں رہا تو اس امر کا کیا یقین ہے کہ وہ صاحب وحی ہونے کے دعویٰ میں حق پر تھا ؟ (مرزا کے بہت سے لہامات ایسے ہیں جن کی تشریح اس نے ایک وقت میں کچھ کی، اور پھر ایک مدت کے بعد کوئی واقعہ رونما ہو تو کہہ دیا کہ بس میرے الہام کا یہی مطلب تھا، پھر کوئی اور واقعہ پیش آیا تو کہا کہ پہلے مجھ سے الہام کی تشریح میں اجتہاد غلطی ہوتی ہے دراصل الہام کا منشا یہ نہ تھا۔ اور بعض الہام تو ایسے ہیں کہ مرتے تک ان کا مطلب نہیں سمجھ سکا، سوال یہ ہے کہ جس شخص کی الہامی تشریح قابل اعتماد نہیں، اس کے الہام پر کیا وثوق ہو سکتا ہے۔ ؟ اور اس امر کی کیا دلیل ہے کہ اوقات وحی میں اسے ٹھوکر نہیں لگی ؟)

۱۹۷۔ سوال ۳ مرزا نے اپنے احوال نبوت کی مدت خود کیا بیان کی ؟ اور اپنے جس خلف کے حق میں "فخر رس" ہونے کا الہام ذکر کیا (یعنی مرزا محمد)

وہ کیا کہتا ہے؟ (مرزا نے ایک غلطی کا ازالہ) میں لکھا ہے کہ اسے نبی اور رسول کا خطاب براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ (۱۸۸۰ء) میں مل چکا تھا، مگر اس کا تاخلف مرزا محمود کہتا ہے کہ ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں مرزا پر نبوت کی حقیقت کھلی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے مرزا بھی اپنے آپ کو غیر نبی ہی سمجھتا تھا)

۱۹۸۔ سوال ۳۳۔ نبوت کا معیار خود مرزا نے کیا مقرر کیا، اور اس کے اشاعہ و اذنا بنے کی کچھ رکھا ہے؟ یا بس یہی کہ اعتراضات میں انبیاء کے ساتھ مشارکت کافی ہے، یعنی اس کی نبوت کی بس یہی دلیل ہے کہ جوا عترتہا اس پر وارد ہوتے ہیں وہ دوسروں پر بھی وارد ہیں۔؟

۱۹۹۔ سوال ۳۴۔ بانی اور بہانی جو کہ مہدویت و نبوت کے دعویٰ میں بھی اور اکثر تعلیم میں بھی مرزا کے ساتھ شریک ہیں، بلکہ مرزا کی تعلیم انہی سے سرقہ ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم ان کی تصدیق نہیں کرتے؟ حالانکہ ان کی تعلیمات و تحریفات تباری تعلیمات و تحریفات کے مشابہ ہیں؟

۲۰۰۔ سوال ۳۵۔ مرزا نے اپنی بعض کتابوں مثلاً براہین احمدیہ وغیرہ میں بعض عقائد مسلمانوں کے موافق درج کیے ہیں (مثلاً عقیدہ ختم نبوت، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے جانے اور قرب قیامت میں دوبارہ نازل ہونے کا عقیدہ) حالانکہ انہی کتابوں میں الہام کا دعویٰ بھی پیٹ بھر کر کیا تھا، لیکن کچھ عرصہ بعد انہی عقائد کی نفی کر کے انہیں شرک قرار دیا، (گویا حضرت اس وقت بھی صاحب الہام تھے جب ان عقائد کو اپنی الہامی کتابوں میں درج فرما رہے تھے، اور اس وقت بھی، جبکہ انہی عقائد کو شرک ٹھہرا رہے تھے۔ سوال یہ ہے کہ مرزا کے الہامات حق و باطل کے درمیان فیصلہ کا معیار (ہیں یا نہیں؟ اگر کہو کہ معیار حق و باطل ہیں تو۔۔۔۔۔۔ یہ فرمائیے کہ ان کا معیار ہونا) کس وقت سے شروع ہوتا ہے؟ اور اس کے مریدوں کو یہ تیز کہاں سے حاصل ہوئی (کہ فلاں تاریخ سے پہلے کے الہامات حق و باطل کے درمیان فیصلہ نہیں کرتے، اور بعد

کے الہامات سے حق و باطل کا فیصلہ ہوتا ہے ؟ سوچ سمجھ کر جواب دیکھتے۔
 ۲۰۱۔ سوال ۳۶؎ مرزا کہتا ہے کہ ”فقیر جلالی رنگ میں نہیں بلکہ جلالی رنگ میں آیا ہے ، ممکن ہے کہ کوئی مسیح جلالی رنگ میں آئے اور مولیوں کی تمنا پوری ہو جائے۔“ اور یہ کہ مجھے مسیح ماننے سے کون سا تفادیت عظیم واقع ہو گیا۔ وہی دین ہے جو پہلے تھا۔“ پس وہ علوم و معارف کو نئے ہیں جو اس نے پیش کیے ، اور جن سے محققین اُمت نا آشنا تھے ؟ ان علوم کی فہم پریش کر دینا کہ دیکھا جائے کہ اگر اس نے کوئی صمیم بات کہی ہے تو محققین نے پہلے سے بیان کر رکھی ہے ، اور اس بدو بہت نے سر ق کیا ہے ورنہ اس نے جو کچھ کہا وہ لغو و باطل اور ”کالائے بد پریش خاوند کا مصداق ہے۔“

۲۰۲۔ سوال ۳۷؎ بروز کے بارے میں اس کے خیالات (پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے) اگر اس نے کبھی نافرمانی اور کمال نافرمانی کی بنا پر کوئی بات کہی ہوگی (تو کبھی ہوگی ورنہ) بالآخر وہ تنازع کی طرف راجع ہیں جو کہ ہندوؤں کا بنیادی اصول ہے۔ جیسا کہ البیرونی کی کتاب الهند میں ہے۔ پس اس کو ہندو کیوں دیکھیں بروز کی تفسیر کا وہ میں ص ۱۰۹ براہین سے دیکھتے۔

۲۰۳۔ سوال ۳۸؎ تم لوگوں کو جمہور اہل اسلام کے ساتھ کون کون سے اصولی عقائد میں اختلاف ہے ؟ اور حج و زکوٰۃ کا حکم کیا ہے ؟

۲۰۴۔ سوال ۳۹؎ مرزا کے وہ الہامات ، جو وعید پر مشتمل ہیں اور جن کا مصداق اور مقول نہ مذکور نہیں ، وہ خود مرزا کے حق میں کیوں نہ سمجھے جاتیں ، جبکہ وہ وعدہ کے الہامات کو بدون صیغہ خطاب کے اپنے حق میں سمجھتا ہے (تو اسی طرح ہم کیوں نہ سمجھیں کہ اس کے دعویٰ نبوت کا وہ پر اس کو وعید کا الہام ہوا (جو خاص طور پر وہ الہام جو بلفظ خطاب ہو ، (وہ تو قطعاً مرزا کے حق میں ہی سمجھنا چاہیے) اور (اگر یہ شبہ ہو کہ جب مرزا دعویٰ نبوت کی وجہ سے کافرو مرتد ہوا تو اس کو وعید کا الہام کیسا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ) خود مرزا کہتا ہے

کوفتہ (کافر، اور چوڑے چادر) بھی اخبار غیب کا مورد ہیں (اور ان کو بھی بعض وقت سچے خواب آجاتے ہیں، اور ان کو الہام ہو جاتا ہے) مثلاً الہام پیٹ پھٹ گیا۔ رسالہ ترک مرزاہیت ص ۸۸ میں دیکھئے اور عشرہ کاملہ ص ۴۲ اور سودائے مرزا ص ۲۰۔

حالانکہ مرزا خود جیغے میں مرا، (لہذا وہی اس الہام کا مصداق نکلا) ”کمزور (یعنی مرزا) کا بیڑ غرق ہو گیا۔“ (مرزا پر) دشمن کا خوب وار نکلا۔

۲۰۵۔ سوال ۲۴ اور اس کے خیالات جن کا نام اس نے علوم و معارف رکھ چھوڑا ہے، وہ اکثر یورپ کے جذبات کی ترجمانی، عقلی استبعادات اور ذاتی و طبعی فلسفہ مزاجی پر مشتمل ہیں، اس کے برعکس انبیاء علیہم السلام کے علوم میں عقل و قیاس کے گھوڑے نہیں دوڑائے جاتے بلکہ وہ اخبار بالغیب کیا کرتے ہیں اور کشف کونیات کے بارے میں مرزا نے جو کچھ کہا کہ فلال واقعہ یوں ہوگا) وہ اکثر و بیشتر غلط اور جھوٹ نکلا اور اس کے الہامات کا بیشتر حصہ اپنی تعلیٰ اور خود ستانی پر مشتمل ہے۔ پس اس کو فلسفی فٹس، کاہن اور اٹکل باز کیوں نہ کہا جائے؟ کیونکہ کمانت خلقی اور جبلی بھی ہوتی ہے جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے (۱) اور مرزا نے نریا کوٹ کی ملازمت کے دوران اس کی مشق بھی بہم پہنچائی تھی، جیسا کہ رئیس قادیان میں مولانا رفیق دلاوری نے نقل کیا ہے) یا اس کو مرانی کہا جائے جس کا وہ خود بھی معترف ہے، (چنانچہ ملفوظات احمدیہ جلد دوم ص ۳۷۶ مطبوعہ ربوہ میں اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۴ ص ۵-۶ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۱ء کے حوالہ سے مرزا کا یہ قول نقل کیا ہے:

”میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں پھر بھی آج کل میری معروضیت کا یہ حال ہے کرات کو مکان دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک

بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں، حالانکہ زیادہ جاگنے سے
 ”مراق کی بیماری“ ترقی کرتی جاتی ہے اور دورانِ سر کا دورہ
 زیادہ ہو جاتا ہے۔“

یا اس کو محمد و زندقہ کہا جاتے، کیونکہ اس نے اپنے پرشیدہ قلبی عزائم
 کے اظہار میں تدریج اور سہج روی سے کام لیا۔ (عشرہ ص ۲۵) اور وقت کا منتظر رہا
 چنانچہ اولاً وہ بعض انبیاء پر اپنی تفضیل کا قائل تھا، رسالہ ترکِ مرزائیت میں اس
 کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ”مسیح ابنِ مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص
 کر کے وہ میرے اوپر رحمت اور عنایت کی گئی جو اس پر نہیں کی گئی۔“ تتمہ
 حقیقۃ الوحی ص ۱۵۲۔ پھر خاتم الانبیاء پر برتری کا دعویٰ بھی کیا، تریاق القلوب
 ص ۱۴۳ مطبوعہ ۱۹۲۲ء اور اس کے مشکلات (کے بارے میں اس کی عبارت)
 رسالہ ترکِ مرزائیت، ص ۳۶ میں ملاحظہ کی جاتے۔

۲۰۶۔ اور کبھی کبھی وہ اپنے خیالات کی بنیاد اغراضِ مدسوسہ پر نہیں رکھتا
 بلکہ وقتی طور پر جو خیال ذہن میں آگیا ہانک دیا۔ چنانچہ کاویہ ص ۱۰۴ میں بدر
 ۱۹۰۳ء سے نقل کیا ہے کہ اس نے شیخ اکبر کا قول ترک کر کے انعکاسِ نبوت کو
 جاری رکھا ہے نہ کہ نبوت غیر تشریعیہ کو۔ حالانکہ یہ اس کے غیر تشریعی نبوت کے
 دعویٰ کے بعد کا زمانہ ہے، کیونکہ بقول اس کے ناخلف (مرزا محمود) کے اس
 کے دعویٰ نبوت کا زمانہ ۱۹۰۱ء ہے۔

۲۰۷۔ اور معلوم رہے کہ ایک مدت تک وہ شریعت کے یہی معنی سمجھتا
 رہا کہ وہ جدید احکام پر مشتمل ہو، جیسا کہ علامہ سمجھتے ہیں، اور یہ معقول المعنی بھی ہے
 اور اس مدت کے دوران وہ قرآنِ کریم کی آیات و کلمات کا اپنی وحی کی حیثیت
 سے سرکہ کرنے کو شریعت نہیں سمجھتا تھا، اور ”نئی شریعت“ کی قید کے
 بغیر اپنے نئے شریعت کی نفی کرتا تھا۔ بعد میں شیطان نے اسے تعلیم دی
 کہ اس سرکہ آیاتِ قرآنی ہی کو شریعت کہے اور اپنے تئیں صاحبِ شریعت

قرار دے۔ چنانچہ وہ اسی طرح کرنے لگا، اور اس دوسرے کے انقاس کے بعد
تعمید کا محتاج ہوا کہ میں صاحب شریعت تو ہوں مگر شریعت جدیدہ نہیں رکھتا
اور اب (جبکہ اس نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کر دیا تو) یہ کہنا بھی
کافی نہیں کہ نبوت غیر تشریعیہ باقی ہے، بلکہ (اس کے دعویٰ کے مطابق) نبوت
تشریعیہ بھی باقی ہے مگر نئی شریعت نہیں۔

۲۰۸۔ پس یہ نوعیت ہے اس کے ”علوم و معارف“ کی، کہ محض ہمارے وقت
ہے یعنی آغاز و انجام کو سمجھے بغیر جس وقت جو جی میں آیا کہ دیا، جس طرح کے
دسادس و خطرات قلب میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ (انہیں دسادس کو وہ
علوم و معارف سمجھتا ہے) کہ تمدنی اور دعادی کی بناء انہیں دسادس پر لکھتا ہے
اور اس کے پسرنا خلف نے ”حقیقۃ النبوة“ میں اس لمحہ کی بعض عبارتیں نقل کی
ہیں (جن کا مضمون یہ ہے) کہ ہر نبوت میں نئے احکام کا ہونا ضروری ہے (مثلاً
ذیل کی عبارت)

”اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہیں کہ وہ کامل
شریعت لاتے ہیں، یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ
کرتے ہیں، یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے“

(اخبار الحکم قوانین جلد ۳ ص ۲۹۹-۲۹۸)

اور اس وقت وہ اپنے لیے نبوت کے دوسرے معنی ایجاد کرتا تھا۔
اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ خود اپنے کلام کے انجام کو نہیں
سمجھتا۔ چنانچہ ایک موقع پر اس بات کا عذر بیان کرتے ہوئے کہ اس پر نبی کا
اطلاق کیوں ضروری ہے۔ لکھتا ہے :

”اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں
رکھتا تو بتلاؤ کہ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو کہ اس
کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے

معنی لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب کے نہیں۔“

(ایک غلطی کا ازالہ)

گویا عندیہ ہے کہ سوائے نبی کے اور کوئی لفظ اس معنی کے لیے اور اس کے دعویٰ کے لیے مناسب نہیں، اور لفظ محدث بھی مطابق نہیں۔ حالانکہ قبل ازیں اسی بنیاد پر اس نے محدثیت کا دعویٰ خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا، چند جگہ لکھتا ہے: نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا۔“ (عشرہ کاملہ، بحوالہ ازالہ اوہام ص ۳۱)

پس یہ نہ سمجھا کہ جب محدثیت کا دعویٰ خدا کے حکم سے کر چکا ہوں تو محدثیت میرے دعوے کے غیر مطابق کیونکر ہو سکتی ہے؟ بہر حال اب تک وہ نبی کے اطلاق میں عذر معذرت اور حیلے بنانے کرتا تھا، بعد ازاں کھل کر نبوت کاملہ حقیقیہ کا دعویٰ کر دیا، اور اس نبوت کے منکرین کو کافر قرار دیا۔ پس اس کی عمر بھر کے اقوال و خیالات ایسے نہیں جس طرح کہ کسی پابند ضبط مصنف کا کلام ہوتا ہے کہ اگر تعارض نظر آتے تو توفیق و تطبیق تلاش کی جائے۔ اور نہ اس کے تمام اقوال تدریج پر محمول ہیں، جیسا کہ اس کا ناخلف راگ الاپتا ہے، بلکہ کم علمی اور قلت فہم کی وجہ سے متناقض ہیں کہ سانج و قتی کے طور پر جو خیال جس وقت ذہن میں آیا، ہلک دیا۔

۲۰۹۔ بہر حال مرزا نے نبوت تامہ کا دعویٰ کیا اور توہ نہیں کی، پس کافر و مرتد مرا، اسی طرح اس کی دونوں جماعتیں بھی کہ ایک جماعت تو اس کے متناقض دعویٰ کو واردات غیبیہ کی تبدیلی اور تدریج پر تقسیم کرتی ہے اور دوسری جماعت ان متعارض و متناقض دعویٰ میں توفیق و تطبیق کی جہاں ہیں، حالانکہ وہ درحقیقت اندھے کی طرح سینہ زور ہے کہ دوڑتے وقت کچھ نہیں دیکھتا، خواہ کڑے میں گر جائے، ٹھوکر کھائے یا کسی چیز سے ٹکرا کر سر پھوٹ لے وہ نت نئی تحریف پر جو ذہن میں آئے، اپنے دعووں کی بنیاد رکھ لیتا ہے،

اور کوئی حقیقت واقعہ اس کے ذہن میں نہیں ہے، بلکہ جو کچھ خیال میں آجاتا ہے ایک مدت تک اسے گانا رہتا ہے اور بار بار اسی کو دہراتا رہتا ہے، اور جب کوئی اور چیز ذہن میں آجاتی ہے تو ہڈیان کی طرح اسی کو چلانا شروع کر دیتا ہے، پہلی اور پچھلی عبارتوں کے تفاوت اور تناقض کی جانب بسا اوقات اس کا ذہن ہی نہیں جاتا، نہ وہاں تک اس کے فہم کو رسائی ہے۔ اور اپنی اور دوسروں کی عبارتوں کے فرقی کو اکثر وہ سمجھتا ہی نہیں، نہ امتیاز کر سکتا ہے، اور کبھی بعد کے زمانہ میں پہلے زمانہ کی باتیں کرنے لگتا ہے، جس سے یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ گویا تناقض و تباہی نہایت نہیں۔

۲۱۰۔ اس کے چیلے چانٹے اب تک اس کے جملہ و خلط، تباہی و تباہی، تعارض و تناقض اور جملہ بسیط و مرکب کی اصلاح میں جان و ایمان کی بازی ہار چکے ہیں اور کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں، ایک دوسرے کی تکفیر بھی کرتے رہتے ہیں تاہم ان سے کچھ نہ بن پڑا، اور انہیں حقیقت حال کی خبر نہ ہوتی اس کی تعلیم اور ذخیرہ کتب اس فارسی شعر کا مصداق ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ”کتے کو سات دریاؤں میں نہلاؤ (مگر وہ پاک نہیں ہوگا بلکہ اس کے برعکس) جس قدر بھیجے گا اتنا ہی زیادہ پلید ہوگا۔“ واللہ غالب علی امرہ

۲۱۱۔ اور درحقیقت وہ خود سابقین کی مراد کو نہیں سمجھتا، اور نہ اپنے مہل کلام ہی کے مقصد و مدعا کو جانتا ہے اور اس کے مرید بادیہ کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ مرزا نے نقول اور حوالہ جات میں خود بھی بہت سے مغالطے کھائے ہیں اور دوسروں کو جان بوجھ کر بھی بہت سے مغالطے دیے ہیں۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ میں اس نے امام مالکؒ، امام بخاریؒ، حافظ ابن حزمؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ پر یہ افتراء کیا ہے کہ وہ موت کا عقیدہ رکھتے تھے، حالانکہ یہ قطعاً خلاف واقعہ و دروغ بے فروغ ہے، اور جب ان حضرات کی کتابوں کی مرتبہ نقول سے عقیدہ حیات دکھایا جائے تو اس کے چیلے مجالس اور مناظروں

تو مراد قرآن کو بیان کرنے والی ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ”پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا“ (نیز ارشاد ہے) ”اور ہمیں اتاری ہم نے آپ پر کتاب مگر اس مقصد کے لیے کہ آپ بیان کریں ان کے سامنے اس چیز (کی اصل حقیقت) کو جس میں انھوں نے اختلاف کر رکھا ہے۔“

۲۱۴— حدیث کو لازم ہے کہ قرآن کے اسلوب کی اتباع کرے، اور اگر اسلوب تبدیل کرے تو اس کی اطلاع دے۔ کلام کو ایسے پوشیدہ اغراض جن کا کوئی شمسہ بھی غلط نے نہ سونگھا ہو اور نہ وہ کسی کے حاشیہ خیال میں کبھی گزرے ہوں، بنی کرنا ہدایت نہیں بلکہ دانستہ گمراہ کرنا ہے۔ یہ بات کسی سلیم الفطرت سے کبھی وقوع میں آتی ہے اور نہ حدیث میں اس کی نظیر واقع ہوتی ہے آیا صرف یہی ایک جگہ ہے کہ امت میں تباہ ہوئی، اور اسی جگہ جو اس ملحد کے اسناد اور اس کی نفسانی خواہش کی پیروی کا موقع ہے۔ کتابی ہوئی اور نزول عیسیٰ کی حقیقت کے بیان کرنے کی اس ملحد کو چھوڑ دیا؟

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے احادیث ہیں۔ جو تواتر کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور جن کی تبلیغ علیٰ رؤس الاشهاد تمام لوگوں کے سامنے کر دی گئی ہے ایک باریسی اس مراد کی جانب اشارہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ سے مراد قدیان کا دہقان مرزا غلام احمد ہے، اور اس کے نزول سے مراد اس کا شکم مادر سے پیدا ہونا ہے (اور کیا یہ ممکن ہے کہ آپ نے پوری امت کو باطل پر چھوڑ دیا کہ تمام امت عیسیٰ سے سیدنا عیسیٰ ابن مریم صاحب انجیل ہی سمجھتی رہی) اور آپ نے (نعموذا باللہ) اس گھناؤنے امر کو روا رکھا۔ جو کام کسی کے ایک لفظ سے نکل سکتا ہو اور وہ اتنی رحمت بھی گوارا نہ کرے اس سے بڑھ کر باطل پرست کون ہو سکتا ہے۔

حالانکہ رفع و نزول میں قرآن و حدیث کے درمیان صنعت طباق ہے (کہ قرآن

نے رفع کا ذکر کیا اور حدیث نے اس کے بالمقابل نزول کو بیان فرمایا، جس سے واضح ہوتا کہ نزول سے وہ معنی مراد ہیں جو مصداق رفع کا مقابل ہوں۔ بالفرض اگر نزول کا ذکر موت کے بعد ہوتا اس وقت اس کا محل دریافت کیا جاسکتا تھا، نہ کہ اس وقت جبکہ نزول کا ذکر رفع کرنے کے بعد ہوا ہے اور اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ رفع کے بعد نزول کا ہونا ایک ہی سلسلہ کی کڑی ہے

۲۱۵۔ غرضیکہ یہ اسود کا ذب، عیوب و نقائص کا مجمع اور معجون مرکب ہے اور شاید دنیا میں کم ہی کوئی شخص ایسا ساقط الحواس اور موقوف الدماغ ہو گا، اور اس کے باوجود افضل الرسل ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ ”اللہ بڑے زبردست صاحب انتقام ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مرض ہیضہ اور اسہال دتے کا قہر نازل کر کے، جو اس کی پُر خوری کا نتیجہ تھا، اس کی شہ رگ کاٹ ڈالی جو اس کے ناخلف کے بقول اس کے دعویٰ نبوت کے سات سال کے عرصہ میں ہوئی۔

۲۱۶۔ مخفی نہ رہے کہ اس زمانے کے ملحدین کوئی الحاد اور دسوسہ شیطانی از خود گھڑ کر اسے بزعم خویش ”ایک طے شدہ علمی حقیقت“ ٹھہرا لیتے ہیں اور پھر اہل حق سے مطالبہ کرتے ہیں کہ (اگر ہمارا یہ نظریہ غلط ہے تو) اس کا صریح رد قرآن سے نکال کر دکھاؤ اور چونکہ یہ بات ہر جگہ بیسر نہیں کہ دنیا میں کسی کج دسوسہ بھی لاحق ہوا کرے قرآن کی نص صریح اس کی تردید کیا کرے اس لیے وہ اپنی جماعت میں بغلیں بجاتے ہیں (کہ دیکھو مولوی قرآن کی دوسے ہمارے دعوے کو نہیں توڑ سکتے) گویا کسی الحاد کا ایجاد کر لینا ہی کافی ہے۔ خواہ وہ علم کا کوئی اثر و نشان اور دلیل و برہان رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

اور کبھی کبھی ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ملحدین اہل حق سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے دعویٰ کی تردید علماء سابقین سے پیش کر (حالانکہ اصولی طور پر یہ مطالبہ ہی غلط ہے) اس لیے کہ جب علماء سابقین کے زمانہ میں اس نظریہ کا کوئی قائل ہی نہ تھا تو وہ اس کی تردید کیوں کرتے؟ تاہم جب پیش کر دیا جائے تو کہتے ہیں کہ

حدیث میں نہیں آیا، اور جب حدیث پیش کر دی جاتے تو کہتے ہیں قرآن میں نہیں آیا، اور جب قرآن سے پیش کر دیا جائے تو کہتے ہیں کہ صرف ایک بار آیا ہے، مزید تاکید نہیں فرمائی، اسی طرح ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ کی طرف فرار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ احقر کو یہی واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے سلسلہ میں پیش آیا تھا (مرزائیوں کی طرف سے لکھا گیا کہ ”من السماء“ کی قید کسی حدیث میں نہیں آتی، اور جب) میں نے بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات سے یہ تعریج پیش کی تھی (تو کہنے لگے دوسری حدیثوں میں نہیں)

پس خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی اتحاد کے صحیح و صواب ہونے کے یہ کافی نہیں کہ اس کا رد قرآن سے میسر نہیں، اور نہ اہل حق کو اس سلسلہ میں کوئی اضطراب اور پریشانی لاحق ہونی چاہیے، بلکہ کبھی نئے نظریہ کا ایجاد کرنا ہی بجائے خود اتحاد ہوا کرتا ہے،

اور کبھی لمحدین اپنی جانب سے ایک عنوان اختراع کر کے اہل حق سے مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ لفظ اور یہ عنوان خاص قرآن وغیرہ سے پیش کر دو، ورنہ ہمارا نظریہ ثابت ہے۔ حالانکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کسی اتحاد کے بطلان کے لیے یہی کافی ہے کہ ذخیرہ دین اور نصوص شرعیہ میں اس کا کوئی وجود نہ ہو، یہ ضروری نہیں کہ ہر چیز کی تردید قرآن کریم میں موجود ہو اور پھر اسی لفظ کے ساتھ ہو جو وہ چاہتے ہیں، اور یہ بھی نہیں کہ ”الحق کو ٹوکنا نہ جائے تو مامور بن بیٹھے۔“

۲۱۶۔۔۔ اور مرزا، قلت علم، کثرت جمل، طبعی کبر و تغلی، تنگ مزاجی، تنگ ظرفی، دونوں فطرتی اور کم حوصلگی کے سبب معمول قسم کے پیش پا افتادہ امور کو غیبی عطیات اور آسمانی انعامات سمجھ لیتا ہے اور پھر یہ تصور کر لیتا ہے کہ حقائق غیبیہ میں سے کوئی حقیقت اس کے علم و ادراک کی گرفت سے باہر نہیں ہے، اور اسی پندار اور خوش فہمی کے بل پر وہ الہیات و نبویات کے مسائل میں الجھتا ہے اور دریدہ دہنوں اور بازیوں کا سا کلام کرتا ہے،

ترجمہ اشعار خواجہ بھکتا ہے کہ وہ بھی کچھ پونجی رکھتا ہے ، حالانکہ خواجہ کا سرمایہ غور پندار کے سوا کچھ نہیں۔ ”خلوت نشین جاہل کے خیالات بالآخر دین و دنیا کی بیخ کنی کر دیتے ہیں۔“

۲۱۸۔۔۔ بروز ، کالٹظ شاید کسی ایک آدھ صوفی کے کلام ہیں ، بمعنی فیض روحانی و تربیت باطنی استعمال ہوا تھا ، اور اتحاد ، کالفظ عشاق کے کلام ہیں محبوب سے ہمہنگی اور فنا سے مجاز سے عبارت تھا ، یہ جاہل ان الفاظ کو کثرت سے استعمال کرتا ہے اور بزم خود بھکتا ہے کہ میں نے صوفیہ کی مراد کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کر دی ، حالانکہ فی الحقیقت اس کے ذہن میں ان الفاظ کا کوئی مستند نہیں ہوتا ، اس کا کل سرمایہ زبانی جمع غریب ، دوسروں کے الفاظ نقل کر لینا اور ان کی بھونڈی نقالی ہے۔ (عارف رومیؒ نے صحیح فرمایا ہے

عرف درویشان بدزد و مردودوں تا بہ پیش جاہلان خواند فسون
وہ چونکہ بروز اور اتحاد کی صوفیانہ اصطلاحات کے مفہوم سے نا آشنا تھا اس لیے رفتہ رفتہ صریح تناسخ کے گڑھے میں جاگرا ، اور بروز کی تفسیر جنم اور اوتار کے ساتھ کر ڈالی ، جو کہ ہندوؤں کا بنیادی اصول ہے۔

۲۱۹۔۔۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کا ثبوت یہ پیش کیا ہے کہ نبوت کے معنی ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئیاں کرنا ، اور یہ تعریف چونکہ مجھ پر صادق آتی ہے لہذا میں نبی ہوں۔ حالانکہ نبوت کا یہ تصور اس قدر گھٹیا ہے کہ اس کے ماتحت ہر نجومی ، پنڈت ، رمال ، جفار ، اڑڑ پو پو نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے اور جب مرزا سے کہا جائے کہ تیری اپنی تعریف کے مطابق بھی نبوت کی تعریف تجھ پر صادق نہیں آتی ، کیونکہ جو پیشگوئیاں تو نے بڑی شد و مد سے کی تھیں اور انہیں اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا تھا وہ بھی تیری تشریح کے مطابق پوری نہ ہوئیں بلکہ سب کی سب جھوٹ نکلیں تو اس کے جواب میں مرزا کہا کرتا ہے کہ میری نبوت کا ثبوت بس یہی کافی ہے کہ جو اعتراض مجھ پر کیا جائے وہ برابر ایک

نہی پر پڑتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی شخص کی نبوت کا ثبوت بس یہی کافی ہے کہ نبوت کو ایک گھنٹیا سی چیز بتایا جائے، اور انبیاء کرام پر اعتراض جڑ دیے جائیں یا کسی ثابت شدہ اور مسلمہ اصول کے ماتحت نبوت کا ثبوت پیش کرنا اور اس پر دلائل قاطعہ پیش کرنا بھی ضروری ہے؟ اگر جواب شق ثانی میں ہے تو مرزا نے انبیاء کرام اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر کے نامہ عمل کیوں سیاہ کیا؟

۲۲۰۔ مرزا کہتا ہے کہ پیشگوئیوں میں کسی قدر نقصان اور خفا رہ جاتا ہے لہذا پیشگوئی کا جو حصہ پورا ہو جائے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے، پہلے لوگوں کو بھی یہی ٹھوکر لگی۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کے خیالی تصورات کے مطابق سابقہ پیشگوئیاں مدعیان نبوت پر صادق نہیں آئیں اس لیے ایمان سے محروم رہ گئے اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ کسی مدعی پر پیشگوئی کے بعض اجزاء کا صادق آنا اور بعض کا صادق نہ آنا اس کے صدق و کذب میں اشتباہ و التباس کا موجب ہے، اور اشتباہ و التباس کی حالت میں نفع کا یقین نہیں ہو سکتا (اور یقین نہ ہو تو ایمان بے سود ہے) اور اگر یوں ہے تو یوں بھی ہے۔ پس مرزا کا یہ مشورہ اخلاص و خیر خواہی کا مشورہ نہیں، بلکہ خود غرضی، تلبیس اور دغا فریب پر مبنی ہے، (ترجمہ شعر) بہت سے ابلیس (مرزا کی طرح) آدمی کی شکل میں ہوتے ہیں، پس ہر بات میں ہاتھ دینا چاہیے۔

۲۲۱۔ کیا الہام بھی مکمل انشاء پر داری کی طرح ہے اور طبیعت کی آمد و سلیقہ پر منحصر ہے؟ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مرزا کتب سابقہ میں کوئی چیز دیکھ کر رٹ لگا لیتا ہے اور پھر اس کے مطابق الہام گھڑ لیتا ہے۔ مثلاً اخطی و اصیب کا الہام اور مثلاً عانوتیل (کی پیدائش) کا الہام، جو سراسر جھوٹ بھی نکلا۔

۱۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی پر تو مسیح کی پیشگوئی اتنی بھی صادق نہیں آتی جتنی کہ ماش کے دے پر سفیدی پس مرزا کا کذب روز روشن کی طرح واضح ہے۔ مترجم۔

اور کبھی مرزا اپنے پاس سے ایک مہل اور بے معنی بات، جس کی کوئی حقیقت محصلہ نہیں ہوتی گھر لیتا ہے اور پھر اس کے مطابق الہام بناتا ہے۔ مثلاً تو بمنزلہ میرے بروز کے ہے "کا الہام۔ جس کی کوئی حقیقت کتب سمویہ میں نہیں۔

۲۲۲۔ ایسے دہی اور شکی امرد کہ جن کا یا تو ثبوت ہی معلوم نہ ہو۔ یا یہ گمان ہو کہ راوی سے فرد گداشت ہوتی ہے اور اس سلسلہ کی کوئی کڑی چھوٹ گئی ہے، ایسے امور سے قطعیات پر اعتراض کر کے انہیں منہدم کر دینا کیا یہ ایسا نذاری کا کام ہے؟ چنانچہ اس فرقہ نے عصمت انبیاء کے باب میں یہی طریقہ اختیار کیا، اور مہول الحال امور کے ذریعہ دین کے قطعیات اور متواترات کو درہم برہم کر ڈالا۔ حالانکہ اس نام نہلو دہی میں جس کو یہ لحد سرقہ کر کے اور ادھر ادھر سے جوڑ کر بناتا ہے، تو تریبی کا سہارا لیتا ہے۔

چونکہ اس لحد کی غرض دین کو درہم برہم کرنا تھا اور وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی خفا ساز پیشگوئیوں میں ذلیل و خوار ہوگا اس لیے اس نے پہلے سے یہ تدبیر کی کہ تمام انبیاء کرام کی پیشگوئیوں پر خاک اڑائی جائے اور انہیں غلط ٹھہرایا جائے، تاکہ بوقت ضرورت کام آئے، اور ایک طے شدہ اصول پہلے سے تیار رہے (کہ خود باللہ انبیاء کرام اپنی دہی کا مطلب نہیں سمجھتے اور وہ غلط سلسلہ پریشن گوئیاں کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مرزا ازالہ اوہام میں لکھتا ہے :

"مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں پر کبھی ایسے شبہات پیدا ہوتے ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے، کیا یہ بھی کوئی پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے۔ مری پٹے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ قابل افسوس یہ ہے کہ جس قدر مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر

صحیح نکل نہیں سکیں..... اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں، مگر یہ بات الزام کے لائق نہیں، کیونکہ امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہے، حضرت موسیٰ کی بعض پیشگوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ لی تھی، غایت مافی الہاب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں“
(ص ۶، ۷، ۸، طبع اول)

۲۲۳۔۔۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین سب سے پہلے ابلیس نے کی تھی، اور اس نے حق تعالیٰ سے منظرہ کیا کہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی شخص کو کمالات کسب کے بغیر شرف بخشیں اور عطیات سے نوازیں، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے کسی کو نفیست و شرف عطا کرنے کا اور داد و دہش کا از خود اختیار ہے۔ مگر ابلیس نے اس اختیار کو ناروا سمجھا، اور کسی شخص پر اس کی جہانی ساخت اور اس کے اجزاء ترکیبی سے زائد انعام کرنے کو غیر معقول ٹھہرایا۔ گویا وہ حق تعالیٰ کے اختیاراتِ سلطانی کے مزاحم تھا۔ بعد ازاں یہ شقی (مرزا) نہ صرف یہ کہ شیطان کے نقش قدم پر چلا، بلکہ اس سے بھی چار قدم آگے نکل گیا، اسی ابلیسی نظریہ کے تحت اس نے حضرت عیسیٰ کی توہین کر کے اپنے پوشیدہ خبث و کفر کا اظہار کیا (چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرآنی معجزات کو شعبہ بازی اور مسمریزم قرار دے کر لکھتا ہے:

”مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجزِ نایبوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا“ (ازالہ ابہام حاشیہ ص ۳۰۹)

اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت و وقوتِ مسمازل کے دل سے نکال ڈالے اور ان کی مسند پر خود قابض ہو جائے (چنانچہ وہ صاف

صاف اپنے دم کا اظہار کرتا ہے کہ :

ابن مریم کے ذکر چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (نورِ بادشاہ)
 حالانکہ ع ”کہاں عیسیٰ کہاں وصال ناپاک“ — عیسیٰ وجہ ہے کہ اس نے ہندوؤں
 کے پیشواؤں سے یہ معاملہ روا نہیں رکھا، بلکہ ان کی عظمت و توقیر کا اظہار کے انہیں اپنی
 جانب مائل کرنے کی کوشش کی۔

۲۲۴ — کسی مسئلہ میں ایسے مقابلات سے، جن کی طرف ذہن بھی نہ جاتا ہو،
 استدلال کرنا اور اس باب میں محکمت کو چھوڑ دینا الحاد نہیں تو اور کیا ہے، چنانچہ اس
 مجدد نے ان امور کو، جو کتابوں میں بدریں و بے ایمان لوگوں کے وساوس و شہادت کے
 طور پر ذکر کیے گئے ہیں جمع کر کے انہیں اپنا دین و مذہب بنایا ہے، اور جب کسی
 اسلام سے بچلنا چاہتا ہے تو مرتکب نصوص میں (شیطانِ شہادت کھڑے کر
 دیتا ہے اور جب اپنی جانب کھینچنا چاہتا ہے تو طمع کاری کے ساتھ منافقین پیدا
 کرتا ہے اور نصوص قطعہ کو استعارہ و مجاز پر محمول کرنے کی تاویل جس کو اس نے
 اپنے ذخیرہ الحاد کا موضوع بنا رکھا ہے اس کے ذریعہ وہ اکثر اسلامی عقائد
 اور بعض احکام شرعیہ، مثلاً زکوٰۃ، حج اور ہمدست سبکدوشی ہو چکا ہے اور
 اس کے مرید عن قریب دیگر احکام سے بھی بے باق ہو جاتے ہیں اور صرف الفاظ
 کی گردان کافی ہوگی، اور ذخیرہ آخرت اور ہدیہ بارگاہ الہی کے لیے لے دے کر
 چند تاویلیں رہ جاتیں گی اور بس۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ افعال میں بھی استعارہ
 مانتا ہے۔ چنانچہ کشتی نوح ص ۴۰ میں لکھتا ہے :

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی کشتی، اور استعارہ کے رنگ
 میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کشتی میں نے کے بعد، جو ا مینے سے زیادہ
 نہیں، بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا“

اس فعلی استعارہ کو سن رکھو جو اس کے خاص علوم میں سے ہے اور جس
 کے ذریعہ وہ خارج میں حاملہ بھی ہو سکا (پس اس استعاراتی حمل کے ذریعہ جب

وہ عیسیٰ کو جنم دے کر خود عیسیٰ بن سکتا ہے تو دیگر افعال کے بارے میں یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ مثلاً ہم نے استعارہ کے طور پر زکوٰۃ دے دی، استعارہ کے طور پر حج کر لیا، استعارہ کے طور پر نماز پڑھ لی، اور استعارہ کے طور پر روضہ اطہر میں دفن ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ)

۲۲۵۔۔۔ مرزا نے دنیا کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے میں کوئی جلد اور کسر باقی نہیں چھوڑی، مثلاً اپنی تصویر فروخت کرنا، زکوٰۃ کا مال سمیٹ کر اسے اپنی خواہشات میں صرف کرنا، اور اس کے مصارف شرعیہ کو ساقط کر دینا، مریدوں پر انواع و اقسام کے چندے لازم کرنا، اور جو بروقت چندہ نہ بھیجے اسے بیعت سے خارج کر دینا۔ اور مخالفوں کی تذلیل کے لیے ان کی موت کے وقت کی تصویریں شائع کر کے مرزا نے اپنے ضمیر اور ضمیرِ باطن کی خبر دی ہے کہ اس کا سینہ ظالم کی قبر سے زیادہ تنگ و تاریک ہے۔ اور مخالفوں پر اثر ڈالنے کے لیے انبیاء کرام اور کتب سماویہ کی تعبیر و خطاب کی نقالی کرتا ہے۔ مثلاً کثرت سے قسمیں کھانا، بنی نوع انسان سے ہمدردی کا اظہار کرنا۔ اور مخالفین کی تردید میں ان کی دعوت کے پہلو پر زور دینا، ان سے خیر خواہی و وسوسہ کی نمائش، مخالفوں کی جانب سے اپنی مظلومی کی فریاد۔ اور ان امد کے اصرار و تکرار کو بھی ساتھ رکھتا ہے، اور جو چیزیں اس کے مخالف تھیں انہیں بد سے بدتر تشبیہات اور بھونڈی مثالیں دے دے کر مسخ کیا، اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی قباحت کا اظہار کر کے احمقوں کو آوے بنایا، وہ علم و دلیل کے دائرے میں محدود نہیں رہتا، چنانچہ احادیثِ طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق قتلِ خنزیر وغیرہ کی جو علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں، مرزا نے ان کا ایسا مذاق اور تمسخر اڑایا جس کی توقع کسی سنجیدہ اور بااخلاق آدمی سے نہیں کی جاسکتی۔ گھٹیا ذہنیت کے کینہ طبع لوگ جن کا مطیع نظر محض اپنی مطلب براری ہوا کرتا ہے، یہ ان کا وطیرہ ہے کہ وہ اخلاقِ فاضلہ کی حدود کے پابند نہیں ہوتے مرزا کے جتنے مرید ہم نے دیکھے ہیں ان سب کو دیانت و امانت اور حیا۔ و

اخلاص سے تھی دامن پایا ہے۔ اور خود مرنا نے گزشتہ جھوٹے مدعیان نبوت کا مطالعہ کیا، اور اس بات کو پیش نظر رکھا کہ کن کن طریقوں سے ان کی دعوت کو فروغ ہوا اور کن کن وجوہ سے ان کی تحریکین کام ہوئیں، وہ تعبیرات میں ہر ممکن طریقہ سے اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے یعنی کتب سادہ کی نقالی، انبیاء کرام سے تشبہ اور مدعیان نبوت کی خوشہ چینی۔ لیکن یہ سب کچھ تعبیرات کی نقالی اور چرب زبانی تک محدود ہے اس ظاہری صورت کے باطن میں صحیح دلیل اور حقانیت کا ذرا بھی مادہ نہیں، بلکہ اس کی کل کائنات شبہات اٹھانا، مخاطب کو تدریجاً پھسلانا، اور آہستہ آہستہ حق سے برگشتہ کرنا ہے، جیسا کہ تحفہ اشاعرہ میں دعوت باطنیہ کے مراتب ذکر کئے ہیں۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ اس نے باب اور بہائے کی کتابوں کے علاوہ شیعہ متصوفین، جنہوں نے فلسفہ کو تصوف بنا ڈالا تھا، ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان سے بھی سرقہ کیا ہے کہ یہ کتابیں خاصی مقدار میں ہیں اور بہت سی خارجی زبان میں ہیں۔ یہ اس لیے کہ میں نے فتوحات کے علوم تک اس کی رسائی نہیں پائی، اور اس نے حضرات صوفیہ کے حقائق و معارف میں سے کسی ایک بات کو بھی ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھا۔ وہ الہیات میں ایسی سو قیاد تشبیہات دیتا اور تعبیر کرتا ہے کہ سن کر بدن کے روگئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنی طرف سے حقائق باطلہ کی اختراع کر لیتا ہے۔ مثلاً حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ بعثت کا عقیدہ (کھڑک خرد کو محمد رسول اللہ کی حیثیت دینا) اور پھر ان من گھڑت نظریات کے موافق تصور دین میں نئی تحریفیں کرتا ہے، یہ ہے وہ چیز جس پر اس کے چیلے ایمان فروخت کرتے ہیں اور ان زلیات کو علوم و معارف سمجھتے ہیں۔

۲۲۹۔ اور وہ جب کسی شخص سے مایوس ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے حال کا شکار نہیں ہوگا تو ہر قسم کی فحش کلامی اور مغفلت سے اس کی تواضع کرتا ہے اور ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، اور جو کام بھی کرتا ہے بس اسی کی چکی پیست رہتا ہے۔

۲۲۶ — ایک طرف تو ضرورۃ الامام ، حقیقۃ الوحی اور ازالہ اوہام وغیرہ میں وہ

اپنے الہامات میں نصرت و شوکت کا دعویٰ کر رہے اور یہ کہ اسے یقین کی

لذت محسوس ہوتی ہے جس سے اس کا قلب پُر ہو جاتا ہے اور اسے اپنے

الہامات پر شریعہ صمد کے ساتھ اسی طرح قطعی ایمان ہے جس طرح کہ قرآن کریم پر۔

لیکن اس شوری شوری کے بعد مہرت مسیح اور اپنی نبوت سے متعلقہ الہامات

میں اس نے جس بے نیکنی کا مظاہرہ کیا ہے اسے حماتہ البشریٰ مذا میں دیکھتے۔

بحوالہ عشرۃ کاملہ۔ اور سنائی گئے کہ مرزا کہا کرتا تھا کہ اگرچہ میں نے پڑھیں احمدیہ

میں حیات عیسیٰ کا حقیقہ لکھ دیا تھا۔ اور لکھا بھی تھا (قرآن کریم اور خود اپنے) الہامات کے

حوالے سے (دیکھتے براہین ص ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۵)۔ مگر حیات عیسیٰ کا میں شروع ہی سے

قائل نہ تھا، اور میں نے اپنے اصل عقیدہ مکمل مسلمانوں کے خوف سے چھپائے رکھا

اس سلسلہ کی تھوڑی سی بحث عشرۃ کاملہ ص ۳۵ میں بحوالہ حماتہ البشریٰ مذکور دیکھی جائے

۲۲۸ — وہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سو قیاض استبعاداً

پیش کرتا ہے، لیکن دوسری طرف خود اپنے بارے میں ان سے کہیں بڑھ کر متبعہ

اور خلاف عقل باتوں کا دعویٰ کرتا ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ کا اس کے سامنے اپنے

چہرہ سے پردہ اٹھا دینا اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا، دیکھتے ضرورۃ الامام۔

اور کبھی ایسے (الہامات) کا دعویٰ کرتا ہے جو حیار اور انسانیت کے دائرے سے

خارج ہیں، مثلاً مرزا کا عورت بن جانا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر رجولیت کی طاقت کا

اظہار کرنا، دیکھتے عشرۃ کاملہ ص ۴۲ لے

لے مرزا کے ایک خاص مرید قاضی یار محمد صاحب بی، او۔ ایل پیڈر ٹریٹ ۲۲ موسوم بہ

اسلامی قربانی، مطبوعہ ریاض ہندیر پس امرتسر میں لکھتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر

اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت

کا اظہار فرمایا سمجھنے والے کے واسطے اشارہ کافی ہے“ استغفر اللہ مہر جم

۲۲۹۔ اس کا واسطہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں پر خاک ڈالتا ہے ان کے بعض اجزاء پر اعتراضات کی بوجھاڑ کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام اجزاء کے ساتھ پوری نہیں ہوئیں، وہی امور اور شبہات کے ذریعہ قطعیات کو منہدم کر کے انہیں مٹی میں ملانا چاہتا ہے اور ان کے اندر طرح طرح کے شبہات اٹھاتا ہے تاکہ جب اس کی نام نہاد پیش گوئیاں غلط نکلیں تو جواب کا سامان پہلے سے موجود ہو۔ پس جب تک انبیاء کرام سے برابری مطلوب ہو تب تک تو انہیں اعتراضات میں شریک غالب بتاتا ہے، یعنی اس کی بہ نسبت انبیاء کرام پر زیادہ اعتراض ہیں، اور جب اس کے اپنے اختصاص کی نوبت آتی ہے تو اپنے اضافات احلام کو "غیب مصطفیٰ" کا نام دیتا ہے (گویا انبیاء کرام کی پیش گوئیاں تو غلط اور لائق اعتراض ہیں، اور "غیب مصطفیٰ" تک رسائی مرزا کی خصوصیت ہے۔ نعوذ باللہ)

۲۳۰۔ وہ معجزات کی شان گھٹاتا اور بڑے بڑے معجزات کا، مختلف تادیلوں سے انکار کرتا ہے۔ مثلاً معجزہ شق القمر کو چاند گن بتانا، معراج نبوی کو کشف ٹھہرانا، اور مردوں کے زندہ کرنے کو مسمریزم قرار دینا اور اس کے اعجاز کا انکار کرنا۔ چھوٹے چھوٹے معجزوں کو برقرار رکھتا ہے تاکہ اپنے حقیر اور پیش پا افتادہ امور کو معجزات کے دائرے میں لاسکے۔ مثلاً چند ملنا، اور لوگوں کا سہا کے ہاتھ پر بیعت کرنا کہ ہر چندے کو اور ہر بیعت کنندہ کی بیعت کو ایک مستقل معجزہ شمار کر کے اس نے اپنے معجزات کی تعداد کم از کم دس لاکھ لکھی ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے۔

حق تعالیٰ اُمت مرحومہ پر رحم فرماتے اور اس لعین کے الحاد و ارتداد سے نہایت ڈالتے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ و اصحابہ و اتباعہ الی یوم الدین۔

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ
مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان۔ ملتان

اشاریه

○ آیات

○ احادیث

○ اسماء

○ کتابیات

مرتب :

محمد یوسف لدھیانوی

آيات

كذلك يوحى اليك والى الذين من قبلك :
١٥٣ -

كنتم خير أمة اخرجت للناس : ٣٩ - ١٥٦

لكن الراسخون فى العلم منهم : ١٥٣

ليكلا يكون على المؤمنين حرج : ١٣٩

ليكون الرسول شهيدا عليكم : ٣٩

فاكان محمد اباحدهم من رجاكم : ١٨ - ٤٥

٩٤ - ١١٩ - ١٣٢ - ١٣٣ - ١٣٤

محمد رسول الله والذين معه : ١٢٤

مصدقاً لما بين يديه من الكتاب : ١٦٦

مصدقاً لما بين يدي من التوراة : ١٦٦

من الله ذى المعارج : ٣٥

وامنوا بما انزلت مصدقاً لما معكم : ١٦٦

واذا اخذ الله يثاق النبئين : ٤٤ - ١٦٥

١٦٦

واذ تقول للذى انعم الله عليه : ١٣٢

واذ قال ربك للملائكة انى جاعل فى الارض

خليفة : ٥٣

واذكر اخا عاد : ١١١

واذكر فى الكتاب ابراهيم : ١٨٩

امنوا بما نزلنا مصدقاً لما معكم : ١٦٦

اتبعوا ما انزل ايكلم من ربكم : ١٥٤

اذ قالت الملائكة يا مريم : ١٢٤

اشدوبى ارزى : ١٠٣

الله اعلم حيث يجعل رسالته : ١٣٠

الم نزالى الذين يزعمون انهم آمنوا : ١٥٣

اليوم اكملت لكم دينكم : ٣٠ - ٣٨ - ١٤١

ان شانك هو الا بتر : ١٣٨

ان الله مع الصابرين : ١٣٢

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض : ٩١

ثم ان علينا بيان : ٢١٣

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم : ٩

نشده عضدك باخيكم : ١٠٣

هرط الذين انعمت عليهم : ١٣٢ - ١٦٩

كذلك مع الذين انعم الله عليهم : ١٣٢

١٥٨ - ١٤٠ -

فآية نزلنا على قلبك : ١٦٦

فكيف اذا جئنا من كل أمة بشييد : ٢٩

١٥٦ -

قلنا اهبطوا منها جميعاً : ١٣٦

- ١٣٩ وما جعل ادعياً لكم ابناكم :
 ٨٤ وما علنا الشعر :
 ١٢١ وما قتلوه يقيناً بل رفع الله اليه :
 ١٢٤ وما بشرنا برسول يأتي من بعدي اسمه
 ١٢٤ احمد :
 ١٢٨ ومن يشاقق الرسول من بعد ما
 ١٢٠ وورث سليمان داود : ٢١ - ١٢٠
 ١٢٦ وهو الحق مصداقاً لما معكم :
 ٣٩ ويوم نبعث في كل امة بشييد عليم :
 ١٢١ ويوم يموت :
 ١١١ هو الذي بعث في الامم رسلاً منهم :
 ١١١ هو ستاكم المسلمين من قبل وفي هذا :
 ١٥٢ يا ايها الذين آمنوا آمنوا :
 ١٣٦ يعني آدم اما ياتينكم رسل منكم :
 ١٢٤ يا زكريا انا نبشرك :
 ٣٥ ينزل الامر منهن :
 ١٣٠ يرثني ويرث من آل بيتي : ٢١ - ١٣٠
 ١٣٨ يوم نحشر المقربين الى الرحمن وفداً :
 ١٠٣ يوم نعوذ اكل الناس بامامهم :
- ١٩ واذا جاءهم احسانهم :
 ٩٠ واشكر كفى امرى :
 ٣٠ وانا انزلناهم :
 ١٨ وكان رسولاً نبياً :
 ١٥٦ وكذا لك جعلكم امة وسطاً : ٢٩ - ١٥٦
 ١٢١ وكنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم :
 ٣٨ والذين هم باياتنا يرمون :
 ١٥٢ والذين يرمون بما انزل اليك وما انزل
 من قبلك :
 ١٣٠ ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء :
 ١٥٢ ولقد اوحى اليك و الى الذين من قبلك :
 ١٦٦ ولما جاءهم كتاب من عند الله :
 ١٦٦ ولما جاءهم رسول من عند الله :
 ١٥٤ وما ارسلنا قبلك من المرسلين :
 ٣٨ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين :
 ١٨ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا
 نبي : ١٨ - ١٥٤
 ٢١٣ وما انزلنا اليك الكتاب الا لتبين :



مراحيث

- انت مع من اجبت : ١٣٢
 انت متى بمنزلت بارون من موسى : ١١٠ - ٢٢
 ان الله بدأ الامر نبوة ورحمة : ١٥٢
 ان الله عز وجل كتب مقادير الخلق : ٢٦
 ان شلى وشلى الانبياء... بنى داراً : ١١٠ - ١١١ - ١١٢
 ان النبوة والرسالة قد انقطع : ٢٢ - ٢٣
 انى عند الله كمشب خاتم النبيين : ٢٢ - ٢٦
 الانبياء احياء في قبورهم يصلون : ١٩ - ١٠٥
 قل ومن يعص الله ورسوله : ٥٣
 بين كنفية خاتم النبوة وهو خاتم النبيين :
 ٢٧ - ١٢٢
 حديث شفاعت : ٢٧ - ١٢٢ - ١٢٣ - ١٢٤
 حديث ثلثين دجال : ١١٠
 حديث تصديق دجال : ٩٠
 حديث نزول عيسى من السماء : ٢١٦
 حديث نواس بن سمعان : ١٩٢
 حديث نبي نقش بر نقش نبوي : ١٢٢
 خلق الله الخلق فمن خلق الله : ٢٥
 زهبت النبوة وبقيت المبشرات : ١٩١
 الروايات لصالح جز... من النبوة : ١٨٣
 السلطان ظل الله في الارض : ١١٣
 كنت اول النبيين في الخلق : ٢٤
 لاني بعدى : ٨٣
 لا تخيروا بين الانبياء : ٨٣
 لا نورث ، ما تركناه صدقة : ٢١ - ١٣٠
 لم يبق من النبوة الا المبشرات : ١٨٣
 لو عاش ابراهيم لكان صديقاً نبياً : ١٨٢
 لو كان موسى حياً لما وسعه الا اتباعي : ١٨٥
 لم يبق ومعه رجل ومعه نبي ومعه رجلان : ٨١
 من مات ولم يعرف امام زمانه : ١٢٩
 نحن الاخرون السابقون : ٢٧ - ١٤٣
 وختم في النبيين : ١٨١
 هذا خليف الله المهدي : ٢١٢
 ان الله لما حكم ان لاني بعده لم يعطه ولداً
 ذكراً يصير رجلاً : ١٣٠
 قولوا خاتم النبيين : ٢٤ - ١٩١
 مات صغيراً ولو قضى ان يكون بعد محمد صلى الله عليه
 وسلم نبي عاش ابنه ، ولكن لاني بعده : ١٨٦
 يريه لولم اختم بالنبيين لمحت له ابناً يكون
 بعده نبياً : ٩٦

ترمذی: ۱۱۰۴۳

صالح علیه السلام: ۱۳۶

تفتازانی: ۱۳۶

طبرانی: ۱۵۲

شنا: الله امرتسری، مولانا: ۱۶۹ - ۱۹۵

عائشہ صدیقہ: ۲۶۱ - ۱۹۱

جبریل علیہ السلام: (۱۶۳)

حاصم، امام قرآت: ۶۶

حاشر: ۱۰۳

عاقب: ۱۰۳

عبدالحکیم خان، ڈاکٹر: ۱۰۹ - ۱۳۰

خسرو: ۱۳۵

عبدالعزیز محمدش دہلوی، شاہ: ۸۳، ۸۶

خضر علیہ السلام: ۱۶۸

عبدالقادر جیلانی، شیخ المشائخ: ۱۲۹

خطیب قریشی: ۱۲۰

۱۸۳

داؤد علیہ السلام: ۲۱ - ۱۳۰

عبدالقادر محمدش دہلوی شاہ: ۱۸ - ۳۸

دجال اکبر: ۶۲ - ۶۰ - ۹۰ - ۱۹۲ - ۲۰۵

عبدالله آتھم، پادری: ۱۳۰ - ۱۶۹

رفیق دلاوری، مولانا ابوالقاسم: ۱۶۹ - ۲۰۵

عبدالله بن ابی اوفی: ۱۰۳ - ۱۸۶

رومی شیخ جلال الدین: ۲۱۸

عبدالله بن عمرو بن حاصم: ۴۶

زکریا علیہ السلام: ۱۲۶

عبدالله لہیانوی، مفتی: ۱۳۵ - ۱۸۰

زید: ۶

مدنی بن حاتم: ۵۳

سعد بن ابی وقاص: ۲۲ - ۱۱۰

عرباض بن ساریہ: ۳۲

سکاکي: ۱۲۰

علی: ۲۲، ۲۳، ۳۹، ۱۱۰، ۱۱۱

سیلمان علیہ السلام: ۲۱ - ۱۳۰

شعوانی: ۵۶

شہاب الدین مقتول: ۳۵

۱۳۲، ۱۸۵

شہستانی: ۵۳

علی قاری: ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹

شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی: ۸۱ - ۸۹

۱۹۳

۱۰۹ - ۱۵۳ - ۱۵۵ - ۱۸۳ - ۲۰۹

عمره : ۱۴۱

عمران : ۱۴۰

عیسی علیه السلام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۴ ، ۱۳۰ ، ۱۲۶ ، ۱۲۲ ، ۱۱۸ ، ۱۱۴ ، ۱۱۰ ، ۱۰۶ ، ۱۰۲ ، ۹۸ ، ۹۴ ، ۹۰

۸۶ ، ۸۲ ، ۷۸ ، ۷۴ ، ۷۰ ، ۶۶ ، ۶۲ ، ۵۸ ، ۵۴ ، ۵۰ ، ۴۶ ، ۴۲ ، ۳۸ ، ۳۴ ، ۳۰ ، ۲۶ ، ۲۲ ، ۱۸ ، ۱۴ ، ۱۰ ، ۶ ، ۲

۱۳۳ ، ۱۲۹ ، ۱۲۵ ، ۱۲۱ ، ۱۱۷ ، ۱۱۳ ، ۱۰۹ ، ۱۰۵ ، ۱۰۱ ، ۹۷ ، ۹۳ ، ۸۹ ، ۸۵ ، ۸۱ ، ۷۷ ، ۷۳ ، ۶۹ ، ۶۵ ، ۶۱ ، ۵۷ ، ۵۳ ، ۴۹ ، ۴۵ ، ۴۱ ، ۳۷ ، ۳۳ ، ۲۹ ، ۲۵ ، ۲۱ ، ۱۷ ، ۱۳ ، ۹ ، ۵ ، ۱

۱۴۹ ، ۱۴۵ ، ۱۴۱ ، ۱۳۷ ، ۱۳۳ ، ۱۲۹ ، ۱۲۵ ، ۱۲۱ ، ۱۱۷ ، ۱۱۳ ، ۱۰۹ ، ۱۰۵ ، ۱۰۱ ، ۹۷ ، ۹۳ ، ۸۹ ، ۸۵ ، ۸۱ ، ۷۷ ، ۷۳ ، ۶۹ ، ۶۵ ، ۶۱ ، ۵۷ ، ۵۳ ، ۴۹ ، ۴۵ ، ۴۱ ، ۳۷ ، ۳۳ ، ۲۹ ، ۲۵ ، ۲۱ ، ۱۷ ، ۱۳ ، ۹ ، ۵ ، ۱

۳۲۵ ، ۳۲۱ ، ۳۱۷ ، ۳۱۳ ، ۳۰۹ ، ۳۰۵ ، ۳۰۱ ، ۲۹۷ ، ۲۹۳ ، ۲۸۹ ، ۲۸۵ ، ۲۸۱ ، ۲۷۷ ، ۲۷۳ ، ۲۶۹ ، ۲۶۵ ، ۲۶۱ ، ۲۵۷ ، ۲۵۳ ، ۲۴۹ ، ۲۴۵ ، ۲۴۱ ، ۲۳۷ ، ۲۳۳ ، ۲۲۹ ، ۲۲۵ ، ۲۲۱ ، ۲۱۷ ، ۲۱۳ ، ۲۰۹ ، ۲۰۵ ، ۲۰۱ ، ۱۹۷ ، ۱۹۳ ، ۱۸۹ ، ۱۸۵ ، ۱۸۱ ، ۱۷۷ ، ۱۷۳ ، ۱۶۹ ، ۱۶۵ ، ۱۶۱ ، ۱۵۷ ، ۱۵۳ ، ۱۴۹ ، ۱۴۵ ، ۱۴۱ ، ۱۳۷ ، ۱۳۳ ، ۱۲۹ ، ۱۲۵ ، ۱۲۱ ، ۱۱۷ ، ۱۱۳ ، ۱۰۹ ، ۱۰۵ ، ۱۰۱ ، ۹۷ ، ۹۳ ، ۸۹ ، ۸۵ ، ۸۱ ، ۷۷ ، ۷۳ ، ۶۹ ، ۶۵ ، ۶۱ ، ۵۷ ، ۵۳ ، ۴۹ ، ۴۵ ، ۴۱ ، ۳۷ ، ۳۳ ، ۲۹ ، ۲۵ ، ۲۱ ، ۱۷ ، ۱۳ ، ۹ ، ۵ ، ۱

غزالی : ۱۰۳

کرشن : ۱۴۲ ، ۱۳۸

لحان : ۱۱۰

لک نام : ۷۱۱

محمد انور شاه کشمیری : ۳

محمد شفیع مفتی : ۱۵۸

محمد بی بیگم : ۱۳۰ ، ۱۲۶ ، ۱۲۲ ، ۱۱۸ ، ۱۱۴ ، ۱۱۰ ، ۱۰۶ ، ۱۰۲ ، ۹۸ ، ۹۴ ، ۹۰ ، ۸۶ ، ۸۲ ، ۷۸ ، ۷۴ ، ۷۰ ، ۶۶ ، ۶۲ ، ۵۸ ، ۵۴ ، ۵۰ ، ۴۶ ، ۴۲ ، ۳۸ ، ۳۴ ، ۳۰ ، ۲۶ ، ۲۲ ، ۱۸ ، ۱۴ ، ۱۰ ، ۶ ، ۲

محمد و قادیانی : ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

مریم صدیقہ : ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

مزدک : ۱۱۰

مسلم ، امام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

مسئلہ کذاب : ۹۰

مفتی : ۱۰۳

موسیٰ علیہ السلام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

۲۲۲ ، ۲۱۸ ، ۲۱۴ ، ۲۱۰ ، ۲۰۶ ، ۲۰۲ ، ۱۹۸ ، ۱۹۴ ، ۱۹۰ ، ۱۸۶ ، ۱۸۲ ، ۱۷۸ ، ۱۷۴ ، ۱۷۰ ، ۱۶۶ ، ۱۶۲ ، ۱۵۸ ، ۱۵۴ ، ۱۵۰ ، ۱۴۶ ، ۱۴۲ ، ۱۳۸ ، ۱۳۴ ، ۱۳۰ ، ۱۲۶ ، ۱۲۲ ، ۱۱۸ ، ۱۱۴ ، ۱۱۰ ، ۱۰۶ ، ۱۰۲ ، ۹۸ ، ۹۴ ، ۹۰ ، ۸۶ ، ۸۲ ، ۷۸ ، ۷۴ ، ۷۰ ، ۶۶ ، ۶۲ ، ۵۸ ، ۵۴ ، ۵۰ ، ۴۶ ، ۴۲ ، ۳۸ ، ۳۴ ، ۳۰ ، ۲۶ ، ۲۲ ، ۱۸ ، ۱۴ ، ۱۰ ، ۶ ، ۲

مهر علی شاه گلرودی : ۱۴۹

نواس بن سحان : ۱۴۲

نوح علیہ السلام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

نارون علیہ السلام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

نور علیہ السلام : ۱۴۴

الحیثی : ۱۹

نظامی : ۱۵

نور محمد ، قادیانی ، قاضی : ۲۲۸

یحییٰ علیہ السلام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

یسین علیہ السلام : ۱۰۴

یعتدب علیہ السلام : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

یسف علیہ السلام : ۱۰۴

یونس بن متی علیہ

اقرام و قبائل

بنو اسرائیل : ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

۱۴۴ ، ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

بنو اسماعیل : ۱۴۴ ، ۱۴۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸ ، ۱۲۴ ، ۱۲۰ ، ۱۱۶ ، ۱۱۲ ، ۱۰۸ ، ۱۰۴ ، ۱۰۰ ، ۹۶ ، ۹۲ ، ۸۸ ، ۸۴ ، ۸۰ ، ۷۶ ، ۷۲ ، ۶۸ ، ۶۴ ، ۶۰ ، ۵۶ ، ۵۲ ، ۴۸ ، ۴۴ ، ۴۰ ، ۳۶ ، ۳۲ ، ۲۸ ، ۲۴ ، ۲۰ ، ۱۶ ، ۱۲ ، ۸ ، ۴ ، ۰

بنو جرهم : ۱۸

فارسی : ۱۱۱

قوم عاد : ۱۱۱

عجم : ۱۱۱

عرب : ۱۱۱

یا جرج و ماجرج : ۷۰

مقامات

احتاف : ۱۱۱

بیت المقدس : ۳۶

حیدر آباد دکن : ۳۶ ، ۱۲۹ (شعر ۳)

یالکوت : ۲۰۵

قادیان : ۶۳ - ۶۵ ، ۷۱ ، ۷۲ ، ۱۵۲

۱۷۴ ، ۱۸۰ ، ۲۰۵ ، ۲۰۸

کراچی : ۱۵۸

کابل : ۱۷۹

مدینہ طیبہ : ۱۳۸ ، ۱۷۳

کرکرم : ۱۷۳

هندوستان : ۱۷۲

مل و مذاہب

اساجیلی : ۱۷۸

بابی : ۱۹۹

باطنیہ و طریقه : ۵۷ - ۱۷۹ - ۱۸۸

باقی : ۱۹۹

چکوالوی : ۱۷۸

شیعہ متصرف : ۲۲۵

صائبی : ۶۰

نصاری : ۵۷

ہنود : ۵۷ ، ۱۶۲ ، ۱۹۳ ، ۲۰۲ ، ۲۲۳ - ۲۲۴

یہود : ۵۷ ، ۱۲۱ - ۱۲۹ - ۱۷۹



مکتوبات

احیاء العلوم : امام غزالی : ۱۰۳

اربعین : قادیانی : ۱۰۹

ازالہ اولیام : ۷۰ ، ۲۰۸ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴

اسلامی قربانی : قاضی یار محمد قادیانی : ۲۲۸

اشد العذاب : سید مرتضیٰ حسن چاند پوری : ۶۳

۶۵ ، ۶۹ ، ۱۴۵ ، ۱۴۶

الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ : ۱۶۸

انہار الحق : مولانا رحمت اللہ کیرانوی : ۱۴۵

اکلیل شرح مدارک التنزیل : ۷۹

انجیل : ۱۴۶ ، ۲۱۳

الہامات مرزا : مولانا شمس اللہ امترسری : ۷۹

ایک غلطی کا ازالہ : ۱۱ ، ۷۹ ، ۹۰ ، ۱۱۳ ، ۱۱۶

۱۹۷ ، ۲۰۸

اُخبذ بدقادیان : ۱۰۹ ، ۱۴۶ ، ۲۰۶

براہین احمدیہ : قادیانی : ۱۹۷ ، ۲۰۰ ، ۲۰۶

۲۲۷

بیان اقران : ۱۳۸

پیغام صلح : قادیانی : ۱۴۶

سارنچ ابن خلدون : ۹۰

تاریخ مرزا : مولانا امترسری : ۱۴۶

تہذیب انشاعشریہ : ۲۲۵

تحقیق لاثانی : محمد یعقوب بیاری : ۱۰۹

تذکرہ : قادیانی : ۱۱۵ ، ۱۴۵

تذکرۃ الموضوعات : ۱۸۹

ترک مرزا بیت : مولانا لال حسین اختر : ۶۳

۶۴ ، ۱۰۹ ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۲۰۳ ، ۲۰۵

تربیاق القلب : قادیانی : ۷۳ ، ۱۱۷ ، ۲۰۵

تفسیر ابن کثیر : ۴۸

تفسیر اکلیل : ۷۹

تفسیر جامع البیان : ۱۰۳

تفسیر جلالین : ۶۶

تفسیر در نشر : ۲۷ ، ۱۹۱

تفسیر روح المعانی : ۷۸ ، ۱۰۳ ، ۱۸۹

تفسیر معالم التنزیل : ۶۶ ، ۱۳۹ ، ۱۴۰

تفہیم المفتاح : ۶ ، ۱۲۰

تورات : ۱۶۶

توضیح مرام : قادیانی : ۶۹

جامع ترمذی : ۳۱ ، ۴۳ ، ۱۹۱

قا مونس: ۶

قصیدہ اعجازیہ: مرزا قادیانی: ۱۷۹

الکادویہ علی الغاویہ: ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۷۵، ۱۷۶

۱۷۴، ۱۷۵، ۲۰۲، ۲۰۶

کتاب الاسماء والصفات: بیہقی: ۲۱۹

کتاب الفضل: ابن خرم: ۵۳

کتاب المدخل: بیہقی: ۱۳۹

کتاب الملل والنحل: شہرستانی: ۵۴

کتاب النہد: البيروني: ۲۰۲

کرامات الصادقین: قادیانی: ۶۸

کشتی نوح: قادیانی: ۲۲۳

کنز العمال: ۱۲۹

مجمع البحار: ۱۸۹

مجمع الزوائد: ۱۹، ۱۰۵

مختصر المعانی: ۱۲۲

مواق مرزا: ۱۰، ۶۳

مرزائیت کی تردید: ۱۷۶

مرقاۃ المفاتیح: ۱۸۵، ۱۹۰

مرقع قادیانی: ۱۰۹، ۱۷۶

مسند احمد: ۳۶، ۳۷، ۱۷۰

مسند طیالی: ۴۶، ۱۲۳، ۱۷۲، ۱۷۳

مشکوۃ المصابیح: ۲۵، ۲۶، ۳۶، ۳۷، ۸۱، ۸۲

۱۸۵، ۱۸۳، ۱۷۳، ۱۷۰، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۲۶، ۱۲۷

مصباح العلیہ: ۶۳، ۶۹

معالم التنزیل: ۶۶، ۱۳۹، ۱۴۰

الجم المفسر لالفاظ القرآن: ۱۵۸

معجم طبرانی: ۲۲، ۱۳۳

مغلطات مرزا: ۱۷۴

مثنیٰ ابن ہشام: ۶، ۱۱۸

مفتاح کنز القرآن: ۱۵۸

مقدم ابن خلدون: ۵۸، ۲۰۵

ملفوظات احمدیہ: ۲۰۵

منتخب کنز العمال: ۱۹۲

مواہب لدنیہ: ۴۶، ۱۰۳

موضع القرآن: ۱۸، ۴۸، ۳۲، ۱۴۰

موضوعات کبیر: ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۸۶

نزول المسیح: مرزا قادیانی: ۶۹

وید: ۱۷۲، ۱۹۴

البراقبت والجواهر: ۵۷، ۱۲۹

۶۶

تعارف

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

از حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”مجلس تحفظ ختم نبوت مسلمانوں کی ایک خالص غیر سیاسی

ذاتی اور تبلیغی تنظیم ہے جس کا مقصد حیدر اسلامیان عالم کا اتفاق و اتحاد، ناموس پر سالٹ و ختم نبوت کی پہچانی اور سرکین ختم نبوت کا رد و تعاقب ہے، قیام پاکستان کے بعد خطیب العصر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تمام سیاسی جمعیوں سے الگ تھلک کر اپنے رفقاء سمیت و محبت اسلام، تبلیغ دین اور رد و فتنہ کے لیے زندگی وقف کر دی، اور اسس پاکیزہ مقصد کے لیے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈالی، بھلائی ان کے خالص کی بکلت سے مجلس کا فیضان و دور دور تک پھیل چکا ہے، پاکستان اور دوسرے بہت سے اسلامی ممالک میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا چکا ہے، ملک کے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ بعض بیرونی ممالک میں بھی مجلس کے دفاتر داخل مبلین کام کر رہے ہیں، قادیانیوں کے عالمی مرکز ربوہ میں رابطے کی جامع مسجد تعمیر ہو چکی ہے جس میں ختم نبوت کے مبلغ اور مدرسین خطابت و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، مجلس کے صرف شعبہ تبلیغ پر قریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہو رہا ہے۔

نئے قلعے اور نئے محسوسے | قادیانیوں کے بارے میں پاکستان قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلہ نے قادیانیت کو موت و حیات کی کشمکش میں ڈال دیا ہے، ہزاروں سعادت مند افراد قادیانی ارتداد کے جال سے نکل کر حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، جس سے قادیانیوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے، اور انہوں نے زندگی اور موت کی کھنٹی جنگ لڑنے کے لیے اپنی پوری قوت اور آواز جھونک دینے کا فیصلہ کیا ہے، چنانچہ اوہلذروہن ملک ان کی سازشوں کے جال کو سین سے کھینچ رہے ہیں، جس کے نتیجے میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے بہت سے مقتول

علاقوں میں چل رہے ہیں، اور وہ مسلمانوں کو متدینانہ کی کئی نئی اسکیمیں شروع کر چکے ہیں، اور ہیریونی ممالک میں انہوں نے تحریک ارتداد کو تیز سے تیز کر دیا ہے، اور کروڑوں روپیہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے خرچ کیا جا رہا ہے، قادیانیوں کی یہ تمام کوششیں افشار افندہ رائیگاں جائیں گی، اور سازشوں کے جو کوئی نئے مسلحہ کے لیے کھود رہے ہیں انشاء اللہ ان میں خود ہی گر کر تباہ و برباد ہوں گے، تاہم اس میں شک نہیں کہ ان حالات میں ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کا کام بھلے سٹھنے کے اور بھی پھیل گیا ہے، اور اس کی ذمہ داریوں میں کمی ہونے کے بجائے کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے، پچھلے جہازوں روپے اس کے اخراجات کے لیے کافی تھے، اب دہاں اب لاکھوں کی ضرورت، چنانچہ قادیانیت کے خلاف مسلمانانہ عالم کی عام ہدایت کی وجہ سے قریباً ان تمام ممالک سے، جہاں قادیانی اپنی مرتد از سرگرمیوں میں معروف ہیں، مسلمانوں کی جانب سے وقفے آ رہے ہیں کہ وہ ان ختم نبوت کے پہلو پیچھے جائیں، جو قادیانیوں کے دانت کھٹے کریں، مجلس ہیریونی ممالک میں وغیرہ بھیجے گا انتظام کرتی ہے چنانچہ گزشتہ ایک ہفتہ فریق ممالک گیا، ایک ہفتہ ویشیا کی دعوت پر بھیجا گیا، ایک متحدہ عرب امارات کے مطالبہ پر ہوا کیا گیا، لیکن اس سے بڑھ کر ضرورت اس بات کی ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس کام کو، جو ساری دنیا میں پھیل چکا ہے مزید مستحکم اور وسیع بنیادوں پر منظم کیا جائے، جس کی تدابیر حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہیریونی ممالک کے نمائندوں کو پاکستان بلایا جائے، انہیں یہاں کچھ عرصہ رکھ کر انہیں قادیانیت کے تمام لوازم و رموز سے واقف کرایا جائے، اور وہ اپنے علاقوں میں جا کر مستقل طور پر تحفظ ختم نبوت کے لائحہ عمل کے مطابق قادیانیوں کا تعاقب کریں، اس خصوص پر لاگت کا ابتدائی تخمینہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ ہے، بھلائے رمضان مبارک کے بعد سے اس کا آغاز کیا جا رہا ہے

۲۔ ختم نبوت کی دعوت کے لیے نئے علماء کو تمام شریک مجلس کیے جائیں، اور انہیں تربیت دیکر انہوں کو ہیریون تبلیغی خدمات اور قادیانیت کے لیے تیار کیا جائے، اس تربیتی کورس کے لیے فی الحال پندرہ افراد کا انتخاب تجویز کیا جا رہا ہے۔ اس منصوبہ پر جماعت کا ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہوگا،

۳۔ مجلس کی ضروریات اور اس کا کام اتنا پھیل چکا ہے کہ اس کے لیے مرکزی دفتر کی موجودہ عمارت کافی نہیں ایسے مقام ہی میں ایک اچھے موقع پر قطعہ اراضی اٹھائی لاکھ روپے کے معارف سے خرید لیا گیا ہے۔ اس کی سہولت عمارت کا نقشہ منظور ہو چکا ہے، اور تعمیر کا آغاز کر دیا گیا ہے، یہ مالی تبلیغی مرکز ایک مالی شان جاسم بخ

دارالافتاء، دارالضیوف، پریس، اور دفاتر کی عمارات پر مشتمل ہوگا، اس عظیم ترین منصوبہ کے معارف کا ابتداء تخمینہ چالیس لاکھ کے قریب ہے۔

۴۔ قادیانیوں کے عالمی مرکز رتبہ میں، جہاں ۷۷۴ سے پہلے کسی مسلمان کا گزر بھی ممکن نہیں تھا، وہاں اب مسلمانوں کی آبادی کی صورت کی سکیم تیار کی جا رہی ہے، وہاں مسلمانوں کے لیے سب سے اہم تر مسئلہ یہ ہے کہ ان کی معاش کے لیے صنعتی کاروبار کا انتظام کیا جائے اور وہاں مسلمانوں کے لیے مکانات کی تعمیر کا بندوبست کیا جائے۔
 ۵۔ بھارت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کو رتبہ میں قریباً نو کھالی رقبہ حاصل ہو گیا ہے، اس میں جامع مسجد، مدرسہ، دارالافتاء، پریس، دفاتر، محلہ کیلئے کوٹرز کی تعمیرات کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، چونکہ یہ علاقہ مرزاہیوں کے دل کی طرح، بالکل بغیر ہے، نہ پانی ہے، نہ بجلی، نہ شرک، اس لیے اس بغیر زمین میں، جو کفر کی نحوست سے بالکل شور ہے، ختم نبوت کا پورا لگا نہایت ہی جفاکشی اور کثیر سرمائے کا محتاج ہے، یہ مجلس کے کام کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا، جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں مجلس تحفظ ختم نبوت، کسی خاص فرد یا جماعت کا ادارہ نہیں بلکہ مسلمانان عالم کا ایک اجتماعی ملی ادارہ ہے اور ناموس رسالت کی حفاظت و پاسداری کا فریضہ تمام مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے، اس لیے ہم سب کا فرض ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کام کریں۔



مَجْلِسُ تَحْفِظِ خْتَمِ نَبَوِّہِ یَا کُنِیْہَا
 ۰ ملتان

سالانہ رد قادیانیت کورس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہر سال ۵ شعبان سے ۲۸ شعبان تک مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع جھنگ میں ”رد قادیانیت و عیسائیت کورس“ ہوتا ہے۔ جس میں ملک بھر کے نامور علماء کرام و مناظرین لیکچرز دیتے ہیں۔ علماء، خطباء اور تمام طبقہ حیات سے تعلق رکھنے والے اس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ تعلیم کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے..... رہائش، خوراک، کتب و دیگر ضروریات کا اہتمام مجلس کرتی ہے۔

رابطہ کے لئے

(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری

ناظم اعلیٰ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضور باغ روڈ ملتان

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان ہفت روزہ ختم نبوت کراچی گذشتہ پچیس سالوں سے تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اندرون و بیرون ملک تمام دینی رسائل میں ایک امتیازی شان کا حامل جریدہ ہے۔ جو شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ و پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی اور مولانا مفتی محمد جمیل خان کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔

زر سالانہ صرف =/350 روپے

رابطہ کے لئے:

منیجر ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت

پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی نمبر 3